

ابنِ صفحی

جاسوسی دنیا

88۔ پرس و شی

89۔ بچارہ بچاری

90۔ اشاروں کے شکار



لئے کہانیوں میں Action کا خط پڑ جاتا ہے اور پڑھنے والے سوچتے ہیں کہ
فلاں کہانی کچھ "پھیکی" رہی۔

زیر نظر کہانی "پنس و حشی" کو میں نے ہر اعتبار سے دلچسپ بنانے کی
کوشش کی ہے۔ حالانکہ اس دوران میں علیل بھی رہا اور موسم کی سختیوں کا
دھکا ر بھی آپ جانتے ہیں کہ گرمیوں میں مجھ پر بے تحاشہ کھولتے
طاری ہوتی ہے کتابیں لیٹ ہوتی ہیں خطوط کے انبار لگ جاتے
ہیں اور مجھے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے جیسے کتاب لیٹ نہیں ہوئی بلکہ
مجھ سے کوئی بہت بڑا جرم سرزد ہو گیا ہے۔

بہر حال میں کوشش کر رہا ہوں کہ عمران کا خاص نمبر "ڈیڑھ
متوالے" لیٹ نہ ہونے پائے دعا فرمائیے کہ آپ انتظار کی "بوریت"
سے بچیں اور میری صحت تھیک رہے۔

پیشہ

ایک بار کاذکر ہے کہ انگریزی کے ایک مشہور مصنف ایڈگرویلیں نے
اپنے Fans کے ایک جمع میں بڑے خلوص سے کہا۔ "پچاس ناول لکھ لینے
کے بعد مجھے ناول لکھنے کا سلیقہ ہوا ہے۔"

چھوٹتے ہی ایک صاحبزادی نے فرمایا "کاش! ایسا نہ ہوا ہوتا۔ اب تو
آپ بور کرنے لگے ہیں۔ شروع کی کتابوں کا کیا کہنا۔ کاش آپ اپنے مااضی
میں چھلانگ لگا سکیں ...!"

تو جناب میرا بھی ارادہ ہے کہ میں بھی مااضی میں دوبارہ چھلانگ
لگاؤں۔ کیونکہ ایڈگرویلیں کو تو ایک شم بالغ صاحبزادی نے یہ مشورہ دیا تھا
یہاں دوسرا معاملہ ہے۔ اس دن میں بہت شدت سے بور ہوا تھا جب ایک
کانج کے پر پل صاحب سے کچھ اسی قسم کی گفتگو ہوئی تھی۔ کہنے لگے
"صفی صاحب کیا بات ہے پچھلی کتابوں کی کتنی کتنی بار پڑھنے کے باوجود بھی
اُن کا نیا پن بڑھتا ہی رہتا ہے۔"

میں نے سوچا تھیک ہی ہے۔ فریدی صاحب کرٹل ہو جانے کے بعد
سے صرف احکامات چلایا کرتے ہیں! خود زیادہ دوڑ دھوپ نہیں کرتے اس

ابن صفحہ

۱۸ جون ۱۹۶۰ء

پچ کی چینیں

۱۹۳۶ء کے دسمبر کی آٹھویں سرد ترین رات تھی۔ سارجن حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اسٹرینگ سے ہاتھوں کا چکلکار اُسی صورت میں ممکن ہو گا جب ان پر گھنٹوں گرم پانی کی دھاریں گرائی جائیں! اگرفت غیر قدر تی سی محسوس ہونے لگی تھی۔ دیرے سے گردن پر سکھلی ہو رہی تھی۔ لیکن اسٹرینگ کیسے چھوٹا۔ چھوٹا تو دوبارہ اسے گرفت میں لینے کیلئے کتنی جدو چند کرنی پڑتی۔ کیڈی ہوا سے باشیں کرتی رہی تھی اور حمید کا ٹھہرا ہواز ہن اُس سے بھی زیادہ تیز رفتاری دکھار رہا تھا۔

اُس وقت اس کے لئے وہ تار جام والی سڑک نہیں بلکہ سو ستر لینڈ کی کوئی نجی بستے پہاڑی سڑک تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ اب راہ میں کوئی موٹیل نظر آئے جہاں رک کر وہ آتشدان کے سامنے نش کا ایک گلاس ختم کرے گا۔ پھر پاپ ہو گا اور ”پُنس ہنری“ تمباکو کا فرحت بخش دھواں موٹیل کی مالکہ اپنی جوان سال اور خوب رو لڑکی کے ساتھ اس کے کرے میں داخل ہو کر ”شام بخیر“ کہے گی اور وہ پاپ دانتوں میں دبائے ہوئے گردن اکڑا کر خالص ایر شو کر لیک ک انداز میں صرف ”ناٹ“ کہہ کر تھیرانہ پلکیں جھپکائے گا اور وہ بڑی بیاجت سے کہے گی۔ ”میری لڑکی جناب مجھے افسوس ہے یہ کہہ رہی تھی کہ اس نے کبھی کوئی ہندوستانی نواب نہیں دیکھا نج جی ہاں جناب!“

اور وہ لڑکی بڑے دلاؤں انداز میں مکرائے گی اور پھر لیک بیک چمک پڑے گی اور اُس کی آنکھیں جیرت سے پھیلتی چلی جائیں گی۔ مبہوت ہو جائے گی پلکیں جھپکتا اور پتلیاں جنبش کرنا ترک کر دیں گی تب اُس کی ماں اُسے جھنجوڑے گی ”لوسی! لوسی۔“

اور لوسی پلکیں جھپکائے یا پتلیوں کو جنبش دیجئے بغیر آہستہ سے کہے گی۔ ”ایگر..... ایگر..... میرے پیارے آہ تم مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو کہہ دو

کہ تم ایڈگر ہو۔ یہ جھوٹ ہے کہ تم لیبیا کے معاذ پر کام آئے تھے!“
”لوسی لوسی!“ وہ اُسے پھر جھنجوڑے گی اور حمید سے معافی مانگتی ہوئی لڑکی کو دروازے کی طرف دھکیل لے جائے گی۔

”پانی پانی!“ سچھلی سیٹ سے بھرائی ہوئی آواز آئی اور حسین خیالوں کا تاج محل ریت کی دیواروں کی طرح ڈھیر ہو گیا۔ حمید نے کیڈی کی رفتار کم کر کے اُسے سڑک کے کنارے لگاتے ہوئے بالآخر بخوبی بند کر دیا اور اندر روشنی کر کے سچھلی سیٹ کی طرف مڑا۔ فریدی کا چہرہ بخار کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔ لیکن آنکھیں کسی تکلیف کے احساس سے عاری نظر آتی تھیں۔

”پانی نہیں کافی!“ کیا ڈاکٹر کی ہدایت بھول گئے۔
”لاو!“ فریدی نے کہا اور آنکھیں بند کر دیں لیکن حمید نے پھر تھر ماس اٹھانے سے پہلے اُس کے جسم کے کھلے ہوئے حصوں کو کمل سے اچھی طرح ڈھانک دینا مناسب سمجھا۔
”سیا وقت ہے!“ فریدی نے آنکھیں کھولے بغیر پوچھا۔

”سازھے گیارہ!“
”ٹھیک سو ابادہ پر تمہیں لینڈس کشمکز کی پہلی چوکی کے قریب رکنا ہے۔“
”میں بھولا نہیں ہوں۔“ حمید نے نہ اسامنہ بنایا اور تھر ماس سے کافی انگیل کر اُس کی طرف بڑھا دی۔

فریدی کمل بھیک کر سیدھا بیٹھتا ہوا بڑھ لیا۔ ”یہ بخار بھی بڑی شامدار چیز ہے کیوں؟“
”بُشْرِ طیلہ کسی لڑکی کے اٹھاڑ عشق کی وجہ سے نہ چڑھ آیا ہو“ حمید کا لیجہ زہریلا تھا۔
چند لمحے خاموش رہ کر اُسے کافی کی چکیاں لیتے دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”منع کر رہا تھا کہ راجروپ مگر میں قیام نہ پہنچ۔“

”کیا مطلب?“
”میں تعلیم نہیں کر سکتا کہ محترمہ غزال نے آپ کو دیکھ کر ٹھنڈی سانسیں نہ بھری ہوں۔“
”بکواس مت کرو!“
”کرافٹ۔ اُنگ نے ایک کیس نقل کیا ہے، اپنے کسی مضمون میں۔“ حمید لاپرواٹی سے

بولا۔ ”ایک صاحب کا واقعہ ہے جنہیں ہر ہفتہ کی شب کو بخار ہو جاتا تھا اور پورا توار بخار ہی کی نظر ہو جاتا تھا... دنوں شریف آدمیوں نے بخار کی وجہ کے لئے چھان میں شروع کی... اور بالآخر چور کپڑے لیا... جانتے ہیں کیا قصہ تھا۔“

”بکے جاؤ!...“

”ہفتہ کی شب کو ایک لاکی ان سے اظہار عشق کی کوشش کیا کرتی تھی۔“

”ہوں.... مگر غزالہ تھی کہاں...!“

”نہیں تھی...؟“ حمید کا لپجھ تحریر تھا۔

”نہیں.... وہ آج کل شہر ہی میں کہیں مقیم ہے.... صرف نواب صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔“

”اوہ تب پھر آپ نے کسی دوسرے کو کسی سے اظہار عشق کرتے نا ہوگا... والله اعلم بالصواب....!“

فریدی مسکرا پڑا... پھر رست داچ پر نظر ڈالی... گیارہ بج کر پہنچیں منٹ ہوئے تھے۔

”میرا خیال ہے کہ ہم کشمکش کی پہلی چوکی سے زیادہ دور نہیں ہیں۔“

حمدی نے صرف سر ہلا دیا۔ وہ بہت غور سے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ دو ماہ کی چھیساں کس قسم کی بھاگ دوڑ میں تباہ کی جا رہی ہیں۔

نصیر آباد سے راج روپ نگر.... اور راج روپ نگر سے پھر شہر کی طرف۔

پروگرام تھا کہ چھیسوں کے دو ماہ نصیر آباد ہی میں گذارے جائیں جہاں ان دنوں ان سے جان پہچان رکھنے والا ایک آدمی بھی نہیں پیا جاتا تھا... متواتر کام کرتے رہنے کی وجہ سے کم از کم حمید کو تو یہی محسوس ہونے لگا تھا جیسے اُس کا ذہن کچھ دنوں کے بعد مستقل طور پر ناکارہ ہو کر رہ جائے گا۔ لہذا اُس نے دو ماہ آرام کرنے کی تجویز پیش کی تھی جو کسی نہ کسی طرح فریدی کے حق سے بھی اتر گئی... لیکن نصیر آباد میں بیٹھل تمام ایک ہی ہفتہ گذرنا ہو گا کہ ایک رات ایٹھی کے ڈائینگ ہال میں حمید کا ذہنی سکون رخمت ہو گیا۔

اُن کی میز پر ویٹر کھانا کا رہا تھا کہ دھنٹا اُس نے فریدی کو اس انداز میں اٹھتے دیکھا جیسے کسی پھر قبل اس کے کہ کچھ پوچھنے کے لئے زبان کو جبکش بھی دے

سلکا فریدی صدر دروازے کے قریب نظر آیا۔
حید نے ٹھنڈی سانس لی تھی اور پھر کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ اُس کے باہر نکل جانے کا منظر بھی دیکھتا... ذیڑھ بچے رات سے پہلے فریدی کی واپسی نہیں ہوئی تھی.... پھر ڈھانی بیجے تک حید اُسے بور کر تارہا تھا۔ لیکن اُس نے اچاک اس طرح غائب ہو جانے کی وجہ نہیں بتائی تھی۔

پھر نصیر آباد سے راج روپ نگر دو دن نواب رشید الزمان کے محل میں قیام رہا تھا.... وہیں فریدی کو بخار نے بھی آدی بوچا.... لیکن اس کے باوجود بھی حید کو اس کے حکم کے مطابق موجودہ سفر اختیار کرنا پڑا تھا.... رواگی کے وقت بخار کی شدت کی وجہ سے بار بار غفلت طاری ہو جاتی تھی مگر جب بھی ہوش آتا.... حید کے کافوں میں یہی جملہ گو بجا تھا ”ہم پہلی چوکی کی طرف جا رہے ہیں یا نہیں۔“

”کیا پہلی چوکی پر ہجت کر بخار اتر جائے گا....“ حید نے بڑی مخصوصیت سے پوچھا۔
”ہو سکتا ہے....!“ فریدی نے کافی کافی کپ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا.... دفعٹا چوک کر کلائی کی گھڑی دیکھی اور مظہربانہ انداز میں بولا۔ ”پھر جلدی کرو.... وہ پانچ منٹ پہلے ہی پہنچنا چاہئے۔“

”کیا آبکاری کا کوئی قصہ ہے....!“ حید نے پھر اسے ٹوٹنے کی کوشش کی۔
”آبکاری.... ہشت ان چھوٹے چھوٹے کاموں کے سلسلے میں چھیساں نہیں بر باد کی جاتی۔“
”تو پھر میزی بر باد کاری کا کوئی چچہ ہو گا....!“ حید نے ٹھنڈی سانس لی اور کیڈی کا انجن جاگ اٹھا۔

اور پھر شروع ہو گیا سفر....
”بخار ہے ابھی....!“ حید نے کچھ دیر بعد پوچھا۔
”اندازیاہ بھی نہیں ہے کہ تھوڑی سی دوڑ دھوپ گراں گذرے۔“
”کیا مطلب....!“

”ہم وہاں دعوت میں نہیں جا رہے.... لیکن تم فکر نہ کرو.... میرے سوٹ کیس میں دوسرے ایلو اور بھی موجود ہے۔“

”اور میرا تو تھہ آر گن....؟“ حمید نے بڑے بھولے پن سے پوچھا۔

”ساری شو خیال رخصت ہو جائیں گی تھوڑی دیر بعد.... میری دانست میں وہ کافی ہو گے۔“

”جہنم میں جائیں....!“ حمید نے لاپرواں سے شانوں کو بچنی دی۔

”نہیں.... اب تمہیں کم از کم اتنا تو ذہن نشین کر بھی لینا چاہئے کہ ہم کس قسم کی پوچش سے دوچار ہونے والے ہیں۔“

”ایسی جلدی بھی کیا ہے۔“ حمید نے طنزیہ لبجھ میں کہا۔

”بکواس مت کرو.... سنو....“ فریدی جھنجھلا گیا۔ یہ شہد کی کمھی والی کہانی ہے۔“

”خدا غارت کرے....!“ حمید کی آواز بخار زدہ سی معلوم ہوئی اور فریدی نے قہقهہ لگایا۔

پھر فوراً تھی سبجدی اختیار کر کے بولا۔ ”آج سے چھ ماہ قبل تم نے اُسے میرا وہم سمجھا تھا لیکن اب میں تمہیں بہت کچھ دکھاؤں گا۔“

”مم.... مگر.... اُس رات وہاں ایڈ لفی میں....!“

”وہاں.... پھر شہد کی کمھی میرے سامنے آئی تھی....!“

”کس طرح....!“

”میزوں کے درمیان تھر کئے والی لڑکی نے ایک چھوٹا سا کارڈ ایک میز پر پھیکا تھا اتفاق سے اُسکی وہی سٹھاو پر کی طرف تھی جس پر شہد کی کمھی کی تصویر ہوتی ہے.... کارڈ تم پہلے بھی دیکھے چکے ہو۔“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر آپ ان کارڈوں کو اتنا ہمیت کیوں دیتے ہیں۔ میں ان کے متعلق پری طرح چھان بنن کرچکا ہوں.... وہ سلسلے کو کرشل لینڈنڈ کا تجارتی نشان ہے۔ یہ فرم اعلیٰ پر نے پر جنگلوں سے شہد اٹھا کرتی ہے.... صدر دفتر اپنے شہر ہی میں موجود ہے۔“

”ہوں تم کرو....!“ فریدی نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالی۔ ”تفصیل پھر بتاؤں گا وقت نہیں ہے۔ رفاقت بھاؤ.... بس مجھے اتنا ہی کہنا تھا کہ کسی سے ہمارا مکار اس بھی ہو سکتا ہے۔“

”کس سلسلے میں....!“

”پہلی چوکی کے قریب والے کوارٹر میں سے ایک کے لیکن اس وقت خطرے میں ہیں کیوں خطرے میں ہیں؟ یہ مجھے بھی فی الحال نہیں معلوم.... میں نے کہا تھا رفاقت بھاؤ۔“

”اوہ.... کان کھلے رکھا کرو۔“

گاڑی کی رفتار پہلے سے تیز ہو گئی.... حد نظر تک سڑک دیران پڑی تھی کچھ دیر بعد فریدی بڑی بڑیاں... لیکر فیکٹری کی چمنی نظر آنے لگی ہے میرا خیال ہے کہ گاڑی نہیں چھوڑ دی جائے۔“

”روک دوں....!“

”نہیں.... یہاں نہیں.... فیکٹری کے قریب والے سہر را ہے پر....!“ فریدی نے گاڑی سے کچھ دیر بعد گاڑی وہیں رکی جہاں کے لئے حمید کو ہدایت ملی تھی۔ فریدی نے گاڑی سے اترنے وقت ایک ریو اور کچھ فالتوڑ اونٹز حمید کے حوالے کئے۔

”اوہ.... آپ کو اس وقت بھی خاصا بخار ہے....!“ حمید نے کہا۔ اُس کا ہاتھ فریدی کے گرم ہاتھ سے مس ہوا تھا۔

”پروادہ مت کرو.... اوہ یہ المٹر کیوں نکال رہے ہو.... پڑا رہنے دو۔“

”اور آپ....!“

”میرے لئے بھی جیکٹ ہی کافی ہے۔“

”میں کہتا ہوں ایک پوٹر....!“

”خاموش رہو.... آؤ....!“ فریدی نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر جھکا دیا پھر خود ہی سنبھال بھی نہ لیتا تو میاں حمید منہ کے بل زمین ہی پر آئے ہوتے۔ کلائی پر اس کی گرفت مضبوط تھی۔ حمید کو ایسا محروس ہو رہا تھا جیسے دوپتے ہوئے لوہے کا پنجہ ہو.... کتنا تیر بخار تھا۔

کوارٹر کے قریب جا کر وہ ایک جگہ رک گئے۔ مختصر سی آبادی تھی جس کا تعلق لینڈ کمشز کی چوکی اور نیشنل لیڈر فیکٹری سے تھا۔

فریدی نے گھڑی پر نظر ڈالی اور پھر چل پڑا۔

وہ بیسی میں داخل ہو رہے تھے۔ فریدی پھر ٹھکا....

”اوہ.... یہ کیسی بیسی ہے؟“

”کیوں....؟“ حمید کے لبجھ میں تحریر تھا۔

”کیا یہاں کتنے نہیں ہیں.... یہ سالا تکتا غیر فطری معلوم ہوتا ہے۔“

”مجھے افسوس ہے....!“ حمید بڑیاں۔ ”درachi مجب سے غلطی ہوئی۔“

”کیا مطلب....!“

"مجھے چاہئے تھا کہ روائی سے قبیل یہاں کے کتوں کو ایک خط لکھ دیتا۔"

"شش.... آؤ....!" فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیا اور ایک بار پھر ریٹیم ڈائل وال گھری پر نظر ڈالی.... معینہ وقت پورا ہونے میں صرف دو منٹ باقی تھے۔ قدم تیزی سے اٹھنے لگے.... بستی سنان اور تاریک پڑی تھی۔ حمید خود بھی محیر تھا کر آخر بستی کے کتے کھاں جامرے۔

وہ فریدی کے دھندلے سائے کو دیوار سے لگ کر دوسری طرف ہکھکتے دیکھا رہا۔... روپا اور کا سر دستہ اس کی ہتھی سے چپک کر رہا گیا تھا۔

دفعتا اسے فریدی کی پسل نارچ کی روشنی زمین پر پڑی ہوئی کسی کالی سی شے پر نظر آئی۔ پھر نارچ بجھا کر وہ بڑی تیزی سے حمید کی جانب واپس آیا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ یہاں کچھ ہو چکا ہے....!" اس نے سرگوشی کی۔ "ممکن ہے اسی کوارٹر میں.... اوہ....!"

شیر خوار بچپ کی چینوں نے اسے جمل پورا نہ کرنے دیا۔ حمید جو بیگر کے جوتے سے داہنی پنڈلی کھجانے کی کوشش کر رہا تھا۔ دفعتا تو ازن قائم نہ رکھ سکنے کی بنا پر لا کھڑا لیکن سہادے کیلئے دروازے پر ہاتھ رکھتے ہی بالکل بے سہلا ہو گیا۔ کیونکہ ہاتھ کا دباو پڑتے ہی دونوں پٹ کھل گئے تھے۔

پھر جتنی دیر میں فریدی اسے سنبھالنے کے لئے آگے بڑھتا اس کی پیشانی کوارٹر کے فرش سے ٹکرای گئی۔

خود سے انھی میٹھنا کم از کم ایسی صورت میں تو آسان نہیں ہو تا جب اس طرح غیر متوقع طور پر گرتا پڑے۔... فریدی ہی نے جھپٹ کر اسے اٹھایا تھا۔

دروازہ کھلا ہوا تھا۔ سامنے برآمدہ تھا اور شامد اس برآمدے کے بعد کرہ ہی تھا۔... کرے کے دروازے بھی کھلے ہی ہوئے نظر آئے۔ اندر غالباً کیر و سین لیپ روشن تھا۔

حمد کے گرنے اور دروازہ کھلنے سے خاصی تیز آواز پیدا ہوئی تھی۔ لیکن اس کوارٹر کے رہنے والے گیوا مردوں سے شرط باندھ کر سوئے تھے.... شیر خوار بچ اب بھی اب تک

فریدی اور حمید اب صحن کے وسط میں تھے۔ پچھے پھر خاموش ہو گیا۔... لیکن اس بار اس کی آواز کے علاوہ کوئی دوسری آواز نہیں سنائی۔

"جب تک مجھے پوری بات نہ معلوم ہو جائے.... میں کیا عرض کر سکوں گا۔" حمید جھنجلا

کر بولा۔

"خاموش رہو....!" فریدی نے مضطربانہ انداز میں کہا پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "اچھا تم اور ہر کا خیال رکھتا.... میں مکان کی پشت پر جا رہا ہوں۔"

"ہوں....!" حمید نے خلاء میں گھوڑتے ہوئے ہونٹ بھینچ لئے۔

وہ فریدی کے دھندلے سائے کو دیوار سے لگ کر دوسری طرف ہکھکتے دیکھا رہا۔... روپا اور کا

سر دستہ اس کی ہتھی سے چپک کر رہا گیا تھا۔

دفعتا اسے فریدی کی پسل نارچ کی روشنی زمین پر پڑی ہوئی کسی کالی سی شے پر نظر آئی۔ پھر نارچ بجھا کر وہ بڑی تیزی سے حمید کی جانب واپس آیا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ یہاں کچھ ہو چکا ہے....!" اس نے سرگوشی کی۔ "ممکن ہے اسی کوارٹر میں.... اوہ....!"

شیر خوار بچپ کی چینوں نے اسے جمل پورا نہ کرنے دیا۔

حمد جو بیگر کے جوتے سے داہنی پنڈلی کھجانے کی کوشش کر رہا تھا۔ دفعتا تو ازن قائم نہ رکھ سکنے کی بنا پر لا کھڑا لیکن سہادے کیلئے دروازے پر ہاتھ رکھتے ہی بالکل بے سہلا ہو گیا۔ کیونکہ

ہاتھ کا دباو پڑتے ہی دونوں پٹ کھل گئے تھے۔

پھر جتنی دیر میں فریدی اسے سنبھالنے کے لئے آگے بڑھتا اس کی پیشانی کوارٹر کے فرش سے ٹکرای گئی۔

خود سے انھی میٹھنا کم از کم ایسی صورت میں تو آسان نہیں ہو تا جب اس طرح غیر متوقع طور پر گرتا پڑے۔... فریدی ہی نے جھپٹ کر اسے اٹھایا تھا۔

دروازہ کھلا ہوا تھا۔ سامنے برآمدہ تھا اور شامد اس برآمدے کے بعد کرہ ہی تھا۔... کرے کے دروازے بھی کھلے ہی ہوئے نظر آئے۔ اندر غالباً کیر و سین لیپ روشن تھا۔

حمد کے گرنے اور دروازہ کھلنے سے خاصی تیز آواز پیدا ہوئی تھی۔ لیکن اس کوارٹر کے رہنے والے گیوا مردوں سے شرط باندھ کر سوئے تھے.... شیر خوار بچ اب بھی اب تک

کیا ہافت ہے....!" فریدی کچھ دیر بعد بڑی بڑی۔ "اگر یہ صرف دھوکا تھا۔ بھی اب تک فریدی اور حمید اب صحن کے وسط میں تھے۔

چکھے پھر خاموش ہو گیا۔... لیکن اس بار اس کی آواز کے علاوہ کوئی دوسری آواز نہیں سنائی۔

دی تھی۔

سردی کے مارے حید کا نہ احوال تھا اس لئے اسے موجودہ پھوٹشن بے ذرہ برابر بھی دیکھن
نہیں رہ گئی تھی.....بس کسی مشین ہی کی طرح اب تک فریدی کی تقلید کرتا رہا تھا۔
فریدی کو آگے بڑھتے دیکھ کر خود بھی آگے بڑھا۔

لیکن کمرے کا منظر..... حید کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کی گردش شانوں سے اکھا
کر کہیں دوڑ بھیک دی ہو۔

خون میں لھڑا پچھے اپنی انگلیاں چوس رہا تھا..... اور وہ لاش غالباً اس کی ہاں ہی کی تھی۔ بیز
خون سے ترھا۔

یک بیک پچھے پھر چکھاڑنے لگا.... اس کی انگلیاں منہ سے نکل گئی تھیں۔

حید نے فریدی کی طرف دیکھا جو ساکت و صامت کھڑا پچھے کو گھوڑے جا رہا تھا۔ پکڑا
جھپکائے بغیر..... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کی آنکھیں پھر اگئی ہوں۔

دفعتہ وہ حید کی طرف مڑ کر بولا۔ ”لیدر فیکٹری سے فون کرو... جاؤ...!“

قصویر

لیدر فیکٹری کی رات والی شفت چل رہی تھی حید سید حما آفس میں چلا گیا.... اتنی رات
گھنے کسی اجنبی کو فون کے قریب دیکھ کر ڈیوٹی کلرک متین ہوا تھا۔

حید نے شہر کی کوتولی کے نمبر ڈائیٹل کے اور اس حادثہ کی اطلاع دیتے ہوئے جیسے ہی کوارٹر
نمبر کا خوالہ دیا ڈیوٹی کلرک اس طرح اچھل پڑا گویا کسی نے پیغامی میں پشت پر ناخبر مارا ہو۔

”جی.... کیا کیا.... کوارٹر نمبر...!“ وہ یوکھائے ہوئے لیج میں بولا۔
”انھارہ...!“ حید نے رسیور رکھتے ہوئے اُسے گھوڑا...“

”کہاں کی بات کر رہے ہیں...!“
”کسٹر ز کوارٹر ز...!“

”نہیں....!“ وہ بے تحاشہ چیخنا..... اس کا جسم اس طرح کاپ رہا تھا جیسے اچانک شدید ترین

لیٹریا کا جملہ ہوا ہو.... بدقت اُس نے خود کو سنجالا اور گھٹی گھٹی کی آواز میں بولا۔ ”آپ کون
ہیں....!“

”سم بوڈی فرام اٹھی جس بیور یو...!“ حید نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔
وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کر سی میں ڈھیر ہو گیا۔

کچھ دیر اسی طرح بے حس و حرکت پڑا رہا پھر انھ کر دروازے کی طرف بھاگا۔

”ٹھہر و....!“ حید نے اونچی آواز میں کہا لیکن وہ تو دروازے سے گذر چکا تھا۔
پھر جتنی دیر میں وہ بھی باہر نکلتا ڈیوٹی کلرک انہیں میں گم ہو چکا تھا۔

دو چپر اسی بوکھائے ہوئے اندر داخل ہوئے اور حید کو دیکھ کر ٹھنک گئے۔
”پولیس....!“ حید انہیں گھورتا ہوا بولا۔

”سم.... مگر بالو جی.... سیس.... سر کار....!“ ایک چپر اسی ہکلا کر رہ گیا۔
”لیا یہ مخبر تھا....!“ حید نے پوچھا۔

”نہیں ایک بالو....!“

”ہماں رہتا ہے....!“

”وارٹروں میں....!“

”نمبر....!“

”انھارہ....!“

”اوہ....!“ حید نے کہا اور دفتر سے باہر نکل آیا۔

اس کے پاس تاریق بھی نہیں تھی۔ اس لئے سبھی تک جلد نہ مخفی سکا۔ اب کوارٹر نمبر انھارہ
کے سامنے خاصی بھیز نظر آئی۔ کئی لوگوں کے ہاتھوں میں لاٹھیں بھی تھیں.... اندر کوئی
دہائیں مار مار کر رہا تھا۔ غالباً اس کی چیزیں ہی وہاں بھیز اکٹھا کرنے کا باعث تھیں۔

حید اندر داخل ہوا.... کوارٹر میں کئی لاٹھیں نظر آئیں۔ لیکن فریدی اور لیدر فیکٹری کے
کلر کے علاوہ اور کوئی نظر نہ آیا۔ وہ سمن کے فرش پر لوٹیں لگاتا ہوا نبیری طرح دہائیں مار رہا تھا۔
فریدی کمرے میں کیرد سین لیپ سنجالے مختلف چیزوں کا جائزہ لے رہا تھا۔

جیسے ہی حید اس کے قریب پہنچا اُس نے اُس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ ”مقتولہ کے شوہر کو
کسٹر ز کوارٹر ز...!“

اسی طرح تپ رہا تھا جیسے لوہے کا کوئی بہت بڑا گلزار بھٹی سے کھل کر مختندا ہونے کیلئے ڈال دیا گیا ہو۔ ذہنی کیفیت سر سامی سی تھی۔ لیکن باقی ہوش کی تھیں... ابھی تک زبان سے کوئی ایسا جملہ نہیں لکھا تھا جو موجودہ پھوٹن سے متعلق نہ ہوتا۔ لیکن اس سے پہلے بھی حمید نے اُسے بڑی بڑی قسمیں کھاتے نہیں سن تھا.... اور اسی بناء پر اس نے اندازہ لگایا تھا کہ ذہن قابوں نہیں ہے۔ کیڈی کچھ دیر بعد پولیس ہپتال کی کپاؤٹ میں رکی... چار بجے والے تھے۔ فریدی کو پرانی بیٹے والوں کے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ اسپکٹر جلدیش حمید کا ہاتھ پکڑے اُسے میڑن کے کر کے کی طرف لے جا رہا تھا۔

”محظی تو تمہاری حالت بھی بہتر نہیں معلوم ہوتی....!“ جلدیش کہہ رہا تھا۔

”تم ہی کچھ بتاؤ کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا.... اور تم ہاں کیسے جا پہنچے تھے۔“

حمدیکچھ نہ بولا۔ حالانکہ اُسے اس شدت سے غصہ آنا چاہئے تھا کہ جلدیش کے منہ پر الٹا ہاتھ رسید کر دیتا۔

میڑن کے کمرے میں دوز نہیں جن کی ڈیوٹی ختم ہونے والی تھی بیٹھی کافی بی رہی تھیں۔ اسپکٹر جلدیش کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔

”بیٹھے بیٹھے....!“ جلدیش نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ ”کافی اور ہے....!“

”بہت جتاب....!“ ایک نے مسکرا کر جواب دیا۔ ”تشریف رکھئے۔“

دوسری حمید کو اس طرح گھور رہی تھی جیسے پہچانے کی کوشش کر رہی ہو۔

حمدی نے پہلے نہیں کس طرح ایک کپ کافی حلق سے اتاری۔ وہ جلد از جلد فریدی کے پاس پہنچا چاہتا تھا۔

جلدیش نے پھر اُسے ٹوٹا چاہا.... لیکن اس بار حمید نہی طرح جلا گیا۔

”بکواس بند کرو.... میں کچھ نہیں جانتا۔“ اُس نے کہا غالباً کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ میڑن کر کے میں داخل ہوئی۔

”اوہ.... اسپکٹر....!“ اُس نے جلدیش کو مخاطب کیا۔ ”سردی کا شدید ترین اثر.... حالت بہتر نہیں ہے.... اسی حالت میں مریض کو یہاں لانے کی بجائے کوئی ہی پر طمی امداد طلب کی جانی چاہئے تھی۔“

سنجاو....!

”پچھے کہاں ہے؟“ حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”پوس میں....!“ فریدی نے کہا اور پھر جھنجلا کر بولا۔ ”جاوہا....!“

حمدی چپ چاپ صحن میں آگیا۔ لیکن اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ مقتولہ کے شوہر کو کس طرح سنجا لے.... اُسے قطعی احساس نہیں رہا تھا کہ وہ ایک پولیس آفیسر ہے۔

پھر جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو یونہی خواہ صدر دروازے سے جاگا.... باہر کچھ لوگ پنجی آوازوں میں گفتگو کر رہے تھے۔

”ارے....! ایسے نہیں دیکھا تم نے.... چار کتے تو نیم کے نیچے ہی مرے پڑے ہیں۔“

”کیا انہیں زہر دیا گیا ہو گا؟“ کسی نے پوچھا۔

”اور کیا....؟ دیکھو.... غور کرو.... ایک کتے کی بھی آواز نہیں سنائی دیتی.... ایک کو

بھی زندہ نہیں چھوڑا....!“

”آف فو.... کس نہی طرح بھوکلتے تھے اگر کوئی راہ گیر اور ہر سے نکل جاتا تھا.... سونا دشوار کر دیتے تھے۔“

”آپ لوگ براہ کرم اپنے گروں میں جائیے....!“ حمید نے دروازے سے سر نکال کر اوپری آواز میں کہا اور دروازہ بند کر دیا۔

اُسے ہوش نہیں تھا کہ وہاں اس طرح کھڑے رہ کر اُس نے کتنا وقت گزارا تھا.... پھر پولیس کاروں کے ہارن سے تھے نئائے میں بلکا سا شور کچھ عجیب سالگ رہا تھا.... کسی فلم کے بدلتے ہوئے مناظر.... نیند کے وباڑ اور سردی کی زیادتی کی وجہ سے ذہن گویا پھر کی میں بن کر رہ گیا تھا۔

وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا.... اندر ہیرے میں کو تو ای انجصارج اسپکٹر جلدیش بھی اُسے نظر اندازی کر گیا تھا ورنہ اُس کی وجہ سے کچھ دیر تو زبان ہلانی ہی پڑتی۔

اُسے نہیں معلوم کہ پولیس کی آمد پر کیا ہوا تھا.... وابھی میں اُس کی بجائے جلدیش کا استثن کیڈی ڈرائیور کر رہا تھا۔

اُسے پہچلنی سیٹ پر بیٹھا پڑا تھا کہ فریدی کی دلکھ بھال کر سکے.... فریدی کا جسم اب کچھ

”فریدی صاحب سفر میں تھے۔“ جلدی شیش بولا۔

”آپ غالباً سارجنٹ حمید ہیں...!“ اُس نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ دونوں نر میں

ہونٹوں پر ہوتیں میں کچھ بڑی آئینی تھیں اور ایک نے جھپٹ کر حمید کیلئے دوسرا اک تیار کیا تھا۔

”شکریہ...!“ حمید اُس کے ہاتھ سے کپ لیتا ہوا زبردستی مسکرا لیا۔

”آپ محاط رہئے جتاب...!“ میرن اُس سے بولی۔ ”موسم بڑا وابحیات جا رہا ہے۔“

”فریدی صاحب کی حالت زیادہ تشویشناک تو نہیں...!“

”مرسام... آپ خود اندازہ کر سکتے گے۔“

”مجھے جانا چاہئے۔“ حمید خالی کپ میز پر رکھتا ہوا بڑی بڑی۔

”پدرہ منٹ سے پہلے آپ نہیں مل سکتے گے جتاب۔“ میرن نے کلائی کی گھری پر نظر
ڈالتے ہوئے کہا۔

دونوں نر میں حمید کے قریب آکھڑی ہوئیں... وہ پانچ میں تباکو بھرنے لگا تھا۔ پھر
جب وہ لاکڑ کے لئے جیسیں ٹوٹنے لگا تو ان میں سے ایک مینٹل پیس کی طرف جھپٹی اور دوسری
منے کہا۔ ”دیا سلائی حاضر ہے جتاب۔“

”بہت بہت شکریہ...!“ حمید شائد پہلی بار ان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ جلدی شیش میرن سے
لگنگو کر رہا تھا۔ وہ اُسے بتا رہا تھا کہ کس طرح اُسے اس وقت ایک بڑی دردناک پھوٹیش سے دوچار
ہونا پڑا تھا۔

یک بیک ایک نر کشنز کو اوارٹ کے نام پر چوکی۔

”کن کو اوارٹ زکات ذکر ہے جتاب۔“ اُس نے پوچھا۔

”مینٹل لیدر فیکٹری کے قریب والے...!“

”کیا...؟“ وہ بُری طرح بوکھلا گئی۔

حمید نے جلدی شیش کو اشارہ کیا کہ اب وہ خاموش رہے اور خود نر کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا
بولا۔ ”اُنہاروں کو اوارٹ...؟“

”اوہ... اوہ...!“ وہ اپنی پیشانی رگزتی ہوئی کرسی میں ڈھیر ہو گئی۔

”کیوں...؟“ حمید کا لہجہ اس بار کھردرا تھا۔

”بچ... بچی...!“ نر چونک پڑی۔ ”کچھ نہیں...!“

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے نادانشگی میں اُس سے کوئی غیر مناسب حرکت سرزد ہوئی ہو اور اب
فکر ہو کہ کسی طرح اس کا ازالہ کا ہو جائے۔

”آپ اُنہاروں کی کوارٹر کے حوالہ پر کچھ۔“ حمید نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جملہ
اوہ سوراہی چھوڑ دیا۔

”نہیں... قطعی نہیں... نہیں تو جتاب بھلا میں کیوں۔“ وہ زبردستی خستی ہوئی بولی۔

”واہ... تھیک ہی سنتا تھا... آپ کے بارے میں۔ بس جس کے پیچھے پڑا جائیں۔“

حمدید نے جلدی شیش کی طرف دیکھا جو پلکیں جھپکائے بغیر نر کی گھورے جا رہا تھا۔ پھر وہ تیزی
سے میرن کی طرف مڑا۔ ”بھی سنئے... میں انپکٹر تک جلد از جلد پہنچنا چاہتا ہوں۔“

”پانچ منٹ اور انتظار کیجئے۔“ میرن نے جواب دیا... اور دوسری نر سے بولی۔ ”کافی اور
ہو تو مجھے بھی دو۔“

حمدید نے سہوں کی نظریں بچا کر جلدی شیش کو اشارہ کیا کہ وہ کمرے سے چلا جائے۔

میرن کافی پینے میں محو تھی اور دوسری نر غالباً اس فکر میں تھی کہ ہیٹر پر کچھ مزید پانی
بھی رکھ دے۔

حمدید اُسی نر کی جانب متوجہ رہا جس سے کوارٹ نمبر اُنہار کے متعلق گفتگو ہوئی تھی۔
لیکن وہ خلاء میں گھورے جا رہی تھی۔

باہر کھڑکی میں جلدی شیش کا چہرہ نظر آیا۔ غالباً وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ آمدے میں بھی
اُس کی موجودگی ضروری ہے یا نہیں۔

حمدید نے اُسے رکنے کا اشارہ کیا اور خود بھی باہر آگیا۔ اُس کی حالت کافی سنجھل گئی تھی اور
ذہن کسی بھی مسئلے سے ابھسنے کے لئے تیار تھا۔

”اس پر کڑی نظر رکھو۔“ اس نے جلدی شیش سے کہا۔ ”اگر اپنے گھر جائے تو وہاں بھی باہر
تمہارے کسی آدمی کی موجودگی ضروری ہے۔ شائد تم اسے پہلے سے جانتے ہو۔“

”ہوں.... اُوں....!“ جلدی شیش کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”کوارٹ نمبر اُنہار سے متعلق وہ ضرور
کوئی خاص بات جانتی ہے.... میں دیکھوں گا.... رجنی نام ہے۔“

حید پر ایجھیت دارڈ کی طرف بڑھ کیا۔۔۔ فریدی کے کمرے میں ایک نرس موجود تھی
حید نے دروازے میں قدم رکھتے ہی فریدی کی بڑبرداہست سنی۔ لیکن یہ کہنا محال تھا کہ وہ نرس سے
مطابق ہے، یونہی بڑبردار ہے۔

آنکھیں چھت سے گلی ہوئی تھیں۔۔۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے دیرے پلکش نہ جھکی ہوں
حید یہ آہنگی بستر کے قریب پہنچا۔

فریدی کہہ رہا تھا۔ ”ورندگی۔۔۔ اوہ۔۔۔ وہ تھا ساپچ۔۔۔ اپنے اُس بڑے خارے سے
نادافت جس کے لئے وہ زندگی بھر روانے گا۔۔۔ میرے معبوو۔۔۔ کیا آدمی سے زیادہ وحشی جانور
بھی تو نے بیداکے ہوں گے۔۔۔ میں پھر تم کھاتا ہوں۔۔۔ ان میں سے ایک ایک کاسر کل
دول گا۔۔۔ نرس پانی۔۔۔!

پھر اُس نے حید کی طرف گردن گھمائی تھی اور اُسے اس طرح گھور رہا تھا جیسے اُس دردناک
قتل میں اُس کا گھنی ہاتھ رہا ہو۔

”مگر آؤٹ۔۔۔!“ وہ یک بیک دہازل

”اوکے۔۔۔ باس۔۔۔!“ حید نے سلیوٹ کرنے کے سے انداز میں ہاتھ اٹھایا اور تیزی سے
دروازے کی طرف مڑ گیا۔ نرس نے بھی اُسے اشارہ کیا تھا کہ وہ چلا ہی جائے۔

کیفیت سر سائی ہے۔ حید نے سوچا لیکن زبان سے نکلنے والے الفاظ منفهم رکھتے تھے۔
انہیں آنمل یا بے جوڑ نہیں کہا جاسکتا۔ تو گویا۔۔۔ یہ آدمی۔۔۔ نیویو شی کے عالم میں بھی عجیب ہی
ثابت ہوا ہے۔

غیر متوقع طور پر راستے میں جلدیں سے مٹ بھیڑ ہو گئی۔

”میوں۔۔۔؟“ حید کے لجھ میں حیرت تھی۔

”وہ بیویوں ہو گئی ہے۔۔۔!“ جلدیں نے کہا۔

”کیسے۔۔۔!“

”اس کا ویٹی بیک سامنے والی میز پر رکھا ہوا تھا۔ دوسرا نرس نے میڑن کے لئے کافی بیالی
تھی بیالی۔۔۔ رکھنے کے لئے اُس نے ویٹی بیک ایک طرف ہٹانا چاہا تھا۔ دفتار جنی بوکھالائے
ہوئے انداز میں کھلتی اٹھی۔۔۔ ”ٹھہروں سے ہاتھ نہ لگانا۔۔۔ اور چار قدم چل کر ڈھیر ہو گئی۔“

”زہر۔۔۔!“
”نہیں۔۔۔ بس نیویو شی۔۔۔ چہرہ پستے سے بھیگا ہوا تھا۔“
”ہوں۔۔۔ تم نے ویٹی بیک تو چیک کیا ہی ہو گا۔“
”اب۔۔۔ ابھی تو نہیں۔۔۔!“
”آؤ۔۔۔!“ حید تیزی سے آگے بڑھتا ہوا بول۔

بیویوں رجنی کو اسٹریچ پر لٹا کر باہر لے جایا جا رہا تھا۔۔۔ حید کی نظر سب سے پہلے ویٹی بیک
عی پر پڑی۔۔۔ وہ اب بھی میز پر ہی تھا۔۔۔ یہاں شائد کسی نے اُس کی طرف توچہ نہیں دی تھی۔
”میا آپ نیویں تشریف رکھیں گے۔۔۔“ میڑن نے دروازے میں رک کر پوچھا۔

”جی۔۔۔!“ حید نے اُس کی طرف مڑے بغیر جواب دیا۔
اب ان دونوں کے علاوہ کمرے میں اور کوئی نہیں تھا۔ حید نے ویٹی بیک اٹھایا۔ کچھ دیر بعد
وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا تھا۔

”کیا ہوا۔۔۔!“ جلدیں نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔
”سازھے گیارہ روپے۔۔۔“ حید نے گھٹی گھٹی اسی آواز میں جواب دیا۔
”میں نہیں سمجھا۔۔۔“
”اس بیک میں صرف سازھے گیارہ روپے ہیں۔۔۔“
”پھر۔۔۔؟“ جلدیں نے احتقانہ انداز میں پلکش جھپکائیں۔

”میں کیا بتاؤں۔“ حید نے ٹھنڈی سانس لی۔ ”سازھے گیارہ روپے کی اہمیت۔۔۔
نہیں۔۔۔ میرے بس سے باہر ہے۔۔۔ میں کسی بننے کی اولاد نہیں۔۔۔!“

”پھر چوت کی تم نے۔۔۔!“ جلدیں جھچھلا گیا۔ حید اُس کی طرف دھیان دیئے بغیر بیک
کے دوسرا خانوں کا چائزہ لینے لگا۔۔۔ جلدیں اُسے بدستور گھورے جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد حید
نے ویٹی بھانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑے اور سکھیوں سے جلدیں کی طرف دیکھا اور پھر
پوری طرح متوجہ ہو کر بولا۔ ”فریدی صاحب بے ہوش نہیں ہیں۔۔۔“

”ذرا اپک کر پوچھنا تو کہ تم بیٹا چار کی چوتھائی کا کیا بنا۔“
”کیا مطلب۔۔۔!“

"ہمارے مجھی اشارے ہیں۔" حمید نے بے حد سمجھنگی سے جواب دیا۔ "جلدی کرو۔" "تین بیٹاچار کی چو تھائی....!" جلد لیش ذہن نشین کرنے کے سے انداز میں بڑبوالیا۔ "اہم اور پھر وہ دروازے کی جانب مڑ گیا۔

حمد کھڑکی سے دیکھتا رہا۔ جب وہ سامنے والی عمارت کے موڑ پر نظر دیں تو جمل ہوئی۔ اس نے وینیشی بیگ سے ایک پیٹھ نکلا اور اپنے کوٹ کی اندر لوٹی جیب میں رکھ لیا۔ پھر وہ وینیشی بیگ کو بھی دوبارہ اس کی اصل جگہ پر پہنچانے میں دیر نہیں لگائی۔ چند لمحوں بعد وہ آرام کر کر میں پڑا ہوا پاسپ میں تمباکو بھر رہا تھا۔ دھنڈ لکھ کے پرافق کی سرخیوں کی چھوٹ پڑنے لگی تھی۔ پاسپ سلاکن سے پہلے اس نے اپنے طویل انگوٹھی لی۔

باہر برآمدے میں کھڑکی کے قریب ایک چڑھے نظر آیا۔ لیکن وہ انپکٹر جلد لیش نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ کھڑکی سے ہٹ کر دروازے کے قریب آگیا۔ کوئی میل زس معلوم ہوتا تھا۔ غالباً ذرا باہر پر تھا ورنہ جسم پر اپنے کیوں ہوتا۔

"رجنی کا وینیشی بیگ ہی ہے نا....؟" اس نے وینیشی بیگ کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"پتہ نہیں....!" حمید نے شانوں کو جیب دی۔

"وہ ہوش میں آگئی ہے نا....!" اس نے کہا اور بیگ سنجھاں کر کرے سے نکل گیا۔

حمد کی آنکھیں نیند سے بو جھل ہوئی جا رہی تھیں۔ لیکن اس نے سورج نے کارا دہ ترک کر دیا۔ کونکہ اب وہ اپنی حرکت کا رد عمل دیکھنا چاہتا تھا۔ ایک ساتھ دوپانے پیکے تھے ایک تفریخ تھا اور دوسرا کام کا۔ گر تفریخ کیوں؟ کام ہی کے سلسلے میں تو وہ تفریخ ہاتھ آئی تھی۔ لیکن جلد لیش کی موجودگی میں وہ اس وینیشی بیگ پر باتھ نہیں صاف کرنا چاہتا تھا۔

اس نے سوچا... "تین بیٹاچار کی چو تھائی۔" فریدی کو فارسی بولنے پر مجبور کروئے گی۔ پھر جلد لیش پر جو کچھ بھی گذرے.... یقینی طور پر اس کی جماعت بن گئی ہو گی.... حمید بے سانہ مسکرا پڑا۔

پھر اس کا ذہن بیہوش رجنی کی طرف منتقل ہو گیا۔ اب اس نے اپنا وینیشی بیگ کھولا ہو گا۔

اور وہ چیز ملاش کر رہی ہو گی جس کے لئے اس نے وینیشی بیگ میں ہاتھ لگانے سے منع کیا تھا۔.... منع کیا تھا.... اوہ.... وہ یک بیک اچھل کر کھڑا ہو گیا۔.... ایک خیال تیزی سے اس کے ذہن میں آیا تھا.... ہوش آنے پر تو وہ خود ہی دوڑی آتی.... کسی دوسرے سے بیک منگوانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... تو پھر کیا وہ دھوکا تھا....؟ کوئی تیسری پارٹی بھی اس بیک میں دلچسپی لے سکتی ہے.... کیا اور کوئی اُسے اڑا لے گیا۔

حمد تیزی سے اٹھا لیکن ابھی دروازے کی طرف ہڑا بھی نہیں تھا کہ خود رجنی محبوط الحواس لوگوں کے سے انداز میں کمرے میں وا غل ہوئی۔

"میرا بیک....!" وہ حلق پھاڑ کر چینی.... اور پھر دروازے کی طرف ہڑی ایسا معلوم ہوا رہا تھا جیسے اس نے حمید کی طرف دیکھا ہے ہو۔

اب وہ میرن سے مخاطب تھی۔ "میرا بیک....! میرا بیک....!"

میرن نے حمید کی طرف دیکھا۔

"یہاں میرا بیک و وینیشی بیگ موجود تھا۔" حمید نے نیک لبھے میں کہا۔

"پھر.... وہ کہاں گیا....!" رجنی وحشیانہ انداز میں چینی۔

"کچھ دیر ہوئی ایک میل زس تھا رے حوالے سے اٹھا لے گیا۔ اس نے کہا کہ رجنی کو ہوش آگیا ہے.... اپنا وینیشی بیگ مانگ رہی ہے.... بس وہ لے گیا۔"

"یہ جھوٹ ہے....!" رجنی میرن کی طرف ہڑی۔ "کھلا ہوا جھوٹ۔"

"ہاں.... یہ تو ابھی ہوش میں آئی ہے۔" میرن مشکرانہ انداز میں بولی پھر چوک کر پوچھا۔

"تم اس کے لئے پریشان کیوں ہو۔ اس میں کیا تھا.... کوئی بڑی رقم....!"

"رقم.... نہیں.... ت..... تصوری.... وہ شرایبوں کے سے انداز میں جھکو لے لیتی ہوئی بولی۔ "پھاڑ.... مجھے بچاؤ سار جنت پلیز...." بیہوشی کا دوسرا احملہ۔

دوسری چھوٹ

حمد ایک بار پھر فریدی کے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔

صحیح کی پہلی کرنیں عمارت کی بالائی منزلوں پر رینگنے لگی تھیں۔

برآمدے میں پہنچ کر حمید نے رفقار کم کرو دی۔ اتنی احتیاط سے قدم اخمار ہاتھا کے پیروں کر چاپ قریب سے بھی نہ سکی جاسکی۔

کرے کا دروازہ بند تھا اور اندر سے آواز آرہی تھی۔ ”تمن بنا چار کی چو تھائی... تمن بنا چاپ کی چو تھائی...“

جگد لیش کی آواز پیچان لینے کے بعد حمید بدقت تمام اپنا قہقهہ روک سکا۔ پتہ نہیں اُس پر کہا گذری کہ وہ ”تمن بنا چار کی چو تھائی۔“ کا دلیفہ اتنی تیزی سے کئے جا رہا تھا۔ اُس نے ایک انگلی سے دروازے پر آہستہ آہستہ دستک دی۔ دروازہ ٹھوڑا سا کھلا اور نر کا سر باہر نکل آیا۔

”اوہ... سار جنٹ... ٹلیز... کسی طرح انپیٹر کی جان پھاٹیے۔“ زس نے آہستہ سے کہا۔ ”کیا مطلب....!“ حمید چونک کرائے گھومنے لگا۔

”وہ شاید آپ ہی کا کوئی پیغام لائے تھے... فریبی صاحب کو غصہ آگیا۔ بو لے کہ دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ اور جب تک مجھ سے کوئی جواب نہ ملے بلند آواز میں پیغام دہراتے رہو۔“

حمدی بے ساختہ ہنس پڑا لیکن زس اُسے اس طرح گھومنے لگی جیسے اُس کی ذہنی صحت مندی پر بھی شبہ کر رہی ہو۔

”مجھے اندر جانے دو.....“ حمید نے سنجیدگی اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”جی نہیں... معافی چاہتی ہوں جتاب انہوں نے کہا ہے کہ اب کسی کو بھی اندر نہ آنے دوں۔“ ”تو پھر جگد لیش کیسے باہر آئے گا۔“

”دیکھئے میں پھر کوشش کرتی ہوں....!“ زس نے کہا اور سر اندر کھیچ کر پھر دروازہ بند کر لیا۔ کچھ دیر بعد دروازہ پھر کھلا اور چشم زدن میں بند ہو گیا۔ جگد لیش حمید کے قریب کھڑا ہاپ رہا۔ ایسا لگا جیسے اُسے کرے سے دھکیل کر دروازہ بند کیا گیا ہو۔

”کیا ہوا....؟“ حمید نے بڑی صفائی سے قہقہہ ضبط کیا۔ جگد لیش نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔ بس ہانپا اور خواہ خواہ مکرا تارہا۔۔۔ جھپٹنی ہوئی۔

مکراہٹ بار بار ہوتوں پر نظر آتی اور اس طرح غائب ہو جاتی جیسے کسی آٹو یا کنٹ کنٹروں کی رہیں منت ہو۔۔۔ پھر یہ بیک وہ بالکل سنجیدہ نظر آنے لگا۔

”میباہات ہے.... تم بولتے کیوں نہیں۔“

”م نیکٹر صاحب کی ذہنی حالت...؟“ جگد لیش نے خشک ہوتوں پر زبان پھیر کر کہا۔ ”اوہ تو کیا... وہاب بھی سر سام کے زیر اڑیں۔“

”خداجانے.... لیکن.... اوہ تم خود سوچو....“ میں نے تمہارا پیغام اُن تک پہنچانے سے پہلے زس سے پوچھ لیا تھا۔ اُس نے بتایا کہ وہ ہوش میں ہیں اُن سے گفتگو کی جا سکے گی۔۔۔ میں نے تمہارا پیغام پہنچالا اسکا ایک دم بھڑک اٹھے۔۔۔ کہنے لگے دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ اور اس وقت تک پیغام دہراتے رہو جب تک کہ میں کوئی جواب نہ دوں۔۔۔ پون گھنٹہ ہو گیا۔۔۔ اب بتاؤ۔“

حمدی کے چہرے پر بھی تشویش کے آثار نظر آئے۔۔۔ وہ پھر دروازے کی طرف بڑھا اور دستک دی۔

”دفع ہو جاؤ۔“ اندر سے فریدی کی غراہٹ سنائی دی۔ ”چلے جاؤ ورنہ جان سے مار دوں گا۔“

حمدی پھر نیچے ہٹ آیا۔

”بب... بیچاری.... زس...!“ جگد لیش ہکلایا۔

”کیوں.... زس کو کیا ہوا....!“

”دم کھلا جا رہا ہے غریب کا.... مگر ڈیوٹی.... ڈیوٹی ہے۔“

”بیوٹی۔“ حمید نے پائیں آنکھ دبائی۔۔۔ پھر یہ بیک سنبھل کر بولا۔ ”چلو.... رجنی پھر بیہوش ہو گئی ہے۔“

ساتھ ہتھی اُسے بعد کی کہانی بھی دہرانی پڑی۔

”مم.... مگر.... وہی بیک میں تو کوئی الگی خاص چیز بھی نہیں تھی۔“ جگد لیش نے کہا۔ ”خداجانے....!“ حمید لاپرواںی سے بولا۔ وہ میڑن کے کرے کے قریب پہنچ چکے تھے۔

کرہ غالی نظر آیا۔۔۔ برآمدے میں ایک ٹوٹا لائف نے بتایا کہ وہ لوگ بیہوش رجنی کو آپریشن تھیز کی طرف لے گئے ہیں اور اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔

حمدی نے تیزی سے قدم بڑھائے اور پھر دوڑنے لگا۔ وہ آپریشن تھیز کی طرف جا رہا تھا۔
”ٹھہر تو... سن تو سکی۔“ جلدیش نے آواز دی لیکن رکنا تو رکنا حمید نے مژ کر دیکھا
سک نہیں۔

آپریشن تھیز والے برآمدے میں میرن بے مذہبیز ہوئی۔

”اوہ سار جنٹ... خدا اُسے زندہ رکے میرا خیال ہے کہ بین کی کوئی رگ پھٹ گئی ہے۔“
میرن نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ ”وہ بہت زیادہ مضطرب نظر آ رہی تھی۔“

”پھر...!“

”ڈاکٹر بنرجی اُسے دیکھ رہے ہیں۔“

”آپریشن...!“

”فوری طور پر نامکن ہے۔“

حمدی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔ اُس نے جیب میں پڑے ہوئے
خت سے پیکٹ کو ٹوٹا اور پھر جلدیش کو گھوننے لگا۔

”کتنے میں نہ اس وقت ڈیوبنی پر ہیں...“ تھوڑی دیر بعد اُس نے میرن سے پوچھا۔

”رجسٹر دیکھ کر بتا سکوں گی۔“

ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ تمام میں نہ بھی طلب کرنے گئے جو رات کی ڈیوبنی ختم کر کے اپنے
کوارٹر زیب ارام کر رہے تھے.... لیکن حمید کو وہ آدمی نہ مل سکا جو رجنی کا وہی بیگ لے گیا تھا۔

یہرہ پیکٹ حمید کے ذہن میں نہی طرح چھینے لگا.... اُس کا اندازہ تھا کہ اُس میں کچھ رنگیں
لگافے اور تماد پر ہیں.... جن کے گوشے پھٹے ہوئے پیکٹ سے جھانکتے نظر آئے تھے۔

فریدی کا رویہ سمجھ سے باہر تھا۔ وہ فیصلہ نہ کر سکا کہ اسے کیا سمجھا جائے۔

اب تو بھوک اور نیند کی وجہ سے حالت غیر ہونے لگی تھی.... اُس نے سوچا کہک عیا
چاہئے.... لیکن فریدی.... اور رجنی تواب بھی یہوش پڑی تھی۔

ماہرین کی رائے تھی کہ فوری طور پر آپریشن خطناک ثابت ہو گا اس لئے وہ آپریشن تھیز
سے باہر نہ لائی گئی۔

کچھ دیر بعد فریدی پر بھی ماہرین کی ایک ٹیم جمک پڑی.... لیکن حمید ان کا فیصلہ سننے کے

لئے وہاں نہ ٹھہر سکا۔ بھوک نیند اور جیب میں پڑے ہوئے پیکٹ نے اُسے کوئی کی راہ لینے پر
محور کر دی۔ سب سے زیادہ اضطراب پیکٹ سے متعلق تھا.... آخر کیا تھا اس میں؟
بھوک کی شدت نے اُسے آر لکچوکی کپاڈ ٹھیں رکنے پر مجبور کر دیا۔

کیڈی سے اُٹا اور جنی کے متعلق تازہ ترین اطلاعات چاہتا تھا۔
فریدی اور جنی کے متعلق تازہ ترین اطلاعات چاہتا تھا۔

رجنی اب بھی یہوش تھی اور فریدی کا بخار ہلاک تھا لیکن ذہنی کیفیت اعتدال پر نہیں آئی
تھی۔ حمید نے ریسیور کھکھلایا۔

بھوک کی شدت میں اکثر پہلا ہی نوالہ ذہن پر کچھ ایسے ناگوار اثرات مردم کرتا ہے کہ
کھانے سے توبہ ہی کرتے ہیں پڑتی ہے.... حمید نے بھی سلاگس رکھ دیا اور فی الحال صرف چائے
پرتالے کی کوشش کی.... وہ جانتا تھا کہ شاکر دن میں سوتا بھی نصیب نہ ہو۔ اس لئے مدد کے کو
جتنا ہلاک کھا جائے اتنا ہی بہتر ہو گا۔

چائے کی دوپیالیاں حلق میں اٹھیں کر اُس نے کوٹ کی اندر وہی جیب ٹھوٹی۔

کہاں دیکھا جائے اسے؟.... اُس نے سوچا۔ گھر تک پہنچنے میں تقریباً میں منٹ صرف
ہوتے.... اور یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ آر لکچوک سے نکلتے ہی وہ گھر کی طرف روانہ ہو جاتا۔
تھوڑی دیر تباکو نوشی کے بعد وہ اٹھا اور سیدھا حاشیل خانوں والی لاکین کی طرف چلا گیا۔....
تصویر یہ...؟ کیسی تصویر ہو گی.... وہ سوچ رہا تھا۔

باتھر وہم کا دروازہ بہت احتیاط سے بند کیا۔ سوچ آن کر کے بلب روشن کیا.... اور جیب
سے پیکٹ نکال کر تھکرانہ انداز میں اُسے التاپٹا تھا۔ پھر فٹہ کھون لئے لگا۔

”اوہ...!“ اُس کے ہونٹوں نے تنگ سادا ترہ بیٹلا۔.... تصویر یہ...؟ مگر تصویر کیوں؟

وہ تو درجنوں تصویریں تھیں.... مختلف افراد کی....

عورتیں.... مرد اور بچے.... بھتیرے کارڈوں پر صرف مناظر تھے ایک بھی ایسی تصویر نہ
دکھائی دی جسے وہ کسی قسم کی اہمیت دے سکتا۔

پیکٹ دوبارہ باندھ کر جیب میں ٹھونستا ہوا باتھر وہم سے نکل آیا۔ اُس کے ہونٹوں کے کھنچاؤ
سے میزاری مترش تھی۔ پھر گھر پہنچنے پہنچنے اُسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے پلکیں متور ہو گئی

ای لئے نکالی گئی تھی کہ وہ سڑک سے جانے کی بجائے مختصر ترین راستہ اختیار کریں۔ لیکن منزل مقود ملک پہنچنے سے قبل ہی سورج غروب ہو گیا۔

”یا ممیت ہے۔“ کچھ دیر بعد حمید بڑا ہوا۔ ”لیکن ہم راستہ بھٹک گئے ہیں۔“
”میں بھی یہی سورج رہا ہوں۔“

”سورج رہے ہو۔“ وہ اپری ہوت بھیجنگ کر بولا۔ ”اور یہ جیپ تمہارے خیالات کی پابندی ہے؟“
”یار سمجھ میں نہیں آتا کہ تم چیزے لوگ اس عکس کا رخ کیوں کرتے ہیں۔“
”اے تو مجھے کیوں کھانے دوڑتے ہو.... اسٹریکٹ تمہارے ہاتھ میں ہے یا میرے۔“
”غلادیجار ہے تھے تو تو کنا چاہئے تھا مادھوی....!“

”انتے عکسند آدمی کو نوکنا بھی حماحت ہے۔“ جگد لیش بھی شانک تفریخ کے مودیں تھا۔
”اللیت....!“ حمید ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑا ہوا۔ پھر جلا کر بولا۔ ”پہ نہیں ہم کدھر بدار ہے یہا۔“

”میرا خیال ہے کہ لیڈر فیکٹری دور نہیں ہے.... کیا تم ایک خاص قسم کی بو نہیں محسوس کر رہے....!“

”آتی تیز بور کھنے والوں کے گلے میں پہنچ نظر آتا ہے اور وہ باندھ کر رکھے جاتے ہیں۔“ حمید نے جلے بننے لجھ میں کہا۔

”فلکرہ کرو.... اس راستے پر گازی لگائے رکھو.... پہنچن گے ضرور۔“ جگد لیش اس کی جلاہٹ سے لطف انداز ہو رہا تھا۔

راستہ کچا تھا جس پر بیل گازیوں کے پیوں کے گھرے نشانات شے اور دونوں طرف اوپنجی اوپنجی کھائیوں پر سرکنڈے کی جھاڑیاں تھیں۔

وفتا بائیں جانب سے کسی سیاہ ہی چیز نے جیپ پر چھلانگ لگائی اور ٹھیک پچھلی نشست پر آئی۔ اور دونوں فولادی پنج ان دونوں کے گردنوں میں پوست ہو گئے۔

”گازی روکو....!“ پہ نہیں آدمی کی آواز تھی یا کسی چیز کی غراہت.... حمید نے یکخت گازی روک دی۔ لیکن انہیں نہیں بند کیا۔

پھر یک بیک اس نے دیکھا کہ جگد لیش اپنی سیست سے اچھل کر دیکھیں جانب والی جھاڑیوں میں

ہوں۔ آنکھوں میں شدید قسم کی جلن موجود تھی۔

چار بجے شام تک اس کی خواب گاہ میں خدائی گنجتے رہے اور خدائی بھی ایسے کہ دروازہ پیٹے جانے کا شور بھی ان میں مدغم ہو کر رہ جاتا۔ بھلا پھر آنکھ کیسے کھلتی۔ ملاز ملوں کو دانتوں پسند آگیا تھا اور جگد لیش ان کے سروں پر مسلط تھا.... بدقت تمام حمید جاگا.... اور اچھی طرح ہوش تھے۔ اس کا غیال تھا کہ وہ خطرے سے باہر تھی۔ آپریشن ہو جانے کے بعد ڈاکٹر مطمئن بیویٹ کی حالت میں اُسے خون کی تے ہوئی اور پھر اس نے دم توڑ دیا۔
ن ماہرین اس پر متفق ہیں کہ حقیقتاً اس کی موت کی قسم کے زہر سے واقع ہوئی ہے۔“
جگد لیش نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”میں نہیں سمجھا۔“ حمید نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیبر کر کہا۔
”آپریشن کے بعد ہی زہر اجٹ کیا گیا تھا....!“

”پوست مارٹم کی رپورٹ ہے؟“ حمید نے پوچھا۔
”نہیں.... ابھی پوست مارٹم نہیں ہوا۔ لیکن زہر کی ساری علامات موجود ہیں۔“

”ہور....!“ حمید کسی سورج میں پڑ گیا۔ جگد لیش اُسے اپنے ساتھ باہر لے جانا چاہتا تھا۔
کشٹر کوارٹر کے اخہاروں میں مکان ملک جہاں پچھلی رات ایک دردناک قتل ہوا تھا۔
تحوڑی بھی دیر بعد ان کی جیپ سڑک پر نظر آئی۔

”کیا جنی کی موت....!“ جگد لیش نے کچھ کہنا چاہا لیکن حمید نے جملہ پورانہ کرنے دیا۔
”میری سنو....!“ وہ سامنے نظر جائے ہوئے بولा۔ ”فریدی صاحب اب کس حال میں ہیں۔“

”وہا بھی تک مجھے نہیں پہچان سکے۔“ جگد لیش نے طویل سانس لی۔
”بخارا....!“

”بخار قطعی نہیں ہے....!“
میں نہیں سمجھ سکتا کیا چکر ہے...“ حمید بڑا ہوا۔ ”پچھلی رات تو سر سائی کیفیت کے دران میں بندیاں بھی بے ربط نہیں تھا۔ اب کیا ہوا۔“
جگد لیش کچھ نہ بول۔ جیپ پر نسلن کے علاقے میں فرائی بھر رہی تھی۔ اس وقت جیپ غالباً

جیپ کی پشت پر پہنچ کر اُس نے اندر میرے میں آنکھیں چمڑیں۔ اسٹریگ پر ایک گھبرا سانظر جاگرا۔
آیا..... یے حس و حرکت.... البتہ گھری گھری سانسوں کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔
پھر جب سے سکریٹ لاسٹر نکالنا پڑا.... کیونکہ چھوٹی نارنج اُس اچھل کو دوڑان کہنی
کر رہی تھی۔

جید اسٹریگ پر ڈھیر تھا.... اُس نے اُسے ہلا جلا کر آوازیں دیں....
جید نے سر اٹھایا.... آنکھیں حلقوں سے اٹلی پڑھی تھیں.... انگاروں کی طرح دکھتی ہوئی۔
”مجھے ہسپتال لے چلو....!“ اُس نے کہا۔

”اُس نے کیا.... کیا....؟“

”بُوْمَت....!“ جید حلنچ پچاڑ کر چیند ”اسٹریگ کرو....!“
”کہاں.... چلو گے۔“

”جہنم میں....!“ جید آگے پیچھے جھولتا ہوا بولا۔ ”کیونکہ وہاں والد صاحب سے ملاقات نہ
ہو سکے گی۔ بہت زیادی آدمی ہیں....!“
”کوارٹر نمبر اٹھارہ....!“

”وس آٹھ.... اٹھارہ.... وس نو اٹھیں.... وس دہائیں.... دہائیں.... دہائیں....!“
اُس کی گردن پشت گاہ پر ڈھلک گئی.... یہوش ہو چکا تھا۔

واپسی

جگد لیش نبڑی طرح بوکھلا گیا تھا۔ بمشکل تمام اُس نے جید کو پچھلی سیٹ پر ڈالا اور لاسٹر جلا کر
یہوشی کی وجہ دریافت کرنے کی کوشش کی۔ لیکن کامیابی کیوں نکر ہوتی۔ گردن پر زخم تو نہیں تھے
ایک بار پھر اُسے پولیس ہسپتال کا رخ کرتا پڑا۔ یہ اور بات ہے کہ کپاٹن میں داخل ہوتے
ہیں جید پوری طرح ہوش میں آگیا ہو۔

”کہاں لے آئے....!“ اُس نے کہنی کے مل اشتنے ہوئے پوچھا۔
”ہسپتال....!“ جگد لیش خوش ہو کر بولا۔

جاگرا۔

”خبردار.... جہاں ہو ویں ٹھہرو۔“ میرے ہاتھ میں ریو اور ہے.... اور اُس کا رخ
تھہاری ہی طرف ہے۔ ”غراہٹ نما آواز پھر جید کے کانوں سے نکرانی غالباً حملہ آور نے
جگد لیش کو مخاطب کیا تھا۔ اُس کا داہنا ہاتھ تواب بھی جید کی گردن ہی پر تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا
جیسے فولادی انکیاں گوشت اور پٹھوں کو چھیدتی ہوئی گردن کی ہڈی تک پہنچ جائیں گی۔

دوسری طرف جگد لیش سوچ رہا تھا خود اُس کے ہو ستر میں ریو اور تو موجود ہے.... لیکن وہ
کرے گا کیا؟.... اگر فائز کرے تو ہو سکتا ہے کہ جید ہی کے گولی لگ جائے.... اندر میرے میں
دونوں کے درمیان فرق کرنا برا مشکل کام تھا۔

پھر یک نیک وہ مجسم جلاہٹ بن گیا۔ نبڑی طرح تاؤ آیا حملہ اور پر کیونکہ اُس نے اُسے
ایک ہلکے ہلکے پیچ کی طرح جیپ سے اچھاں کر پھیکا تھا۔ اگر ذرہ برابر بھی مزاحمت کرتا تو اُس
وقت شاند گردن شانوں پر موجود نہ ہوتی۔ حملہ آور کی گرفت اتنی ہی مضبوط تھی۔
اوہر جید نے چاہا تھا کہ اسٹریگ سے ہاتھ ہٹانے دفعتاً حملہ آور غرایا۔

”نہیں.... دونوں ہاتھ اسٹریگ پر رکھو.... ورنہ ختم ہی کر دوں گا۔“

ساتھ ہی گردن پر اُس کی گرفت کچھ اور تک ہو گئی۔ جید نے محسوس کیا کہ اُس کی دھمکی
غلط نہیں ہو سکتی۔ دم گھٹ جانے میں کوئی کسر یا قاتم نہ رہے گی۔

پھر اُس کی کوٹ کی اندر ورنی جیب میں تصویریوں کا پیکٹ اس طرح غائب ہو گیا جیسے خود اُسی
کے پر لگ گئے ہوں۔

داہنی جانب کی جھاڑیوں میں زور دار قسم کی کھڑک ٹھراہٹ ہوئی۔ حملہ آور ایک ہی جست میں
اور پہنچ کر غائب ہو چکا تھا۔

جید کا سر اسٹریگ سے اس طرح نکلایا کہ پھر نہ اٹھ سکا۔ کہیاں سننا رہی تھیں۔ ایسا لگ
رہا تھا جیسے اب وہ اپنے بیوروں پر کھڑا ہی عایا ہو سکے گا۔ پہنچ نہیں اُس گرفت نے کون سی رگیں بھی
ڈالی تھیں....

دوسری طرف جگد لیش ان حالات سے بے خرز میں سے چکا ہوا کسی تیندوے کی طرح
آہستہ آہستہ کھائی سے پیچے اتر رہا تھا۔

چھیرتی ہے توہائے.... ارے میں تو پچھلے سال بھی سازھے تین مہینے تک اُس پر عاشق رہا تھا۔
”ید تھمارے عشق میری سمجھ میں نہیں آتے۔“

”اپنے ہی کب آتے ہیں اتم کہتے ہو کہ تمہیں اپنی سالی سے عشق ہے....!“

”میا بکتے ہو....!“ جگد لیش جھنجھلا گیا۔

”اچھا تو پھر.... مجھے ہی ہو گا۔“

”مگری سے نیچے بھیک دوں گا۔“

”ہوش کرو.... اور اپنی سالی کارڈ تو زدو.... آف فوہ.... یہ سالی بھی کیا چیز ہوتی ہے۔“

”شہر تو سالی بتاتا ہوں....؟ مگر ایک بات ہے پیارے.... سالی اگر کالی نہ ہو تو اسے سالی

بھجننے کوئی نہیں چاہتا.... سالی.... کالی.... گالی.... اور اُس کے بعد مولانا حافظی

بجے سر پر طبلہ تو میسٹنے سے اُنکے“

”جب میں بوتل بھی تھی کیا....؟“ جگد لیش نے جیرت سے کہا۔ ”نش میں ہو؟“

”کسی کی بھی سالی ہو میرے لئے بے حد نہ آور ہوتی ہے.... اس لئے دوچار سالیوں کے پتے لکھوادو.... اپنی پاپ انی کی قید نہیں۔“

”حمد بھائی اب پت جاؤ گے۔“

اور حمید نے مونج میں آکر انٹش نون میں کانٹا شروع کر دیا۔

”میلی رون.... میلی رون....!“

کتابیز اے ڈرائی بون

میلی رون....! ای او....! ای او ای

میں دکھا کتے سے بھی بدتر....

کبھی مجھے اک اداں خپڑ

وہاٹ آہیڑی یو یو شوون

فارمی رون

ای او ای....! ای او ای....! ای او“

جگد لیش قیستہ لگا تارہ۔ حمید اُن ناخوٹگوار اثرات سے پچھا چڑرا چاہتا تھا جو پچھلی رات سے

”گدھے ہو.... نیا گرائے چلو.... آن دہاں کا کھرے ہے۔“

”کیا مصیبت ہے....؟“ جگد لیش ہوتؤں میں بڑھا۔

”کھرے مصیبت ہے.... کیوں....؟“ حمید غرایا۔

”ابھی تو مر رہے تھے.... اور اب کھرے....!“ جگد لیش جھنجھلا گیا۔

”چلو پارٹی پاؤں گا.... بھوک کھل جائے گی....!“ حمید نے نرم لبھ میں کہا۔

”گدھے ہو.... مجھے انپکٹر صاحب کی فکر ہے۔“

”کسی پاگل کی فکر میں مرے تو اگلے جنم میں پاگل کتابندیے جاؤ گے۔“

”تمہیں پرواہ نہیں ہے۔“

”مجھے ایسے آدمیوں سے ذرہ برابر دُجپی نہیں جو سر سام کی حالت میں ڈھنک کی باطنی رہیں اور نارمل کنڈیشن میں کائٹے دوڑیں۔“

”چلو.... کم از کم.... خیریت تو دریافت ہی کر لیں۔“ جگد لیش نے نزدی سے کہا۔ کھرے کے ہام پر خود اُس کے دل میں بھی گد گدیاں سی ہوا تھی خیں.... پھر خیریت بھی دریافت ہو گئی.... اور اسکی کہ حمید بائیں ناگ پر ناج کر گیا۔

ڈیوٹی ڈاکٹرنے بتایا۔ ”وہ سر شام ہی گھر چلے گئے.... بالکل ٹھیک تھے۔ ہم نے ٹیکسی مٹکوان چاہی تھی.... لیکن انہوں نے کہا ضرورت نہیں.... شہماں ہو انکل جاؤں گا۔“

”ستانم نے....!“ حمید نے اتنی اوپری آواز میں کہا جیسے جگد لیش بہرہ ہو۔

اور پھر وہ سچ یا کہہ کی طرف رو انہ ہو گئے تھے۔ دونوں کی گرد نیس نری طرح دکھ رکھنے تھیں۔ جگد لیش کو حملہ آور پھر تاؤ آسکی تھا اور حمید سوچ رہا تھا کہ آخر کار پیکٹ ہاتھ سے نکل ہی گیا.... رجنی کی موت اور نمبر اٹھارہ کے قتل کا تعلق کسی حد تک واضح ہو ہی گیا تھا۔

”آخر حملہ آور تھا کوں.... مقصد کیا تھا....!“ دفتار جگد لیش نے پوچھا۔

”ہمارا ایک بہت بڑا ہمدرد جو ہمیں ان الجھیروں سے نجات ولانا چاہتا تھا مگر بد نصیبی کہیں بھی ساتھ نہیں چھوڑتی.... ایسی بھی کیا سخت جانی.... آف فوہ! خیر نالو.... ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ یہ اجمنی پارٹی بڑی شاندار ہے.... پچھلے سال بھی آئی تھی۔ اس میں ایک لوکی میلی رون ہے.... آر کشڑا کے ساتھ گاتی ہے.... جب والوں کی موسمی یہ کوئی اشارہ لاست سیرے نہیں

اس وقت تک اُس کے ذہن پر مر تم ہوتے رہے تھے۔

نیا گرد کے ڈائینگ ہال میں ٹل رکھنے کی بھی جگہ نہ دکھائی دی۔

یہاں کی میزوں کی بینگ دن ہی دن ہو جاتی تھی.... اور نصوصیت سے جب کوئی اچھی

پروگرام ہو تو تین چار دن پہلے بینگ کرائے بغیر مناسب جگہ نہیں ملتی تھی۔

اگروری بو تھے ہی سے انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ کہرے ڈر میں جگہ نہ مل سکے گی۔

جگد لش نے اس ناکامی پر طڑا کھا۔ واقعی بڑے باڑ آدمی ہو....!

اور حمید کو باقاعدہ طور پر تاؤ آگیا... کہنے لگا۔ "اچھا ٹھہر دیکھو... اڑ بھی دیکھو... بتا جا کہاں پہنچو گے۔"

"فرشت رو....!"

"یہیں ٹھہر دے....!" کہتا ہوا اس راہداری میں مزگیا جہاں فیجر کا کرہ تھا۔

جگد لش نے بُرا سامنہ بنا کر سر کو جبش دی اور بو تھے کے کاڈنر سے کر لگا کر کھڑا ہو گیا۔

تقریباً اس منٹ بعد حمید کی واپسی ہوئی۔ لیکن موڑ بہت زیادہ خراب معلوم ہو رہا تھا۔

"کیوں کیا ہوا....؟" جگد لش کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ نظر آئی۔

"ا بھی تو کچھ بھی نہیں ہوا لیکن اب کچھ نہ پکھ ضرور ہو جائے گا۔"

"فیجر پر رعب نہیں پڑا شایدی....!"

"خدا کی قسم شدت سے بور ہوں.... بکواس مت کرو۔"

جگد لش نے لاپرواپی سے شافوں کو جبش دی اور حمید کے پیچے چلا رہا۔ لیکن جب وہ باہر

جانے لگا تو جگد لش نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "ٹھہر و... اب میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ

میں کتنا بے اثر ہوں۔"

"خود ہی دیکھو....!" حمید جھلا کر مژا۔ "مجھے تو ملک الموت نے آواز دی ہے۔"

"پکھ کو بھی تو....!"

جیسے ہی میں نے فیجر کو اپنا وزینگ کارڈ دیا دیکھتے ہی اچھل پڑا اور بے حد مسرور ہو کر بولا۔

"آپ نے بڑی مشکل آسان کر دی.... بھلامیں آپ کو کہاں ڈھونڈتا پھرتا۔"

"ماں لگ سشم یہاں ختم کر دیا گیا ہے.... ہاں تو جناب آپ کے لئے آپ کے آفسر کا پیغام

ہے.... فوراً گوئی پہنچئے۔"

"مچھی بات ہے۔" جگد لش نے طویل سانس لی۔ "جاوہ بھتی۔ میں لیکسی سے آجائوں گا۔"

"ہیا....؟" حمید نے آنکھیں نکالیں.... "تم ہوش میں ہو یا نہیں۔ یعنی تم یہاں عشق کرو

سے.... اور میں....!"

"آہستہ ہو لو یا رہ....!" جگد لش چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "بب بات دراصل یہ ہے کہ

یعنی کہ....!"

"ایٹھ....?" حمید مسکرا لیا۔ "میں دس عدد آنکھیں رکھتا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ یہاں

تمہیں کچھ دیر پہلے تا نظر آئی تھی۔"

"مارڈا لالا....!" جگد لش کے حلق سے کراہی نکل۔

"اور وہ اس وقت اپنے انکل کی بجائے کسی ایسے آدمی کے ساتھ تھی جسے تم کہنے تو ز نظر وہ

سے دیکھتے ہو۔"

"اس نے مجھ پر رحم کر دی۔" جگد لش کھھا صیالا۔

"ہوں....!" حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "اچھی بات ہے! لیکن یاد رہے کہ تم

آن رات کے واقعہ کا تذکرہ کسی سے بھی نہیں کرو گے۔"

"نہیں یاد رے بھائی ہرگز نہیں...." جگد لش اعتمانہ اداز میں چکا۔ "مجھے تو اٹھا کر بھیک دیا

تھا سالے نے.... یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔"

"جاوہ.... تاحافظ....!" حمید تیری سے پوری کی طرف مڑ گیا۔

جیپ جو آندھی اور طوفان کی طرح شہر کی جانب روانہ ہوئی تھی ٹھیک سولہویں منٹ پر

کوئی کی کپڑا نہیں نظر آئی۔

فریدی بیر ونی برآمدے ہی میں ملا اور اور کوٹ میں تھا۔ سر کی پشت پر جبی ہوئی فلک سے

ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ابھی باہر سے واپس آیا ہے۔

"تمہارا چہرہ اتر ہوا ہے...." فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔

"ٹو سے نہیں جیپ سے اترا ہے.... اس لئے فکر نہ کیجئے۔" حمید نے لاپرواپی سے کہا۔

"بیٹھ جاؤ....!" فریدی نے سامنے والی آرام کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

”کل پھر نہ گزرے گا..... لہذا آج ہی تصویر کھوچ کر رکھ لجئے....!“ حمید کو غصہ آگیا۔

”تم دونوں نے اس کا اندر اج روز ناچوں میں کیا یا نہیں۔“

”میں تو اس وقت بھی کر سکتا ہوں لیکن وہ لتا پے میں تماچہ کر رہا ہو گا۔“

”کیا بک رہے ہو.... اُسے فور ایساں بلاو۔“

”مشکل ہے! ایسا گھروں والوں نے یہاں سے کانگ کا سشم ختم کر دیا ہے۔“

”اس وقت وہ اپنا اصول توڑنے پر بجبور ہوں گے.... میں نیبھ کر رنگ کرتا ہوں۔“ فریدی

اٹھ کر اندر چلا گیا اور حمید و میں بیٹھا رہا۔

دوس منٹ گزر گئے.... اور حمید اوٹ گھنٹے لگا.... نیند پوری نہیں ہوئی تھی اس لئے سردی کے

باوجود بھی آٹھ لگ گئی۔

پھر شام کے فریدی کے جھنجور نے ہی پر اٹھا تھا.... بوکھلا کر گھڑی دیکھی تب اُسے معلوم ہوا

کہ وہ تقریباً پون گھنٹے تک آرام کر سی ہی میں پر اسٹارہا ہے۔

”رمیش نے اپنی روپورث درج کر دی ہے.... اب تم لکھو۔“ فریدی نے کہا۔

”خدا سمجھے۔“ حمید آنکھیں ملتا ہوا بڑا بڑا اور پھر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ چہرے کے قریب گرم

گرم بھاپ محسوس ہوئی۔

کافی کا پیالہ فریدی نے اس انداز میں بڑھایا تھا جیسے ہونٹوں ہی سے لگا دے گا۔

”جلاءہت کے باوجود بھی شکریہ۔“ حمید کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہت نظر آئی۔

کافی سے بڑا سکون ملا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کسی نے ساری جسمانی اور ذہنی تھکن

نچوڑی ہو۔

فریدی بڑا رہا تھا۔ ”اب ان جرام کم پیشہ لوگوں کو اتنی جرأت ہونے لگی ہے کہ ہم پر اس۔

طرح حلکے کر سکیں.... میرا دل چاہتا ہے کہ تم دونوں کو گولی مار دوں، وہ تھا تھا.... اگر تم

چاہتے....؟“

”پلیز....!“ حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”زندگی میرے لئے ایک سکھلوٹا ہی لیکن اندر ہیرے سے

آئے ہوئے تیر کا رخ کون موڑ سکا ہے۔“

”کسی قدر ڈکلاں اس لفڑ کام کمالہ....!“ فریدی نے نہ اسامنہ بنایا۔

”ہاں.... ہاں....!“

”آدمیوں کی طرح بات کرو.... میں بھجن میں ہوں....!“

”ہونا بھی چاہئے.... میں یہاں آپ کیلئے کوئی ایسی زس ہیاں کر سکوں گا جو آپ کیسا تر کرے میں بند ہو سکے.... خدار حم کرے میرے حال پر.... لیکن یہ تو ہاتا یہے جتاب یہ آپ ا دورہ اتنی جلدی کیوں مفقود ہو گیا۔ وہ زس بچاری اپنی زندگی میں غادے سی محسوس کرنے لگی ہے۔“

”بکواس بند کرو....!“ فریدی کے لبجھ میں جلاہٹ تھی۔ ”وہ تصویر مجھے دو۔“

”تو نی تصویر....!“

”جور جنی کے بیگ سے نکالی تھی۔“

”اڑتی پڑتی سن لی ہو گی....!“ حمید نے نہ اسامنہ بنا کر کہا۔ ”آپ کی احلاع کے لئے عرف ہے کہ ایک تصویر نہیں درجنوں تھیں اس میں۔“

”جکدیش کو تم نے غالباً اسی لئے میرے پاس بھجا تھا کہ دینی بیک پر ہاتھ صاف کر سکو....!“ فریدی مسکرا یا۔

”آپ کا خیال غلط نہیں ہے۔“

”پھر میں کیوں نہ اُسے روکے رکھتا۔“

”حمد اچھل پڑا اور اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے گھوڑے کا جیسے وہ اپنوز اکی فلاسفی اظہار خیال کرتے ہوئے اچانک دادرہ الائپنے لگا ہو۔

”ہوں.... تصویریں نکالو....!“ فریدی نے سگار کیس سے ایک سگار منتخب کرتے ہوئے کہا۔

”حمد کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا جواب دے.... فریدی تھی سے باز پر س کرتا آخر کم بھی کیا تھی تصویریں جیب میں لے پھرلنے کی.... کسی حادث سرزد ہوئی تھی....؟ شام کا

جکدیش کے ساتھ روانگی سے پہلے اُس نے تصویریں کا پیکٹ رکھنے کے لئے جوری کھانا تھی.... پیکٹ رکھا تھا.... اور پھر نکال کر کوٹ کی اندر وہی جیب میں رکھ لیا تھا.... کس خیال کے ماتحت یہ حرکت سرزد ہوئی تھی.... اس وقت اُسے یاد نہ آیا۔

”بجور افریدی سے سب کچھ بتا دیا ہی پڑا۔“

”تم سے بڑا گدھ آج تک میری نظر دوں سے نہیں گزر۔“ فریدی غریباً۔

”ختم کجھے ورنہ میرے دماغ کی شریانیں بھی پھٹ جائیں گی۔“ حید نے کچھ سوچتے ہوئے معبود... آدمی کب تک درندہ رہے گا۔“ کہا۔ ”آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا تھا کہ میں نیا گرد میں طلوں گا۔“ ”پچھلے سال بھی میلی رون کے عشق میں بتارہ چکے ہو... سب سے پہلے نیا گرد کے اشٹہری پر نظر پڑی ہو گی۔“

آواز کی شناخت

دوسرے درجہ کی ریاستوں میں رتن پور کار قبیلہ سب سے زیادہ تھا۔ لیکن تقریباً دو تھائی حصہ ریگستانوں کی نظر ہو گیا تھا۔ پھر ایک تھائی حصہ جنت نظیر کیوں نہ ہوتا۔۔۔ ریگستان بھی بے معرف نہیں تھے اُنکے بعض حصوں سے شورے اور سوڈا کا سٹک کی وافر مقدار دستیاب ہوتی تھی۔ ریاست کا سابقہ حکمران بہت پڑھا لکھا اور بالسلیقہ آدمی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ عوام کی گاڑھی مشقت کی کمائی کا مصرف کیا ہوتا چاہے۔

ریگستانوں سے حاصل کی ہوئی دولت ریگستانوں ہی پر صرف ہوتی۔۔۔ نخلستانوں کو بہت زیادہ کار آمد بنانے کی کوشش کی جاتی۔

حید سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ رتن پور اتنی ولچپ بجھے ہو گی۔۔۔ فلیٹی یہاں کا سب سے زیادہ شاندار ہوٹل تھا۔۔۔ اور اُس سے بھی زیادہ شاندار بات یہ تھی کہ حید کو یہاں صرف قائم کرنا تھا۔۔۔ یعنی فی الحال کوئی کام بھی نہیں پسرو دیا گیا تھا۔۔۔ فریدی کی پڑاوت کے مطابق وہ رتن پور آیا تھا اور ریلوے اسٹیشن ہی پر فلیٹی کے ایک نمائندے نے اُس کی ذمہ داریاں خود سمیت لی تھیں۔ غاراً فریدی نے پہلے ہی فلیٹی والوں کو مطلع کر دیا تھا۔

”فلیٹی.... فلیٹی۔“ وہ ہوٹل میں قدم رکھتے ہی بربور یا تھا۔ ”مجھے علم نہیں تھا کہ تم بھی مجھ سے صرف سلاہ ہے تین سو میل کے فاصلے پر واقع ہو۔۔۔ اب میں اکثر تمہارے رش کیا کروں گا۔“

تین مرلیں میل کا علاقہ فلیٹی ہی کی ملکیت تھا۔۔۔ تین مرلیں میل میں چاروں طرف باغات ہی باغات بکھرے ہوئے تھے۔۔۔ اور وسط میں یہ چھ منزلہ عمارت تھی۔

حید نے پہلی رات تو پانچویں منزل پر پہنچنے کے لئے لفت استعمال کی تھی لیکن دوسرا صبح جب زندگی پر بے شمار ہراتے ہوئے آپنی نظر آئے تو اُس نے لفت پر لفت بھیج دی اور سوچنے لگا کہ چیزوں کو زیادہ سے زیادہ تکلیف دینا صحت کے لئے بے حد مفید ہے۔

آج فرست فلور پر چار بجے اسکیلک کا پروگرام تھا۔ حید سارہ ہے تین ہی بجے اپنے کمرے

”ہوں.... خیر.... کیا دوسرا کپ بھی مل سکے گا۔“

”لمبی مدد آپ کرو۔۔۔“ فریدی نے ٹرالی کی طرف اشارہ کیا۔

”خیر.... خیر.... لیکن شہد کی بھی سے کب تک محروم ہوں گا۔“

”اُبھی تماوں گا کیونکہ تمہیں صبح کی گاڑی سے رتن پور پہنچتا ہے۔“

”رتن پور....!“ حید ٹرالی کے قریب رک کر مڑا۔

”ہنی گلکھر س سندھیکیٹ کا ہیئت آفس ویس ہے۔۔۔!“

”لیکن بات تو کوارٹر نمبر اخبارہ کی تھی۔۔۔!“

”اب بھی ہے۔۔۔ موت کے فرشتے نے وہاں تک رہنمائی نہیں کی تھی۔ زام گذھ میں جس آدمی کا تعاقب کیا تھا وہ شہد کی بھی ہی والی تنظیم سے تعلق رکھتا تھا۔ اُس کے ذریعہ دوچار مزید مجرموں سے روشنائی ہوئی تھی۔ راجروپ مگر تک اُن کا تعاقب کرتا ہوا آیا تھا۔ اور وہی یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ وہ کوارٹر نمبر اخبارہ کے کسی لکین پر کسی سلسلے میں تعدد کرنا چاہتے ہیں۔“

حید کافی کا پیالہ سنبھالے ہوئے پھر آرام گری کی طرف پلٹ آیا تھا۔ دو تین چکیاں لے کر بولا۔ ”رجنی اُس عورت کو جانتی تھی دیکھئے۔۔۔ مجھے اس کے الفاظ اچھی طرح یاد ہیں۔۔۔ تصویری۔۔۔ تصویری۔۔۔ سارہ جنت۔۔۔ مجھے بچاؤ۔۔۔ قتل۔۔۔!“

”ممکن ہے کہ اُس کے پاس کوئی نہیں تصویر رہی ہو ہے کوارٹر نمبر اخبارہ والی عورت کے پاس ہوتا چاہئے تھا۔۔۔ کیا تم نے نہیں دیکھا تھا کہ مقتولہ کے کمرے میں کتنی ابرتی تھی۔۔۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انہیں کسی چیز کی تلاش رہی ہو۔۔۔ اور۔۔۔ وہ۔۔۔ اوہ۔۔۔!“

”وہ خاموش ہو گیا۔۔۔ نہ جھکنے والی آنکھیں باہر اندر ہرے میں گھور رہی تھیں۔“ ”وہ بچھے۔۔۔ خدا کی قسم وہ تازہ ندگی میرے ذہن سے چمارا ہے گا۔۔۔ مجھے سکون نہیں مل سکتا تا تو تکیہ انہیں صفحہ بھتی سے نہ مٹا دوں۔۔۔ خدا یا۔۔۔ وہ اپنی ماں کا خون چوس رہا تھا۔۔۔ میرے

”ہوہ....!“ حمید اچھل پڑا.... اور پلٹ کر اوپر بجا گا.... زینوں کے موڑ پر ایک لڑکی نہ
کے مل گری ہوئی کہیاں لیک کر اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔
”ارے....!“ دو چونک کر پیچے ہٹا۔ یہ تو وہی انگلو اٹھنی لڑکی تھی جس نے پکھ دیر پہلے
انے ڈاٹ پلاٹی تھی اور وہ بولکھاہت میں دوسری لڑکی سے مکرا کیا تھا۔ لڑکی کہیوں کے مل اٹھنے
کی کوشش کرتے ہوئے یکخت بے حس و حرکت ہو گئی۔

وہ دونوں دیسی لڑکیاں بھی حمید کے بعد ہی اس طرف چھپی تھیں.... قل اس کے کہ حمید
بیویوں لڑکی کو کہا تھا لگاتا ہوا اُس پر جھک پڑیں۔

پھر تو زدراہی سی دیر میں وہاں کافی بھیڑ اکٹھا ہو گئی.... حمید نے سوچا بکھک نہ لینا چاہئے
ورنہ پوچھ گچھ کا بار.... بوریت بن کر ذہن پر مسلط ہو جائے گا۔

بھیڑ سے گزرتا ہوا وہ ڈائینگ ہال میں آپنچا... وہاں پندرہ منٹ رکا.... چائے پی... اور
پھر ریکریشن ہال کی طرف چلا آیا.... اسکینک ثابت پر تھی درجنوں جوڑے چوبی فرش پر
چکراتے پھر رہے تھے۔
”پارٹر کے بغیر اسکینک پر لعنت....!“ وہ بڑوایا۔ اور بائیں جانب والی گیلری کی طرف
بڑھتا چلا گیا۔ جہاں کئی میزیں خالی تھیں۔

ایک میز منتخب کر کے بیٹھا ہی تھا کہ وہی دونوں لڑکیاں نظر آئیں جنمیں بیویوں لڑکی کے
قریب چھوڑ کر وہ زینوں سے فرار ہوا تھا۔ نظریں ملتے ہی دونوں نے معنی خیز انداز میں سرہلانے
اور تیر کی طرح اُس کی میز کی طرف آئیں۔

”بغیر اجازت....!“ تاریخی ساری نے غصیلے لمحے میں کہا اور کسی کھنچ کر بیٹھ گئی۔
”یہ حقیقت ہے کہ تم بہرے نہیں ہو۔“ دھانی ساری غرائی اور وہ بھی بیٹھ گئی۔

”اسکینک میری بہلی ہے۔“ حمید مسکرا یا۔
”ہوش کی دوا کرو... تم بڑی مشکلات میں پھنس گئے ہو۔“ تاریخی ساری آنکھیں نکال کر بولی۔

”میں نہیں جانتا کہ یہاں ہوش کی دوا کس جھاؤ بکتی ہے۔“

”بے جھاؤ....!“ دھانی ساری خواہ خواہ نہیں پڑی۔

تاریخی ساری نے اُسے گھوڑ کر دیکھا اور پھر حمید سے پوچھا۔ ”کہاں سے آئے ہو؟“

سے نکل آیا.... لیکن وہ بہت شدت سے بور تھا۔ کیونکہ کچھ ہی دیر پہلے اُس نے ملک کے بر
سے زیادہ چینے والے روزنامہ میں ایک خبر دیکھی تھی.... اپنی اور جلدیں کی داستان۔
تصویروں کے پیکٹ کی کہانی جو اُس کی جیب سے کوئی بہت بھی چالاک اور طاقت ور آدمی نکال
کیا تھا۔

کیجھ خون ہو گیا اپنا نام دیکھ کر.... کیا سوچا ہو گا ان لڑکیوں نے جو اُسے کسی فلمی ہیر و عیا
طرح عزیز رکھتی تھیں.... گرلو فریڈریڈ جو اُسے کسی تفریح گاہ میں داخل ہوتے دیکھ کر اُس
ساتھیوں کی میزوں سے اٹھ جایا کرتی تھیں کیا سوچ رہی ہوں گی۔ اس کے بارے میں....
سوچتا اور ہو تارہ۔

اگر وہ اسرار آدمی کبھی روز روشن میں بھی سامنے آگیا تو....؟

اُس نے سوچا اور اس سے آگے نہ سوچ سکا کیونکہ اُس کی نفرت انگلیز آواز ہن میں گوئے
گئی تھی.... شانکدوہ اُس آواز کو بھی نہ بھلا سکے۔ ہزاروں میں پیچان لے گا.... مگر.... مگر....
آخر وہ خبر پر لیں میں کیوں دی گئی تھی.... اب فریدی پر غصہ آگیا.... اور وہ زینے طے کرنا
ہوئے ایک انگلو اٹھنی لڑکی سے مکرا کیا تھا۔

”سُس سوری....!“ حمید اُس کا راستہ روک کر خواہ خواہ ہکلایا۔

”ہوش مانے سے....!“ وہ جھلا کر چینی۔

اور حمید اس طرف ایک طرف ہٹا کہ دوسری لڑکی سے مکرا کیا جو نیچے جا رہی تھی۔

”اندھے ہو کیا....؟“ وہ غرائی۔

”بھی....؟“ حمید نے ہبڑوں کے سے انداز میں اوپنچی آواز میں پوچھا۔
انگلو اٹھنی لڑکی تیزی سے زینے طے کرتی ہوئی اور پر چلی گئی تھی.... دوسری لڑکی کی سامنے^ا
ہنس کر بولی۔ ”اندھے نہیں بہرے ہیں۔“

دونوں اُسی زینے پر رک گئی تھیں۔ نہ جانے کیوں حمید نے چہرے پر حماقت کے آثار طاہرا
کرنے۔

کیک بیک اور پری منزل سے کسی کے پیچنے کی آوازیں آئیں.... پھر ایسا معلوم ہوا جسے کہا
زینوں پر گر کر لڑھنے لگا ہو۔

”نہیں چکا سے۔“

”اچھی بات ہے۔“ نارنجی ساری سرہلا کر بولی۔ ”تم سمجھی گی سے بات نہ کرو... لیکن یہ رکھو کہ یہ رتن پور ہے... اگر یہ عملداری سے آئے ہوئے ہوئے تھے تو مار خانوں کی جھک مارنی پڑتی ہے۔“

”میں نہیں سمجھا محترمہ.... آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔“

”لڑکی کے چوٹیں آئی ہیں... بیویوں ہو گئی ہے... ہم نے تمہیں اس کارست روکتے دیکھا تھا۔“ ”نہیں صاحب آپ بھول رہی ہیں.... دھکیلانا تھا میں نے آپ صرف راست روکنے کی بات کر رہی ہیں۔“

”گام نہیں چلے گا۔“ وہ سرہلا کر کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ”لڑکی کا اسکرٹ چیچپے سے پھٹا ہوا ملا ہے۔ کسی نے چوتھی منزل کے زینوں پر اسے پکڑنے کی کوشش کی ہوگی۔ وہ بوکھلا کر پھر نیچے بھاگی۔ پیر پھسل گیا۔“

”چوتھی منزل پر میرا ہمراز موجود نہ تھا...“ حمید نے زہریلا ساق تھہہ کایا۔

”تمہارا کوئی ساتھی... میں قیلشی کی ہاؤزڈیکیو ہوں سمجھے۔“ نارنجی ساری آنکھیں نکال کر بولی۔ ”پولیم نہیں بہت زیادہ دلچسپی لے سکتی ہے بشرطیکہ میں اپنی زبان کھولوں۔“

”اور یہ دن ہیں....!“ حمید نے دھانی ساری کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”ہوں تو تم اب بھی سمجھہ نہیں ہوئے...!“

”سمیجیدگی کی بات نہ کرو... سمجھیدہ دیکھنا ہو تو اس وقت قبر کے سرہانے آم موجود ہوتا جب میں دفنایا جانے لگوں.... اسکنینگ کی کیا رہی.... سنگاپور میں میں نے کپ جیتا تھا۔“

استمن میں ایک بخاوری سا سب انپکٹر اسی گلری کے زینوں کے قریب نظر آیا۔ زینے طے کر کے وہ انہیں کی طرف بڑھنے لگا! نارنجی ساری سرہلا کر مسکرانی تھی۔

”یا اجازت ہے۔“ سب انپکٹر نے قریب پہنچ کر دوانت نکالے۔

”ضرور... ضرور...!“ حمید اٹھ کر تعظیما جھکا۔

”آپ کی تعریف...!“ انپکٹر نے میٹھتے ہوئے نارنجی ساری کو خاطب کیا۔ لیکن اس کے ہونٹ ہلانے سے قبل ہی حمید بول پڑا۔ ”یہ میری کزن ہیں.... اور میا

بیل... عام طور پر سار جنت بیل کے نام سے مشہور ہوں۔“

”بڑا عجیب نام ہے.... سب انپکٹر خواہ خواہ ہنٹے لگا... اور نارنجی ساری نے دھانی ساری کی طرف دیکھ کر نہ اسامدہ بنایا۔“

”بیل نام نہیں تھا میں ہے.... بظاہر بڑی عجیب بات ہے.... فوجی شاعر.... لیکن افادہ طبع کو کیا کہا جائے۔“

”غیر...!“ سب انپکٹر نارنجی ساری سے بخاطب ہو تاہو اولہ۔

”بھجو میں نہیں آتا مس روزا... بھلا آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ کسی نے اسے پکڑنے کی کوشش کی ہو گی.... میں نے نہیں نہیں آتی کیا خیال ہے.... غالباً سدھر سے کہا تھا آپ بنے۔“

”اچھا تو روزا میں چلی...!“ دھانی ساری اٹھتی ہوئی بولی۔

”اڑے... واہ... اور یہ اسکنینگ....!“ حمید نے کہا اور احتمانہ انداز میں منہ کھول کر رہ گیا۔

”ٹھکریہ... پھر کبھی۔“ وہ مسکرانی... اور حمید دوانت پر دوانت جمائے سوچتارہ گیا۔

”رفار تو شرمندہ کند کبک دری را

وہ اسے دیکھتا رہا... چلنے کا انداز بڑا دلکش تھا۔ پھر اس نے اس کارومال گرتے دیکھا۔ لیکن وہ آگے ہی بڑھتی گئی غائب بے خبری میں گرا تھا۔

”حمدالخا اور تیزی سے اس جانب جھپٹا رومال انھا کر دھانی ساری کو روکنے کے لئے پھر آگے بڑھ گیا۔

”آپ کارومال محترمہ...!“ اس نے رومال اس کی جانب بڑھایا اور ٹھک گیا۔... رومال کے گوشے پر شہد کی مکھی کی تصویر نظر آئی تھی۔

”چھوڑیے.... او دھانی ساری نے رومال کا وہی گوشہ پکڑ کر جھک کا دیا۔

”میں...!“ حمید مشکرانہ انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ یک بیک وہ سنبھالا اور مسکرا کر بولا۔ ”رومال کی خوبیوں مکور کن ہے۔“

”ٹھکریہ...!“ لڑکی نے بُر اسامدہ بنایا اور دوسری طرف مڑ گئی۔

”حمدیمیز کی طرف واپس ہوتے وقت ایک بار پھر ٹھکا۔ روزا اور انپکٹر کے علاوہ اب وہاں ایک بوڑھا انگلو اٹھیں بھی موجود تھا۔

پوچھتا۔ اُس کے رویہ میں اچاک اس قسم کی تبدیلی پر حیرت کیوں نہ ہوتی۔

حیدر اُس کی خوفزدہ سی آنکھوں میں دیکھا رہا پھر سکرا کر بولا۔ ”اسکینگ کی کیا رہی۔“

”جی... جی ہاں۔ وہ چونک پڑی۔ ضرور... ضرور... م... مگر میں ذرا اسکرت پہن آؤں۔“

”میں بھی چل رہا ہوں...!“

”ضرور... جیچ چلے...!“ وہ بدواہی کے عالم میں مُسکرا لئی۔

حیدر بھی اُس کے ساتھ اٹھ گیا! وہ دوسرا منزل پر آئے۔ روزا نے اپنا کمرہ کھولا۔ یہ

نشست کا کمرہ تھا۔ اُسے بھاکر وہ برادر والے کمرے میں چل گئی۔ چار منٹ گزر گئے۔

یک بیک حیدر اچھل پڑا کوئی چیز اُس کے شانوں سے پھلتی ہوئی گود میں آگری تھی۔

کپڑے کا گولا۔ وہ تیزی سے روشن دان کی طرف مڑا۔ پھر دروازے کی جانب جھپٹا لیکن

راہبادی ویران نظر آئی۔ وہ کپڑے کا گولا رومال ثابت ہوا۔ جس کی تھوں میں ایک مژا تراکاغہ

تھا۔ حیدر نے تیزی سے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ اور تحریر پر توجہ مرکوز کر دی۔ رائمنگ

فریدی ہی کی تھی۔

”تمہاری حماقت سے انہوں نے اندازہ کر لیا ہے کہ ہم کس طرح اُن کی راہ پر گئے ہوں

گے۔ لڑکی کار رومال اخہانا۔ زبردست غلطی تھی۔ پھر تم شہد کی ملکی دیکھ کر اپنے تحریر پر بھی قابو

ٹپا کئے۔ لڑکی دو دن سے تمہاری گمراں کر رہی تھی۔“

”ہاؤز ڈیکھ کار آمد ثابت ہو سکتی ہے بشرطیکہ تم رومان کی وادیوں میں نہ بھکنے لگو۔“

حیدر نے پرچے کو رومال سمیت جیب میں ٹھوں لیا کیونکہ درمیانی دروازے کا بینڈل گومتا

محسوں ہوا تھا۔

دروازہ کھلا اور روزا اندر داخل ہوئی۔ اس کا اسکرت بھی نارنجی ہی تھا۔ شاندروہ کی دوسرے

رُنگ میں اتنی دلکش نہ دکھائی دیتی۔

سر ایسکی کے آثار اب بھی اُس کے چہرے پر موجود تھے۔ وہ چب چاپ تھوڑے فاصلے

پر رک گئی۔ سانسیں تیزی سے چل رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے چہ منزوں کے زی

کے ہوں۔

”کیوں...؟“ حیدر نے تحریر کہا۔ ”آپ اس طرح ہاپ کیوں رہی ہیں۔“

حیدر نے محosoں کیا کہ وہ غصے سے کانپ رہا ہے۔ غالباً پہلے کچھ کہہ رہا تھا۔ حیدر پر بھی اُس نے قبر آکوڈ نظر ڈالی۔ لیکن حیدر روزا کی طرف متوجہ تھا۔ وفتحاں نگلوانٹیں غریاں۔ ”اُس کے وہ تو بیک میں شہد کی کھیاں بھری ہوئی تھیں۔۔۔ یہ کیسا ہو ٹھیں ہے۔۔۔ کیا ہوتا ہے۔۔۔ یہاں۔۔۔ میں ابھی ریزیٹھن سے ملوں گا۔۔۔ اُس نے بیک کھولا تھا کھیاں نکل کر چھٹ گئیں۔۔۔ پورٹر نیم تھیں نے دیکھا تھا۔ اُس سے پوچھو۔۔۔ میں ہو ٹھیں کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا سمجھے۔“

”مگر سنئے جاتب۔“ روزا بولی پڑی۔ ”میں یہاں کی ہاؤز ڈیکھو ہوں جس وقت آپ کا صاحبزادی اور پر سے پھسل کر تیری منزل کے زینوں پر آئی تھیں۔۔۔ میں وہیں موجود تھی۔۔۔ میں نے شہد کی کھیاں نہیں دیکھیں۔“

”جاوہ تو اب جانکر دیکھو۔۔۔ اوپنی بیگ چو تھی منزل کے زینوں پر موجود ہے اور اس پر اب بھی کئی کھیاں رینک رہی ہیں۔۔۔ اور ڈال کے چہرے پر ورم ہے۔۔۔ دامنا تھوڑی بھی متور ہے۔ جاؤ دیکھو۔۔۔ میں ریزیٹھن۔۔۔!“

”پلیز۔۔۔ پلیز۔۔۔!“ روزا بول پڑی۔۔۔ ”جلد بازی سے کام نہ لجھے۔ فلیشی ہر ہائی نس کا ہو ٹھیں ہے۔۔۔ ذرا محتاط ہو کر کوئی قدم اخہانیئے گا۔“

”میں ریزیٹھن کی بات کر رہا ہوں۔“

”ریزیٹھن صاحب کا دم نکلتا ہے۔۔۔ ہر ہائی نس کے نام پر۔۔۔ یہ رتن پور ہے مسٹر۔۔۔ وہ اگر آپ خواہ مخواہ کی تھکن مول لیتا چاہتے ہوں تو دوسرا بات ہے۔“

”بہ دیکھوں گا۔۔۔!“ اُس نے پھر میز پر گھونسہ مارا اور وہاں سے اٹھ گیا۔

اپنے اور روزا ہانتے رہے۔۔۔ حیدر البتہ سختی سے ہونٹ پر ہوت جاتے بیٹھا رہا کیونکہ وہ تھہد کی ملکیتیں کا قصہ تھا۔

”میں اسے دیکھتا ہوں۔“ سب اسکپر بھی اٹھ گیا۔

حیدر نے روزا کی طرف دیکھا اور یک اُس کے چہرے پر سر ایسکی کے آثار نظر آئے۔

”مم.... میں معافی چاہتی ہوں جاتب۔“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ آنکھوں سے خدا جھانک رہا تھا۔

”کوئی بات نہیں۔“ حیدر نے اپنے چہرے سے حیرت نہ ظاہر ہونے دی۔ ویسے حیرت کا کام

"آپ نے مجھے معاف کر دیا نہیں....!" اس نے زندگی کی آواز میں پوچھا۔
"بیٹھ جائے....!" حید نے صوفے کی طرف اشارہ کیا.... اور وہ بے سدھی ہو کر
سموف میں گر گئی۔

"یک بیک آپ کارویہ کیوں بدل گیا.... کیا بیک رتن پور نہیں ہے۔"
"میں پھر معافی چاہتی ہوں جتاب.... خدا امداد کر دیجئے۔" وہ گزگڑائی۔ "میں ہر ہائی
اس کی ایک اونی کنیز ہوں.... جب مجھے معلوم ہوا کہ وہ شہد کی کھیوں کا معاملہ ہے تو....!"

"بھلما شہد کی کھیوں اور ہر ہائی نس....!"
"یہ کیا بیہودگی ہے.... یہ کیا ذلالت ہے...." باہر سے غراہٹ سی شانی دی۔ "کہاں ہے
ہاؤزڈیکٹیو یہ ہوٹل ہے یا بھیمار خانہ۔"

روزانہ تیزی سے باہر نکلی حید بھی فور آئی اٹھا تھا۔

"تم ہو.... ہاؤزڈیکٹیو...." اجنبی نے تھیر آمیز لمحے میں پوچھا۔ یہ ایک لمبا تر ٹھاکن
بدیعت آدمی تھا.... آگے کے دونوں دانت سامنہاں کی طرح نچلے ہو نہوں پر لگئے ہوئے تھے۔

"فرمائیے جتاب....!"

"میرے کمرے میں چوری ہو گئی ہے۔" وہ خوفناک انداز میں غریباً... اور حید یک بیک
چوک پڑا.... یہ غراہٹ.... یہ آواز اس نے کہا سنی تھی؟
ذہن پر زور دینے لگا.... اوہ.... اوہ.... سو فیصدی وہی تھا.... اُسی پر اسرار حملہ آور کی
آواز جو اس کی جیب سے تصادر بر کا پیکٹ نکال لے گیا تھا۔

پیغام

"میرا کمیرہ کسی نے چڑایا.... جو بہت قیمتی تھا.... تم قصور بھی نہیں کر سکتیں کہ وہ کتنا قیمتی
رہا ہو گا۔" اجنبی نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ نے غلط طریقہ اختیار کیا ہے۔" حید کا الجہ بے حد خشک تھا۔
"کیا مطلب....؟"

"سپرداائزر سے روپوٹ کیجئے.... بر اور است ہاؤزڈیکٹیو کے پاس پڑے آتا کوئی دقت نہیں

"بیٹھ جائے....!" حید نے صوفے کی طرف اشارہ کیا.... اور وہ بے سدھی ہو کر

"مجھے سپرداائزر ہی نے بھیجا ہے....!" وہ غرایا۔

"نہایت بیہودہ معلوم ہوتا ہے۔" حید نے جواب دیا۔ "آپ کو تکلیف دی! اغایا وہ بھی بے

قادار گی کا فکار ہو گیا ہے.... بہر حال....!"

"چلے جتاب۔ میں دیکھتی ہوں۔" روزانے اُسے مزید کچھ کہنے کا موقع نہ دیا۔

"اور وہ اسکینٹ....!" حید آنکھیں نکال کر بولा۔

"پلیز....!" وہ گھکھیا۔ "میں بہت جلد وہ اپس آؤں گی۔ آپ یہیں تشریف رکھئے۔"

پھر حید نیس منٹ تک وہاں بیٹھا بور ہوتا رہا.... وہ وہ اپس آئی اُس کا چہرہ بھی خفے کے مارے

تار نہیں ہو رہا تھا۔

: "خدا ان گھوں کو عقل دے....!" وہ ہاتھی ہوئی بوی اور صوفے میں ڈھیر ہو گئی۔

"کیا ہوا....!"

"کجھ غسل خانے میں کیرہ بھول کر یہاں بھاگا آیا تھا۔"

"کوئی ہے۔"

"کوئی مشر خضران.... کیا نام ہے.... مجھ....!"

حید نے چند لمحے کچھ سوچا اور شہد کی کھیوں والی بات جہاں تھاں چھوڑ دی۔ اب تو

اُن کا زہن خضران میں الجھ کر رہا گیا تھا.... سو فیصدی وہی آواز تھی جسے دوبارہ سننے کے لئے وہ

نہی طرح پڑتا تھا۔

اُن نے کچھ دیر بعد کہا۔

"بے حد غصہ آیا تھا اس کی بد تیزی پر.... لہذا میں سب سے پہلے آنس کریم کھاؤں گا۔"

"دسمبر میں....؟"

"میں جوں میں انگارے چلایا کرتا ہوں.... آج تک مجھے اپنا جواب نہیں مل سکا۔"

"بہت دلچسپ آدمی ہیں آپ....!" وہ زبردستی مسکرائی۔

"اسکینٹ....!"

”چلے... چلے.... وہ اٹھ گئی۔

یخچ رکر یشن ہال میں دونوں جانب کی گلریاں بھر گئی تھیں اور اس وقت صرف ایک جوڑا اسکینگ کے کمالات دکھارا تھا۔

”پروفیشنل...؟“ حمید نے روزا سے پوچھا۔

”جی ہاں....!“ فیلیشی کا بہترین جوڑا....!

پھر دونوں نے اسکیں پہنے اور روزا نے کہا ”گیا ہم ان دونوں سے بہتر مظاہرہ کر سکیں گے۔“

”پتہ نہیں....!“ حمید نے لاپرواپی سے جواب دیا ”اوو....!“

وہ اس کا ہاتھ کپڑے کھینچتا ہوا ڈھلان میں لیتا چلا گیا۔ لیکن ٹھیک اُسی وقت موسیقی تھم گئی گھورتا ہوا پھر ڈائیکنگ ہال میں چلا آیا۔

”یا گنویت ہے....!“ حمید نے اسامنہ بنا کر بڑی یوایا اور اس کے ہاتھ کپڑے گلری کے زینوں کی جانب تیرتا چلا گیا۔

زینوں کے قریب ایک آدمی سے مکراتے مکراتے پچا ایکن روزا کا سر اُس کے بازو سے گکرا ہی گیا۔ گرانٹیل آدمی غرا کر پلٹا۔ یہ خضران تھا۔ وہی آدمی جو کچھ دیر پہلے کیمرے کا

چوری کے سلسلے میں روزا پر گرا تھا۔

”اندھے ہو....!“ اُس نے آنکھیں نکالیں۔

”آج کادن ہی وابیات ہے کچھ دیر پہلے زینوں پر ان محترمہ نے بھی مجھے اندھائی سمجھا تھا۔“

”بھگڑا کرو گے....؟“ خضران با چھیس پھاڑ کر دہڑا۔

”پلو یہاں سے....!“ روزا اس کا ہاتھ کپڑا کر دوسرا طرف گھسیٹ لے گئی اور ڈھلان کے سرے پر دیوار سے اپنا ایک ہاتھ نکال کر اُسے بھی رکنے پر مجبور کر دیا۔

”میں لڑائی بھڑائی سے ڈرتی ہوں۔“ اُس نے ہانپتے ہوئے کہا ”وہ بہت بد تمیز آدمی معلوم ہوا۔“

ہے۔ کاش بڑے ہو ٹلوں میں داخل ہونے سے پہلے عادات و اطوار کا امتحان دینا بھی ضروری ہوتا۔

”تب تو ہم جیسے گدھے کسی اور ہی تھان پر بندھا کرتے۔“ حمید نے قہقهہ لگایا۔

”تم ڈرتی کیوں ہو.... بڑا چھا موقع ہاتھ سے نکال دیا۔ میں تو بہانہ ٹلاش کر رہا تھا۔“

”اس سے کسی طرح بھڑ جاؤ۔“

”کیوں....؟“

”کچھ دیر پہلے اُس نے تمہاری توہین کی تھی.... اور میں تیل کے گھونٹ پی کر رہا گیا تھا۔“

”تیل کے گھونٹ....!“ وہ نہیں پڑی۔ ”خون کے گھونٹ محاورہ ہے۔“

”گھن آتی ہے....!“ حمید نے نہ اسامنہ بٹایا۔ ”پتہ نہیں یہ محاورہ گھرنے والے کیسے لوگ

تھے.... مثال کے طور پر قارورہ ملتا....!“

”ربش....!“ روزا اس کا ہاتھ جھک کر تھا چھٹا ہائی پر دوڑتی چل گئی۔

حمدی کی توجہ زیادہ تر خضران کی طرف تھی جواب بھی ویس کھڑا اسے گھورے جا رہا تھا۔

اُس نے اسکیں انبار کر گیمز کیپر کے حوالے کئے اور خود بھی خضران کو کھاجانے والی نظر دوں سے

روزار یکر یشن ہال ہی میں چکراتی رہی تھی۔

دوس بجے تک وہ مختلف تفریحات میں الجھا رہا۔ روزا پھر نہیں دکھائی دی تھی۔ غالباً سواد س

بجے تھے.... ڈائیکنگ ہال کے اسٹچ پر تین لاکیاں ”ہوا کیں ہلا“ پیش کر رہی تھیں۔ دفتئ کسی نے

اُس کی پشت پر ہاتھ مارا اور وہ اچھل پڑا۔

”کیا مطلب....!“ وہ آنکھیں نکال کر غرایا۔

”میں یہاں بیٹھنا چاہتا ہوں۔“ بوڑھے انگلو انڈین نے ہانپتے ہوئے کہا۔ وہ بہت زیادہ نر و س

نظر آرہا تھا۔ حمید نے اُسے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا وہ اُسی لڑکی کا باپ تھا جو زینوں پر بیہوش

ہو گئی تھی۔

”بیٹھ جاؤ....!“ حمید نے لاپرواپی سے کہا۔

”میں نے غالباً تھیس ہاؤزڈیکٹیو کے ساتھ دیکھا تھا۔ وہ کہاں ہے۔“

”پتہ نہیں....!“ حمید نے لاپرواپی سے شانوں کو جتنش دی۔ ”میں بھی یہاں نووار دی ہوں۔“

”اس اسٹیٹ سے تمہارا کوئی تعلق نہیں....!“

”نہیں.... میں صرف ایک ٹورسٹ ہوں....!“

”میں بھی نووار دی ہوں۔ لیکن شاندیہ میری زندگی کی آخری رات ہے۔“

حمدید نے اُسے غور سے دیکھا اور پھر ہمدردانہ لبجھ میں بولا۔ ”بہت تھکے ہوئے معلوم ہوتے

ہو۔ کیا پیو گے۔“

"شکریہ..... برانڈی تم پہلے آدمی ہو جس نے اس منجوس ریاست میں مجھ سے ہمارا بچہ میں گفتگو کی ہے۔"

حید نے ویٹر کو بلا کر برانڈی کے بڑے پگ کا آرڈر دیا۔

"میری بچی کی حالت ابتر ہے کھیاں زہر ملی تھیں چہرہ اتنا متورم ہو گیا ہے کہ پھر نہیں جاسکتی۔ پوری طرح ہوش میں بھی نہیں ہے۔ رینیڈنٹ نے بچے مجھے دھنکار دیا.....! میں کیا کروں کیا کروں۔ " وہ بازوں میں منہ چھپا کر سکیاں لینے لگا۔

"مجھے بتاؤ.... شائد میں کسی کام آسکوں ... تم رینیڈنٹ کے پاس کیوں گئے تھے بھلانا کی مکھیوں کے سلسلے میں رینیڈنٹ کیا کر سکے گا....!"

"میں کیا بتاؤں ... کاش مونا یہاں نہ آتی ... تین ماہ پہلے کی بات ہے وہ ملازمت کا انش دیکھ کر یہاں آئی تھی۔ ہرہائی نس کے میکریٹریٹ میں چار آسامیاں خالی تھیں۔ معقول تھواں دوسری آسائش کے لائق میں وہ بھی اپلاں کر بیٹھی تھی۔ اتنے دیوار کارڈ آیا اور وہ دار الحکومت یہاں آئی۔ اندر دیو میں کامیاب ہوئی اور فوری طور پر تقرر بھی ہو گیا۔ لیکن وہ سب فریب تھا... ہرہائی نس اول درجے کا سور ہے!"

"ذرا آہستہ بولو پیارے!" حید نے اس کے ہاتھ پر تھکلی دی۔ اتنے میں ویٹر برانڈ بھی لایا۔ اور گلاس میں سائیفن سے سوڈے کی دھماڑی۔

آس پاس بیٹھے ہوئے لوگ صرف گرد نیں اوپھی کر کے انہیں دیکھتے رہے۔ کوئی اپنی جگہ بوزھاد و چار چسکیاں لینے کے بعد کرسی کی پشت سے نک گیا چند لمحے سر اٹھائے چھٹا سے بھی زیادہ بلند آہنگ ہوتی گئی۔

وہ اُسے کھینچ لے گئے۔ حید چند لمحے ساکت و صامت کھڑا پھر تیزی سے صدر دروازہ کی جانب بڑھ گیا۔

باہر لان پر وہ کسی مردے کی طرح گھسٹا جا رہا تھا.... اب اُس کے حلق سے صرف کربناک قسم کی غرابیں نکل رہی تھیں۔

ایک بڑی سی اشیش و گین کا پچلا دروازہ کھلا اور اُسے اس میں دھکیل دیا گیا۔ حید بھی مکھیوں کی طرف بڑھا ہی تھا کہ کسی نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا وہ جھلا کر

مڑا.... لیکن کچھ کہہ سکا.... کیونکہ اس طرح پیش آئے والا فریدی تھا۔

"ازبجی بر باد کرنے کی ضرورت نہیں! فریدی نے آہستہ سے کہا۔ "جلد ہی ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ اُسے کہاں لے گئے ہیں۔"

"آپ کی دلچسپی کی وجہ....!" حمید نے تنخیجے میں پوچھا۔

"بیہاں میں پہلے بھی نہیں آیا۔"

"بھیسا بات ہوئی۔"

"پہلے بھی آیا ہوتا تو ساری دلچسپیاں پہلے ہی ختم ہو گئی ہوتیں۔"

"بیہاں نہیں چلے گی....!" حمید نے اوپری ہونٹ پہنچ کر کہا۔ "وہ اُسے کسی خارش زدہ نہ کی طرح گھسیت لے گئے تھے ہر ہائی نس کے نام پر.... آس پاس کی باور دی پولیس آفیسرز موجود تھے کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔"

"وہ اُترائے کا کلاس فلیورہ چکا ہے آکسفورڈ میں....!"

"اس لئے رینیڈنٹ کا بھی دم نکلتا ہے اس کے نام پر....!" حمید نے اطلاع دی۔

"مجھے علم ہے....!"

"آپ بیہاں کب سے مقیم ہیں۔"

"دوسرے دن میں بھی چل پڑا تھا۔"

"ساتھ آنے میں کیا دشواری تھی۔"

"صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ باخبر ہیں یا نہیں....؟"

"پھر....؟"

"قطعی طور پر باخبر ہیں! انہوں نے اندازہ کر لیا ہے کہ ہم مقتول کے کوارٹر تک کس طرح پہنچ ہوں گے.... یہی معلوم کرنے کے لئے وہ تمہاری گفرانی کر رہے تھے! آج اتفاق سے تم ایک رومال پر شہد کی مکھی کی تصویریدیکھ کر گزرا گئے۔"

"میں بیہاں لان پر سردی محسوس کر رہا ہوں۔" حمید نے غصہ سے دانت نکلنائے۔

"آؤ.... اب ڈائنگ ہال میں چلیں....!"

"کیوں.... الگ رہنے والی اسکیم ختم ہو گئی....!"

"ضرورت باقی نہیں رہی....!"

"میں اس بوڑھے کے لئے پریشان ہوں۔"

"بھم بوڑھے کے لئے بیہاں نہیں آئے....!" فریدی نے لاپرواپی سے کہا۔

"وہ ڈائنگ ہال میں آئے۔ حمید چند لمحے خاموش رہا پھر شہد کی مکھیوں کا تذکرہ چھیڑ دیا۔

"نی احوال یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان مکھیوں کا تعلق مکھی کی تصویر سے بھی ہو گا

جس کے لئے بھم بیہاں آئے ہیں۔"

"شہد کی مکھی کی تصویر کا مقصد بھی بتائیے گایا میں بھی اسچ پر پہنچ کر دیں ہلا گاشروع کر دوں۔"

فریدی نے اسچ پر کوئی بے مکانے والیوں پر ایک اچھی سی نظر ڈالی اور بولا۔ "یہ تصویر دراصل ایک قسم کا امتیازی نشان ہے! گروہ کے افراد ایک دوسرے سے کا حقہ واقف نہیں اس لئے اس تصویر کے ذریعہ آپس میں رابطہ قائم کرتے ہیں۔"

"کیا ان کا مرکز رتن پور ہی ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"شائد....!" فریدی کا مختصر ساجواب تھا۔

"گروہ کس قسم کا ہے....!"

"لوکیوں کا انگواؤں کے خاص مشاغل میں سے ہے۔"

"تب تو یہ سور کا پچھے.... یہ ہر ہائی....!"

"نماج نہ اخذ کرو....!" فریدی نے اُسے جملہ نہ پورا کرنے دیا۔

حمدید نے پاپ میں تمبکو بھرتے ہوئے ایک بار پھر مقتولہ کا تذکرہ شروع کر دیا۔

"کملاء....!" فریدی نے طویل سانس لی۔ "اس کا نام کملاء۔ اُس کے شوہرنے بتایا کہ وہ اور

رجنی گھری دوست تھیں۔ کملاء بھی نرس تھی اور ان دونوں نے چند سال سال رتن پور ہی کے ایک

ہبھتال میں گزارے تھے۔ یہ شادی سے پہلے کی بات ہے۔ کسی تصویر کے متعلق وہ کچھ نہیں بتا سکا۔"

"تو یہ قتل کسی تصویر ہے کے لئے ہوا تھا....!"

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید تھوڑی دیر تک پاپ کے پہلے ہلکے کش لیتا رہا پھر چونک کر

بولا۔ "میں سمجھتا تھا کہ مجھ سے الگ رہ کر ان لوگوں پر نظر رکھنا چاہتے ہیں....!"

"ختم کرو.... لکن بار پوچھو گے.... ہاں مجھے جو کچھ معلوم کرنا تھا کرچکا.... وہ مجھے بھی

اچھی طرح پہچانتے ہیں۔

”پڑتے رہئے حضرات۔“ کسی تیرے آدمی نے کہا۔ ”ہم آپ کو کوئی نمبر بارہ تک ضرور

”میں یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ آپ نے میک اپ کا چرخ دیکھ کیوں نہیں چالایا۔۔۔ اودہ شہر ہے، پہنچائیں گے۔ ہمارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے اگر ہماری اسٹیٹ میں احمد کمال فریدی جیسے حمید خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔“ میرے پاس ایک ایسی اطلاع بھی ہے جو آپ اُپر آدمی کو کسی قسم کی تکلیف اٹھانی پڑے۔“

”شکریہ.....!“ فریدی کا الجھہ بے حد شیریں تھا۔ ساتھ ہی اُس کے قدم بھی انھیں گئے۔ حمید کو

”چھکنے کے موڑ میں نہیں ہوں۔۔۔ خیر بتاؤ۔“ پھر ایک دیسی ہی اسٹیٹ وینگن دکھائی دی جیسی انگلو انڈین کے لئے استعمال کی گئی تھی۔ پچھلا

”شامک میں اُس آدمی کو ڈھونڈنے نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہوں جس نے میری جیب سے دروازہ کھلا ہی تھا۔ گرونوں پر روپا اور کے دباو نے انہیں چپ چاپ اندر داخل ہو جانے پر مجبور تصویر دیں کاپیکٹ اڑایا تھا۔“ اُس نے اہک کر کہا۔ ”اور حضران کے متعلق بتانے لگا۔“

فریدی چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولا۔ ”ضروری نہیں ہے کہ تمہارا اندازہ درست ہی نکلے،“

”پھر اُس نے سگار لائزر کی روشنی میں رست و اسی پر نظر ڈالی اور یہ کہتا ہوا انھیں گیا۔“

”آؤ۔۔۔ شاید ہمارے لئے کوئی پیغام ہو۔۔۔!“

وہ ہوش کے ٹیلی فون ایکچھی میں آئے۔۔۔ فریدی نے احمد کمال کے نام سے کسی پیغام کے میں کہا۔

”میں تو ضرور پیکوں گا۔۔۔ خدا کی نیا کسی سردی ہے۔ میرا خیال ہے کہ بیسراہم نہیں

ہوئی کیونکہ میں نے اکثر گدھوں کو بھی بیسراہمیتے دیکھا ہے۔“

”بکواس بند کرو۔۔۔ مجھے سوچنے دو۔۔۔!“

”آج تو آپ مجھے ہی سوچنے دیجئے جب آپ یہ جانتے تھے کہ وہ ہمیں اچھی طرح پہچانتے

ہیں تو فون پر کوئی پیغام رسیور کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“

”یہ کسی کا کرایہ بچانا چاہتا تھا۔“

”اوہ۔۔۔ تو آپ دیدہ و دانستہ۔۔۔!“

”کوئی دوسرا گفتگو۔۔۔!“ فریدی کا الجھہ تکمانتا تھا۔

”اچھا تو سنئے۔۔۔ پچھلے سال میں نے ایک لڑکی کے سر پر مینار دیکھا تھا اُس نے کچھ اسی انداز

میں اپنے بال سیٹ کر سر کے وسط میں جوڑا سجایا تھا کہ وہ ایک چھوٹا سا مینار معلوم ہوتا تھا۔۔۔

لیکن پرسوں کی بات ہے۔“

حید نے خاموش ہو کر ایک طویل سانس لی اور پھر بولا۔ ”پرسوں ایک ایسی لڑکی بھی تکراری

تھی جس نے اپنے بال سیٹ کر اس طرح باندھے تھے کہ اپنے لکڑے گھوڑے کی دم بیاد آگئی میں

عمل میدان

”اس پیغام کا مطلب۔“ حید نے دروازے سے نکلتے ہوئے پوچھا۔

”اینگلو انڈین اس وقت اُسی کوٹھی میں ہے۔“

”پھر اب کیا ارادہ ہے۔۔۔“ حید نے پوچھا۔ وہ لان پر نکل آئے تھے۔

”گرین اسٹریٹ۔۔۔!“

”کوئی نمبر بارہ بھی فرمائے سر کار۔“ دفاتر پشت سے کسی نے کہا اور حید کی گدی سے کوئی

ٹھنڈی سی چیز چک کر رہ گئی۔

دونوں ہی رک گئے۔ فریدی کے پیچے بھی ایک آدمی نظر آیا جس نے روپا اور کی ہال اُس کی

گروں سے لگا کھی تھی۔

”لیتنی میں دم بخود کھرا رہوں گا۔“
”قطیعی....!“
”مصلحت....؟“
”ضفول بکواس نہ کرو۔ جتنا کہا جائے اُس سے زیادہ نہ کرنا۔“ فریدی کی آواز اتنی ہی پنجی تھی کہ حمید کے علاوہ اور کوئی نہ سن سکتا تھا۔

”پھر میں اپنے بچاؤ کے لئے کیا کروں گا۔“
”مجھ سے نفرت کا اظہار اور انکا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش۔“
”اور اگر کام آگیا تو....!“
”میں صبر کر لوں گا....?“ فریدی کی سنجیدگی برقرار رہی۔

پھر وہ دونوں ہی کسی سوچ میں گم ہو گئے۔ ابھن کے ہلکے سے شور کی یکسانیت حمید کے ذہن کو بیداری کی سطح سے نیچے لئے جا رہی تھی پکھ دری بعد یہ بیک اُس نے جھر جھری لی اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ کم وقت والے بلب کی دھنڈی سی روشنی میں فریدی کے چہرے پر اُسے نہ جانے کیوں اپنیتیتی نظر آرہی تھی۔

”ہوشیار....!“ فریدی آہستہ سے بولا۔ حمید نے بھی محسوس کیا تھا کہ گازی کی رفتار کم ہو رہی ہے۔

گازی کے رکنے کے دھپکے کے ساتھ ہی فریدی ایک جانب ٹھوڑا سا جھکا اور پھر اُسی پوزیشن میں ساکت و صامت ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اُس دھپکے کے ساتھ جنم دروح کا رابطہ بھی منقطع ہو گیا۔

حمدی بوکھلانے ہوئے انداز میں آنکھیں چڑھنے لگا۔ پھر کچھ کہنے ہی دالا تھا کہ کسی نے دروازہ کھولा۔

”نیچے آؤ....!“ تھکمانہ لجھ میں کہا گیا۔ روپور کی تال اُن کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ فریدی اُسی طرح جھکا ہوا دروازے کی جانب کھکھکا اور پھر حمید کو ایسا معلوم ہوا جیسے وہ اُن دونوں مسلیخ آدمیوں کے درمیان سے تیر تاہوا گزر گیا ہو۔ اُن دونوں کے سر ایک دوسرے سے نکرانے تھے اور پھر جتنی دیر میں وہ سنبھلتے فریدی نے دو قاتر جھوک مارے اور پھر اچھا خاصاً نگامہ بربا

نے پوچھا اس اشائل کو کیا کہتے ہیں بولی ”پونی میل“ میں نے کہا تو ازو دم میں ٹوٹ کی دم کہتے ہو کیوں دم لکتا ہے.... چراغا ہو گئی کری پیچھے نہ کھکھ لیتا تو تھپٹر گال ہی پر پڑا ہوتا۔ کیونکہ میں بھی تھی.... ہا.... کیا مصیبت ہے۔ دس سال پہلے کی گھلیا چیزیں آج فیشن بن گئی ہیں دس سال پہلے میرے گاؤں کی چماریاں اس طرح اپنے بال باندھا کرتی تھیں.... میرے ہم ایک محبوہ تھی شیوکی چمارن.... وہ اُس سے اکثر کہا کرتے تھے۔

”او شیوکی او حرافی یہ سر پر جھاڑو کیوں لٹکا لی ہے.... چوٹی گوندھا کر مری جان۔“

”آئی چمارن کا تذکرہ بڑی بد تیزی سے کر رہے ہو۔“ فریدی مسکرا یا۔

”آپ اتنے مطمئن کیوں ہیں....!“ حمید جھنگھلا اٹھا۔

”بے اطمینانی زمین پر جنت نہیں تعمیر کرتی ہے....!“

”اب کچھ نہیں پوچھوں گا۔“ حمید پھر جھلکا۔

گازی کے اس حصے میں اُن دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا.... دفاتر ایشور والی سینہ درمیانی دیوار میں ایک چھوٹی سی خلا پیدا ہو گئی اور دوسری جانب سے کسی نے انہیں ٹالہ کیا۔ ”سفر طویل نہیں ہے... بیتر کے علاوہ سوڑا اور وہ سکی بھی دہاں موجود ہیں۔ شوق فرمائیے۔“

”شکریہ....!“ فریدی نے مسکرا کر جواب دیا۔ ”میں صرف خون پیتا ہوں۔“

”یہ تو بہت اچھی بات ہے.... ہر ہائی نس کو جانوروں سے بڑی دلچسپی ہے۔“

”وہ خود کسی زمانے میں پکڑے گئے تھے....“ حمید نے بڑی سنجیدگی سے سوال کیا۔

”گتلخ....!“ کوئی دوسرا غرایا۔ ”خاموش رہو.... ورنہ زبان گدی سے کھٹکی جائے گی۔“ خاموش رہو.... فرزند ابھی ہم خود ہی دیکھ لیں گے کہ وہ کس پائے کا جانور ہے؟“ فریدی بولا۔ ... ساتھ ہی اگلی نشتت والی کھڑکی بھی بند ہو گئی۔ حمید پھر ٹھوڑی دیر خاموش رہ بولا۔ ”بھاگتے.... راستہ نہ ملے گا۔“

”میرا بھی یہی خیال ہے.... لیکن اب کیا ہو سکتا ہے.... پھر بھی اتنا یار رکھو کہ تم زیادا پیڑ نہیں ہلاوے گے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”اگر میں گازی سے اترتے ہی کچھ شروع کر دوں تو میرے ہاتھ بٹانے کی ضرورت نہیں۔“

ہو گیا۔ پے در پے فائر... اور چینیں... حمید نے اسان خطانہ ہونے دیئے... وہ اپنی طرز جانتا تھا کہ فریدی کیا چاہتا ہے... اس لئے وہ چپ چاپ گاڑی ہی میں بیٹھا رہا۔ حالانکہ جیپ میں ایلوالر موجود تھا۔

اُس کا اندازہ تھا کہ گاڑی کسی عمارت کی کپڑائی میں روکی گئی ہے۔ ”وہ گیا... وہ اوھر...!“ اُس نے کراہ کر کروٹ بدی لیکن آنکھیں نہ کھولیں... پھر وہ اس طرح ہاتھ پر پختنے لگا کوئی چینا اور یہک وقت کئی فائر ہوئے۔ حمید نے سوچا اس طرح بیٹھے رہنا تو مناسب نہیں ہے... قطعی غیر منطقی کہ ایک ساتھ تو اس طرح نکل گیا اور دوسرا ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہا...“ کبھی یقین سے کریں گے کہ اس میں بھی کوئی چال نہ ہو گی۔ پھر کیا کیا جائے؟ اُس نے چاروں طرف دیکھا... بالآخر ایک ایسی جگہ نظر آئی گئی جس سے سر نکرادینے پر پیشانی کی کھال یقینی طور پر پھٹ جاتی۔

پھر قبل اس کے کہ کوئی گاڑی کی طرف دوبارہ متوجہ ہوتا ہے فرش پر ڈھیر نظر آیا۔ پیشان ہزاروں خرچ کے ہیں... حرام خور...!“ سے خون کی چادر چھرے پر آئی تھی۔

وہ مطمئن تھا کہ سردی کی شدت کی وجہ سے خون کی زیادہ مقدار خائن نہ ہو سکے گی۔ زخم پر کامیاب ہو گیا تھا۔

خون جلد ہی جو جائے گا۔

پیشانی دو سے پہلی جاری تھی۔ لیکن چوتھی شدید بھی نہیں تھی کہ وہ بیویوں ہو جاتا۔ لیکن فوراً ہی آنکھیں کھول دینے کی بجائے جھومتا ہوا بڑایا۔ ”خواہ تم مجھے مار ہی ڈالو...“ دیے مقصد ہی تھا کہ وہ اُسے بیویوی کی حالت میں اٹھائیں۔

میں اب اس ملازمت میں نہیں رہ سکتا... مارو... ہاں مارو... اس بار اتنے زور سے میر اسر کچھ د ب بعد اس نے اپنے قریب ہی آوازیں سنیں... پہلے کسی نے چیخ کر کھا تھا۔ ”دوسرا بکراو کہ اُس کے پر خچے اڑ جائیں... اسکیلے... تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔“

کاڑی ہی میں، بیویوں پر چاہے۔

پھر وہ اُسے گاڑی سے اٹھا کر کہیں لائے... لیکن حمید فی الحال آنکھیں نہیں کھولنا چاہتا تھا۔ تک اس انداز میں آنکھیں چھاڑتا رہا جیسے کچھ دکھائی ہی نہ دیتا ہو۔ حالانکہ وہ اُس وحشت زدہ آدمی کوئی گرج رہا تھا۔ ”حرام زادو ایک آدمی نہ پکڑا گیا...“ میں تمہاری بوئیاں اڑا دوں گا۔ اگر کوئی خوبی دیکھ رہا تھا جس کے ہاتھ میں بٹے ہوئے چڑے کا لمبا سا چاپک تھا۔

پانچ گھنٹے کے اندر اندر اُس کی لاش میرے سامنے نہ لائی گئی۔

اس کے جواب میں حمید نے کچھ نہ سناویے اُس کا اندازہ تھا کہ وہاں کم از کم ایک درجن آدمی موجود ہیں۔

”اُسے ہوش میں لاو...!“ وہی آدمی پھر گر جا۔

پھر تین منٹ کے اندر ہی اندر حمید نے اپنے باہمیں بازو میں انجکشن کی چین محسوس کی۔

”فوراً ہوش میں آتا چاہئے۔“ کوئی غریا۔“ ان داتا... چو تھا منٹ نہیں گذرنے دے گا۔“ گڑ گڑا کر جواب دیا گیا۔ حمید نے سوچا اچھی بات ہے بیٹھے ڈاکٹر صاحب میں تمہارے اعتقاد کو ٹھیک نہیں لگنے دوں گا۔

اُس کا اندازہ تھا کہ گاڑی کسی عمارت کی کپڑائی میں روکی گئی ہے۔ ”وہ گیا... وہ اوھر...!“ اُس نے کراہ کر کروٹ بدی لیکن آنکھیں نہ کھولیں... پھر وہ اس طرح ہاتھ پر پختنے لگا

جیسے کسی نے ادھ کی گردن سمیت اُسے ٹرپے کے لئے چھوڑ دیا ہو۔ ”میا یہ مر رہا ہے...!“ بڑی لاپرواہی سے پوچھا گیا۔

”پپ... پپتے نہیں... ان داتا...!“

”شرپ...!“ شائد یہ چڑے کے چاپک کی آواز تھی، کسی کے ہاتھ سے تملکی ہوئی سی جنگلی اور پھر کہا گیا۔ ”تو نہیں جانتا کہ یہ مر رہا ہے... ڈاکٹر ہے... تو... اسیٹ نے تھوڑ پر

پھر قبل اس کے کہ کوئی گاڑی کی طرف دوبارہ متوجہ ہوتا ہے فرش پر ڈھیر نظر آیا۔ پیشان ہزاروں خرچ کے ہیں... حرام خور...!“ سے خون کی چادر چھرے پر آئی تھی۔

وہ مطمئن تھا کہ سردی کی شدت کی وجہ سے خون کی زیادہ مقدار خائن نہ ہو سکے گی۔ زخم پر کامیاب ہو گیا تھا۔

حمد نے سوچا ب اٹھ ہی جانا چاہئے۔ بہر حال وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

پیشانی دو سے پہلی جاری تھی۔ لیکن چوتھی شدید بھی نہیں تھی کہ وہ بیویوں ہو جاتا۔

میں اب اس ملازمت میں نہیں رہ سکتا... مارو... ہاں مارو... اس بار اتنے زور سے میر اسر کچھ د ب بعد اس نے اپنے قریب ہی آوازیں سنیں... پہلے کسی نے چیخ کر کھا تھا۔ ”دوسرا بکراو کہ اُس کے پر خچے اڑ جائیں... اسکیلے... تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔“

کاڑی ہی میں، بیویوں پر چاہے۔

پھر وہ اُسے گاڑی سے اٹھا کر کہیں لائے... لیکن حمید فی الحال آنکھیں نہیں کھولنا چاہتا تھا۔ تک اس انداز میں آنکھیں چھاڑتا رہا جیسے کچھ دکھائی ہی نہ دیتا ہو۔ حالانکہ وہ اُس وحشت زدہ آدمی کوئی گرج رہا تھا۔ ”حرام زادو ایک آدمی نہ پکڑا گیا...“ میں تمہاری بوئیاں اڑا دوں گا۔ اگر کوئی خوبی دیکھ رہا تھا جس کے ہاتھ میں بٹے ہوئے چڑے کا لمبا سا چاپک تھا۔

”سیدھے کھڑے ہو جاؤ...!“ دغنا ایک آدمی غریا۔

”م... میں کہاں...!“ حمید خلاء میں گھورتا ہوا بولا۔

”کوئی شہجاءو... تم ہر ہائی نس کے حضور میں ہو۔“ جواب ملا۔

”اوہ خدا یا...“ میں کس طرح تیر اٹکرا دا کروں۔ ”حمد کی ایکنگ شاندار تھی... وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس طرح جھکا جیسے منہ کے بل گر پڑے گا۔

”ہوں.... کیا بک رہے تھے تم۔“ وحشت زدہ والی ریاست نے چاک کو جنگش دی
”ان داتا.... مجھے امید نہیں تھی کہ حضوری حاصل ہو سکے گی۔“

”کیوں....؟“ بائیں ابرو میں تاؤ پیدا کرتے ہوئے پوچھا گیا۔

”وہ درندہ ہے.... اپنی دانست میں تو اس نے وہ حملہ مار دالنے ہی کے لئے کیا تھا۔“

”کس نے....!“ ہر ہائی نس کا لبجہ نرم تھا۔

”میرے باس فریدی نے.... وہ درندہ ہے.... ان داتا.... میں اُسے سمجھا رہا تھا کہ پور کی بہت بڑی سرکار ہے.... جہاں لاٹ صاحب کی دال بھی نہ گلتی ہو وہاں ہم مسخرے کسی و قطار میں ہوں گے۔ لیکن.... اُس نے ایک نہ سن۔ پھر جب ہم یہاں لائے جا رہے تھے تو میں راستے میں اُسے سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ اگر ہم سرکار میں پہنچتے ہی معافی مانگ لیں شاید بخش دیے جائیں.... بس ان داتا.... وہ کسی بھوکے شیر کی طرح پھر گیا۔ کیسی حیوان تھی اس کے حملے میں.... میرے خدا۔“

حمدی نے آنکھیں بند کر لیں اور اس کا جسم کا پینٹنے لگا۔

”تصویروں کا پیکٹ کہاں ہے۔“

”سرکار.... وہ تو کسی نامعلوم حملہ آور نے مجھ سے چھین لیا تھا۔“

حمدی نے کہا اور پوری کہانی دھراوی۔ پھر چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ ”میں بالکل بے فہم ہیاں سے چلے جانا چاہئے.... بھلا ہر ہائی نس سے کوئی نکر لے سکے گا۔“

ہوں سرکار مفت میں مارا جاؤں گا۔ اگر کبھی اس ملازمت سے چھکنا کار حاصل کرنے کی کوشش کیا۔ میکری شری چند لمحے خاموش رہ کر ہر تارہ پھر بولا۔ ”ہر ہائی نس کے علاوہ اور کوئی بھی اُس پیکٹ میں ہوں تو وہ نمکی دپتا ہے کہ ساری عمر جیل میں سزا دادے گا۔ وہ کتنا برا سازشی ہے.... میں دچپکی نہیں لے سکتا۔ لیکن وہ پیکٹ ہر ہائی نس تک نہیں پہنچا۔“

”ہوں....!“ حمید نے کچھ سوچتے ہوئے سر کو جنگش دی.... ”کملہ کے کوارٹر میں شائدہ جانتا ہوں۔“

پیکٹ بھی تلاش کیا گیا تھا۔“

”بکواس بند کرو.... یہاں جھوٹ بولنے کی سزا موت ہے۔“

”سیس.... سرکار.... ان داتا.... میں کیسے یقین دلاؤں....!“

”تصویریں.... تم نے دیکھی تھیں....!“

”دیکھی تھیں ان داتا....!“

”کس قسم کی تصویریں تھیں....!“

”قسم.... قسم.... میں نہیں سمجھا سرکار.... یعنی کہ بس ولیسی ہی جیسی....!“

”وہ پیکٹ تمہارے ہی کسی آدمی نے مجھ سے چھینا تھا....!“

”بکواس.... اس طرح وہ ہر ہائی نس تک ضرور پہنچا ہوتا۔“

”ہوں.... ختم کرو.... میں دیکھوں گا۔“ وہ حمید کو گھورتا ہوا بولا۔ پھر ایک آدمی کی طرف مزکر کہا۔ ”سکتر صاحب اسے ریچپوں کے کٹھرے میں دھکیل دیا جائے۔“

”ہوں فادر....!“ حمید اچھل پڑا۔ لیکن والی ریاست حکم دینے کے بعد اتنی تیزی سے ایک دروازے میں مڑ گیا تھا کہ وہ فریاد بھی نہ کر سکا۔

”سیکریٹری بربارہ تھا۔“ یہ احمق خواہ خود کو ریچپوں سے نچوڑتے ہیں۔“

”اے تو کیا واقتی....!“ حمید نے خیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

”وزراہی سی دیر میں معلوم ہوا جاتا ہے.... سرکار کو یقین نہیں آیا تمہاری باتوں پر....!“

”یقین نہ کرنے کی وجہ....!“ حمید جھلا گیا۔

”آخر تم دونوں نے رتن پور کارخانے کیا تھا....?“ سیکریٹری نے پوچھا۔

”شامت نے گھیرا ہو گا.... میں کیا جانوں.... وہ تو مجھے کسی گدھے کی طرح جوتے پھر تا ہے.... یہ بتائے بغیر کہ کسی فعل کا مقصد کیا ہے۔ پہلے اُس نے مجھے یہاں نہ صرف یہ کہہ کر بھیجا تھا کہ میں فیلی میں قیام کروں.... پھر خود بھی آپنچا۔ اور یہیں آکر بتایا کہ وہ کملہ کے قاتمکوں

کی تلاش میں ہیں ہے.... کہنے لگا کہ اس میں ہر ہائی نس کا ہاتھ بھی ہو سکتا ہے.... میں نے کانوں پر ہاتھ رکھے اور اُسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگا کہ اگرچہ یہ حقیقت ہے تو ہمیں چپ چاپ

حمدی نے کہا اور پوری کہانی دھراوی۔ پھر چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ ”میں بالکل بے فہم ہیاں سے چلے جانا چاہئے.... بھلا ہر ہائی نس سے کوئی نکر لے سکے گا۔“

ہوں سرکار مفت میں مارا جاؤں گا۔ اگر کبھی اس ملازمت سے چھکنا کار حاصل کرنے کی کوشش کیا۔ میکری شری چند لمحے خاموش رہ کر ہر تارہ پھر بولا۔ ”ہر ہائی نس کے علاوہ اور کوئی بھی اُس پیکٹ میں ہوں تو وہ نمکی دپتا ہے کہ ساری عمر جیل میں سزا دادے گا۔ وہ کتنا برا سازشی ہے.... میں دچپکی نہیں لے سکتا۔ لیکن وہ پیکٹ ہر ہائی نس تک نہیں پہنچا۔“

”ہوں....!“ حمید نے کچھ سوچتے ہوئے سر کو جنگش دی.... ”کملہ کے کوارٹر میں شائدہ جانتا ہوں۔“

”پیکٹ بھی تلاش کیا گیا تھا۔“

”تمہیں ان باتوں سے سروکار....!“ سیکریٹری غرایا۔

”قطیعی نہیں.... لیکن شائدہ میں کوئی کام کی بات بتا سکوں۔“

”یعنی....!“

”وہ پیکٹ تمہارے ہی کسی آدمی نے مجھ سے چھینا تھا....!“

”بکواس.... اس طرح وہ ہر ہائی نس تک ضرور پہنچا ہوتا۔“

”نہیں سمجھے... بہا...!“ حید نے تھوڑہ لگایا۔ ”نہیں سمجھ سکتے۔ میں پوری طرح سمجھ گیا ہو، لے چلو...!“ سیکریٹری دوسروں کی طرف دیکھ کر غایا۔

”سنپارے...!“ حید کے ہونٹوں پر شریسی مکراہٹ نظر آئی۔ ”ہم تو سر انتیل لئے پھرتے ہیں۔ لیکن میری موت تمہارے ہزارہی نس کے لئے بڑی پریشانیاں لائے گی۔“

اس کی طرف بڑھتے ہوئے قدم رک گئے اور سیکریٹری غرایا۔ ”کیوں؟“

”مجھے کسی غدار کی پر چھائیں نظر آ رہی ہے۔“ حید یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔ چند لمحے خلاءم گھورتا ہا۔ پھر سیکریٹری کی طرف دیکھے بغیر بولا۔ ” بلاشبہ وہ تمہارا ہی کوئی آدمی تھا جس نے میرا خاطب ہوا۔ پھر بڑی لجاجت سے بولا۔ ”کیا آپ میرے لئے تھوڑا سا وقت نکال سکیں گی۔“

جیب سے پکٹ نکلا تھا لیکن...!“

حید نے تھوڑہ لگایا۔ لیکن جلد ہی سنجیدگی اختیار کر کے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا ہوئی بولی۔

”وہ ہزارہی نس کو... بلیک میل... کرے گا۔“

کچھ دیر بعد وہ دونوں سٹنگ روم میں نظر آئے۔ خضران سر جھکائے بیٹھا تھا اور روزا مختصر بانہ بالکل ایسا ہی معلوم ہونے لگا جیسے حید کے یہ الفاظ بہوں کی طرح ان کے سروں پر پڑے۔ انداز میں بار بار پہلو بدلتا ہی تھی۔ بالآخر جب وہ بہت زیادہ گھٹن محسوس کرنے لگی تو اسے ہی پہل کرنی پڑی۔

”قرستان کا ساسناٹا چھا گیا۔ پھر فتحادر والے کی جانب سے آواز آئی۔“ ”ٹھہر و۔“

رتن پور کا والی دروازے میں کھڑا حید کو گھور رہا تھا۔

حید ایک بار پھر بوكھلائے ہوئے انداز میں جھکتا چلا گیا۔

”سید ہے کھڑے ہو جاؤ۔“ اس بار وحشت زدہ والی ریاست کے لجھے میں نرمی تھی۔ وہ بکھر گھورنے لگا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس کے ذہن کی گھرائیوں میں اترنے کی کوشش کر رہا ہو۔ یک بیک اس نے کہا۔ ”میرے ساتھ آؤ۔“ اور دوسری طرف مڑ گیا۔

✿

روزا اتنی تھک گئی تھی کہ صرف ایک ہی منزل کے زینے بے حد گراں گذرے والا کرے کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ غالباً قتل کھولنے سے پہلے کچھ دیر دم لینا چاہتی تھی... وہ کسی نے اس کا شانہ چھو کر کہا۔

”مجھے بے حد افسوس ہے۔“

وہ چونک کر مڑی سامنے خضران کھڑا تھا۔ ٹھنڈی سی لہر اس کی ریڑھ کی بڑی میں دوڑ گئی۔

”م... میں نہیں سمجھی جتاب۔“

”میں اس وقت نئے میں تھا محترمہ...!“

”میں...؟“ روزا نے تجھاں سے کام لیا۔

”وہی کیسے والی بات...!“

”ارے وہ تو کچھ نہیں...!“ روزا ہنس پڑی۔ ”میرا کام ہی یہی ہے کہ ایسے موقع پر جھز کیاں ہوں۔ بڑی اچھی تھوڑا مجھے ملتی ہے جناب۔“

”اوہ... کتنا گھر اٹھ رہے ہے...!“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں اس طرح بربادیا جیسے خود سے گھورتا ہا۔ پھر سیکریٹری کی طرف دیکھے بغیر بولا۔ ” بلاشبہ وہ تمہارا ہی کوئی آدمی تھا جس نے میرا خاطب ہوا۔ پھر بڑی لجاجت سے بولا۔ ”کیا آپ میرے لئے تھوڑا سا وقت نکال سکیں گی۔“

”ضور و... ضرور... تشریف لائیے۔“ روزا کمرے کا قتل کھولنے کے لئے آگے بڑھتی حید نے تھوڑہ لگایا۔ لیکن جلد ہی سنجیدگی اختیار کر کے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا ہوئی بولی۔

”کچھ دیر بعد وہ دونوں سٹنگ روم میں نظر آئے۔ خضران سر جھکائے بیٹھا تھا اور روزا مختصر بانہ ہوں۔ قبرستان کا ساسناٹا چھا گیا۔ پھر فتحادر والے کی جانب سے آواز آئی۔“ ”ٹھہر و۔“

”فرمائیے میں کیا خدمت کر سکتی ہوں...!“

”اب اور زیادہ شرمندہ نہ تکھجے۔“ اس نے سر اٹھا کر کہا۔ روزا کو اس کی آنکھوں میں موئے مولے قدرے نظر آئے۔

”م... میں نہیں سمجھی جناب...!“

خضران نے دوسری طرف منہ پھیر کر آنکھیں پوچھیں اور پھر اس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

”مجھے نئے میں بہت جلد غصہ آ جاتا ہے.... پھر تاریخی حالت میں اتنی شرمندگی ہوتی ہے کہ خود کشی کر لیتے کو دل چاہتا ہے۔“

”اوہ... کوئی بات نہیں ہے، آپ کو کس طرح یقین دلاؤں کے میں نے بُرا نہیں مانا تھا۔“

و فتحادر والے پر دستک دی اور وہ چونک پڑے۔

”کم ان...!“ روزا نے کہا دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے.... روزا بوكھلا کر کھڑی ہو گئی۔ وہ ان کے سینوں پر لگے ہوئے سرخ رنگ کے بیجوں کو گھورے جا رہی تھی۔

”تھت... تشریف رکھئے جناب....!“ اس نے ان سے کہا وہ بیٹھ ہی رہے تھے کہ خضران

روز اسے اجازت طلب کر کے اٹھ گیا۔ اُس نے ان دونوں کو دیکھتے ہی اپنی تاک پر رومال رکھ لیا تو چاہتا ہے ”وہ کھل کر کبھی آپ کے سامنے نہیں آئے گا۔ کسی ایسے آدمی کو سامنے لائے گا ہے آپ جانتے نہ ہوں۔“

پنس کسی سوچ میں پڑ گیا۔ کچھ دیر تک اُس کی انگلیاں کرسی کے ہتھ پر چلتی رہیں۔ پھر وہ حید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا فکر مند بھجے میں بولا۔

”مگر اُس پیٹ کی اہمیت سے میرا کوئی آدمی بھی دافت نہیں۔“

”سر کار.... سر کار.... سر کار....!“

”یا بتے ہو....!“

”جس پیٹ کے لئے ایک قتل ہو گیا ہواں کی اہمیت کا کیا پوچھنا... ایک بار ایک لڑکی نے مجھے آنکھ ماری تھی۔“

”شٹ اپ....!“

”یقین کجھے کہ وہ لڑکی ہرگز نہیں تھی۔ لڑکی کی ماں تھی.... لڑکی تو....!“

”دفتاً ایک آدمی پر دہ ہٹا کر کرے میں داخل ہوا.... اور تقطیساً جھک کر بولا۔“ ریڈ بیجز....

”بُورہاں نس....!“

”آنے دو....!“ پنس نے اُس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

”اُس کے جانے کے بعد ہی دو آدمی اندر آئے.... ان کے سینوں پر سرخ رنگ کے بیجڑے گئے ہوئے تھے۔

”آن داتا....!“ آن میں سے ایک بولا۔ ”خفران نام کا ایک آدمی فیلیٹی میں موجود تھا۔ ہم

ہے۔ ہزاروں ایسے کیس نظروں سے گزرے ہیں پچھلے سال ایک گدھے نے اس زور سے ان

ڈھاک لیا تھا۔“

”وہ کہاں ہے؟ کم سے کم الفاظ استعمال کرو۔“ پنس دھڑا۔

”وہ تو ہمیں دیکھتے ہی اٹھ گیا تھا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ ہمیں جس آدمی کی تلاش تھی وہ....!“

”کل گیا۔!“ پنس اپنی ران پر ہاتھ مار کر کھڑا ہو گیا۔

”سک سر کار اگر ہم اُسے پچانتے ہوتے....!“

”میں کہتا ہوں بکواس بند کرو.... نمک حراموں۔“

اور دوبار چھیکا بھی تھا۔

اُس کے چلے جانے پر روزانے بڑے خوفزدہ انداز میں اُن لوگوں کی آمد کا مقصد پوچھا تھا۔

”تیسری منزل کے خفران نامی کسی آدمی کے بارے میں پوچھ گئے کرنی ہے۔“

”خ.... خفران.... وہ تو.... وہا بھی آپ کے سامنے یہاں سے اٹھے ہیں۔“

”ہمیں....؟“ دونوں نے بیک وقت کہا اور اُنھیں کھڑے ہو گئے۔ پھر وہ اتنی تیزی سے باہر نکل گئے تھے کہ روزا کے ہونٹ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ غالباً اُس نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

آنکھوں میں الجھن کے آثار لئے وہ باتھ روم کی طرف مڑ گئی۔



رتن پور کا والی حید کو گھور رہا تھا اور حید اس طرح سر جھکائے بیٹھا تھا جیسے اس سے پہلے بہت کچھ سنتا رہا ہو۔

وختا پنس غربیا ”اگر یہ بات غلط نکلی تو میں تمہارے ٹکڑے اڑا دوں گا۔“

”س..... سر کار....!“ حید ہکلایا۔ ”میں نے تو عرض کیا تھا کہ وہ نامعلوم حملہ آؤ۔“

خفران بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے یقین کے ساتھ تو نہیں کہا۔

”اچھا تو یہی ثابت کرو کہ میرا کوئی آدمی مجھے ملک میں کرنا چاہتا ہے۔“

”وقت ثابت کرے گا سر کار.... میں جادو گر تو نہیں ہوں لیکن ذہنی تربیت بھی کوئی نہیں ہے۔ ہزاروں ایسے کیس نظروں سے گزرے ہیں پچھلے سال ایک گدھے نے اس زور سے ان

ماری تھی۔“

”بکواس بند کرو۔“

”س تو بچھے سر کار.... وہ ایسا عدیم الفر صت گدھا بھی نہیں تھا کہ خواہ مخواہ لات مار دیتا۔“

اسے بجور کر دیا گیا تھا کہ وہ لات مارے۔

”کیا تم شے میں ہو....?“ پنس نے خونخوار لبھجے میں کہا۔

”سر کار پوری بات سن لیں۔ لات کھانے کے بعد میں تو بد حواس ہو گیا تھا لیکن کسی یہاں مدد نے میری جیب صاف کر دی تھی.... تو کہنے کا یہ مطلب کہ جو شخص آپ کو بیک میں کرے

وہ سر جھکائے کھڑے رہے اور حمید بڑا لیا۔ ”بہت چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔“
پھر پرنس سے بولا۔ ”سر کار اجازت ہو تو میں بھی ان سے کچھ پوچھوں۔“
پرنس جو قہر آؤ نظر وہ انسان تھا تو خیال آیا کہ ہمارے سرخ یہ جز پر نظر پڑتے ہی وہ ناک پر رومال رکھ
معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے دہاں کسی چوتھے آدمی کے وجود کا علم ہی نہ ہو۔

دھنٹا وہ سر دلجی میں بولا۔ ”تم دونوں دس گز کے فاصلے سے دوڑ کر اپنے سر ٹکراو۔“

”یورہائی نس...!“ حمید نے کچھ کہنا چاہا۔

”شٹ اپ...!“

حمدید پھر کچھ نہ بولا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے دور ہٹتے گئے۔ اور پھر اس طرزِ رخی آدمی کی طرف مڑا۔
رکے کہ دونوں کے چہرے ایک دوسرے کی جانب تھے۔

”جلدی کرو۔“ پرنس نے چڑے کا چاپک فرش پر مارتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں جھکے اور اچھل اچھل کر آپس میں سر ٹکرانے لگے۔ حمید کو نہیں بھی آرہی تھی اور خوف بھی محسوس ہو رہا تھا۔ ”آن داتا...!“ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر منہ کے مل فرش پر چلا آیا۔ حمید پرنس کے پیچھے چل وہ بھینسوں کی طرح سر ٹکرا کر چیختے اور کرتا ہے۔ کبھی کبھی ذہیر بھی ہو جاتے۔ لیکن انہیں رہا تھا۔

پھر اٹھنا پڑتا۔ جب تک نہ اٹھتے وہ حشر ان کا چاپک آن پر برستا رہتا۔
کچھ دیر بعد آن میں سے ایک قطعی طور پر بیہوں ہو گیا۔۔۔ تب دوسرा فرش پر دوڑا تھا۔ اس جگہ کو روم نمبر بارہ کے نام سے یاد کیا تھا۔۔۔ لیکن وہ توہاں تھا اور اتنا بڑا ہاں آج تک حمید کی ہوتا ہوا گڑگرایا۔ ”یورہائی نس...!“ اس اذیت سے توہیں بہتر ہے کہ آپ ہمیں گولی مار دیں۔
پرنس نے سونچ بورڈ پر لگے ہوئے ایک سونچ کا پیش مٹن دیا۔ کہیں دور سے گھنٹی کی آواز اُڑا اور ایک آدمی کمرے میں داخل ہو کر کورنش بجا لایا۔

”سیکریٹری کو بلاو...“ پرنس نے کہا اور اٹھ لئے پاؤں واپس گیا۔

”ارے باب رے...!“ حمید نے آنکھوں پر دونوں ہاتھ رکھ لئے اور چلتے چلتے رک کر اس طرح کاپنے لگا جیسے کوئی سردی کھایا ہوا بکری کا پچھہ ہو۔ ساتھ ہی وہ بڑا رائے جا رہا تھا۔ ”ارے خدا تو نے میرے باب کے گناہ پچھلے سال ہی معاف کر دیے ہوں گے اب میرے گناہ بھی معاف کر دے... ایکس کیوزی پلیز... مائی گوڈ...!“

حمدید تھکے ہوئے آدمی سے مخاطب ہوا۔

”تمہیں یقین ہے کہ اُس نے تمہیں دیکھ کر ہی منہ پر رومال رکھا تھا اُسکی اور کوئی وجہ رہی ہوگی۔“
”بم... مجھے یقین ہے... پہلے تو ہم نے خیال نہیں کیا تھا... لیکن اُس کے اٹھ جانا کے بعد جب ہمیں معلوم ہوا کہ... وہی خضران...!“

پرنس نے تھوہہ لگایا۔ لڑکیاں ان کے قریب آگئی تھیں۔ حمید بدستور آنکھیں بند کئے کاپنٹا

وہ دم لینے کے لئے رک گیا۔ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اب وہ بھی بیہوں ہو جائے گا۔ پہلیں جھلی پڑتی تھیں۔ اُس نے خنک ہو گئی پر زبان پھیری اور پھر بولا۔ ”جب یہ معلوم ہوا کہ وہ خضران تھا تو خیال آیا کہ ہمارے سرخ یہ جز پر نظر پڑتے ہی وہ ناک پر رومال رکھ کر... دو تین بار چھیکا تھا... اور کمرے سے چلا گیا تھا۔“

”مجھے یقین ہے کہ یہی ہوا ہو گا...!“ حمید نے سر ہلا کر کہا۔ ”وہ بہت چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے... چونکہ وہ اپنے دانتوں کی وجہ سے ہزاروں میں بیچانا جائے گا اسی لئے اُس نے ناک پر رومال رکھ لیا تھا۔“

رہا.... جسم کی یہ کپکاہٹ اب مو سیقی سے بھی کسی حد تک ہم آہنگ ہو گئی تھی۔ پرنس نے لاکیوں کے زندگی سے باہر جاتے ہوئے انہیں کسی قسم کا اشارہ کیا اور وہ یک یک حمید پر ٹوٹ پڑیں۔

”ارے.... ارے....!“ حمید نے خواخواہ چینشا شروع کر دیا۔ ”بب بچاؤ.... بچاؤ.... آز چھین.... ارے چھین.... اچھن.... آت چھین.... مرا سر کار.... نن.... نزلے کی تحریک شروع ہو گئی.... آت چھس.... نن.... نمونیہ بھی ہو جائے گا۔“ دوسرے ایک دوسری پر ڈھکلیتار پیں۔

پھر کچھ دیر بعد پرنس کی آواز گنجی ”ہٹ جاڑ.... الگ ہٹو.... نغمہ بند کرو“ مو سیقی کی لمبیں نفایاں ارتقا ش پیدا کرتی ہوئی سنائیں میں گم ہو گئیں۔ لاکیاں آہنگ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھیں۔

”ہاتھ ہناو آنکھوں سے بب....!“ پرنس نے غصب ناک ہو کر حکم دیا اور حمید کے ہاتھ حکما کے ساتھ پہلوؤں میں جھوول گئے۔ وہ اس طرح کھڑا تھا جیسے پشت پر کوہاں نکل آیا ہو۔ ”سید ہے کھڑے ہو جاؤ۔“

حمد کسی روڈ کے بولے کی طرح اکڑ گیا۔ پرنس کا سیکریٹری سامنے ہی موجود تھا۔ ”اس کا حلیہ پھر بتاؤ.... اور اپنے باس کا بھی۔“ پرنس نے حمید کو گھورتے ہوئے کہا۔ سیکریٹری سے بولا۔ ”توٹ کرو....!“

حمد نے خزان اور فریدی کے ہاتھ بیان کئے اور سیکریٹری نوٹ کرتا رہا۔.... جب وہ نوٹ بک بند کر چکا تو پرنس نے اسیٹ کی ناک بندی کا حکم دیتے ہوئے کہا۔ ”ایک گھنٹے کے اندر اندر ہلے سارے ناکوں پر پیچ جانے چاہئیں.... ریلوے اسٹیشنوں پر ساری ٹرینیں اُس وقت تک رکھ جائیں جب تک کہ اُن کی تلاشیاں نہ ہو جائیں.... اور اس لڑکی روزا کو یہاں حاضر کرو....!“ کے لئے صرف پانیں منٹ دے سکتا ہوں۔“

سیکریٹری تعیین کے لئے جھکا اور باہر نکل گیا۔ حمید دم بخود کھڑا تھا۔ پرنس اُس کی طرف مڑا۔ قبائل اس کے کھوکچے کہتا حمید ہاتھ جوڑا بول پڑا۔ ”سرکار میری بھی ایک عرض ہے میں جانتا ہوں کہ مجھے معاف نہیں کیا گیا۔...!“

موت سے بھی نہیں ڈرتا۔ لیکن مرنے سے پہلے میری ایک خواہش ضرور پوری ہونی چاہئے۔“ ”ہوں....!“ پرنس نے سوالیہ انداز میں بھنوں چڑھائیں۔

”فریدی کو میرے حوالے کر دیا جائے تاکہ میں اُس کی بہٹیاں توڑ سکوں۔“ ”کیوں....؟“

”ہم نے مجھ پر بے شمار مظالم کئے ہیں۔ سب سے بڑا ظلم تو یہ کہ میں کوارائی مرجاوں گا۔.... آج تک شادی نہ ہونے دی۔.... ابھی پچھلے مہینے کی بات ہے ایک جگہ بات لگی تھی۔ وہاں پہنچ کر بھیڑ مار دی۔.... لڑکی والوں سے جڑ دیا کہ میں چرس پیتا ہوں۔“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کس قسم کے آدمی ہو۔“ پرنس کے ہونٹوں پر خفیف سی مکراہٹ نظر آئی۔

”حد ہو گئی سرکار ایک جگہ تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اب تک سازھے تین درجن لاکیوں سے عشن کر چکا ہے۔.... سازھے تین درجن.... ارے باپ رے۔“ ”وہ پھر کسی چوت کھائے ہوئے مینڈک کی طرح کا پنپنے لگا۔“ ”تم گدھے ہو۔“

”میں سرکار....!“ حمید نے پھر ہاتھ جوڑ دیے۔ ”لاکیاں بھی یہی سمجھتی ہیں لیکن....!“ ”ٹھہرو.... تمہیں ایک تماشہ دکھاؤں....!“ وہ سوچ بورڈ کی طرف بڑھتا ہوا بولा۔

غالباً اُس نے کسی پیش میں پرانگی رکھی تھی۔ حمید کی پشت والی دیوار سے ہلکی سی چچڑاہٹ بلند ہوئی اور اس نے ایک چور دروازہ نمودار ہوتے دیکھا۔ لیکن ٹھیک اُسی وقت لاکیوں نے چینشا اور بھاگنا شروع کر دیا۔ بالکل ایسا یہ معلوم ہو رہا تھا جیسے بھیڑوں کے گلے میں کوئی بھیڑ یا گھس آیا ہو۔ پرنس نے چاپک گھما کر ان کے مجمع میں پھیکا۔ ایک لڑکی کی ناگ چاپک سے ابھی اور وہ دہرام سے فرش پر چلی آئی۔

دوسری لاکیاں مختلف دروازوں سے باہر نکل پچھی تھیں۔ چاپک سے الجھ کر گرنے والی اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن اُسے کامیابی نصیب نہ ہو سکی کیونکہ اُس کے گرد چاپک کے بلوں میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔

وہ چیز رہی تھی بلبلاری تھی:.... اور حمید متھیر انداز میں کھوپڑی سہلا رہا تھا۔ سمجھتی میں

”م.....م.....ارے باپ رے... مطلب یہ کہ.....میری بھی تو سنئے۔“

”شوٹ اپ....!“ روشنداں سے آواز آئی۔

تحوڑی دیر کم پھر سناٹا چھایا رہا۔ پرنس نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ روشنداں سے پھر آواز آئی۔ ”تم اب یہ سوچتا ترک کر دو کہ تمہاری ریاست کے گرد لو ہے کی دیواریں ہیں.... اس وقت تمہارے محافظت دستے کی آنکھوں میں دھول جھوٹی تھی.... کل تمہیں ایک تھیلے میں بند کر کے شانکہ سڑکوں پر بھی گھینٹا پھر دوں...!“

پرنس جیجیجی کر اپنے آدمیوں کو آوازیں دینے لگا۔ لیکن دروازے تو بند تھے۔ شاید انہیں باہر سے نہ کھولا جاسکتا۔ روشنداں سے قہقہے کی آواز آئی.... اور کہا گیا۔ ”اینگلو انڈین اور اُس کی لڑکی کو اٹھیت سے نکل جانے دو.... یہ میرا حکم ہے۔“

”بکواس بند....!“ پرنس حلق چھاڑ کر چینا۔

”سرف دو گھنٹے کی مہلت....!“ فریدی کی آواز آئی۔ ”اگر وہ دونوں دو گھنٹے بعد ریلوے اسٹیشن پر نظر نہ آئے تو میں تجھ تھیں تھیلے میں بند کر کے سڑکوں پر گھینٹا پھر دوں گا.... شب تھیں....!“

روپکھ توب توب کر سر دھوچ کا تھا۔ اور لڑکی ایک گوشے میں دیکی ہوئی بُری طرح کانپ رہی تھی۔



سرخ نیچ والے پرنس کے مخصوص اشاف کے لوگ تھے۔ اٹھیت کے باشندوں میں انہیں موت کے فرشتوں کے نام سے یاد کیا جاتا۔

راہ چلتے اگر کسی کو کوئی سرخ نیچ والا نظر آ جاتا تو اُسے موت سامنے کھڑی دکھائی دیتی اور تاد قنک وہ اُسے نظر انداز کر کے گزرنہ جاتا اُس پر جاگنی کی کیفیت طاری رہتی۔

روز اکو جب یہ معلوم ہوا کہ سرخ نیچ والوں سے دوسری ملاقات خود اس کے لئے کسی الجھن کا باعث بننے والی ہے تو اس کا دم ہی تو نکل گیا۔ لیکن بے چوں و چرا تمیل احکام کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔

رات پھر اُسے راج محل کے ایک کمرے میں مقید رکھا گیا اور دوسرے دن تقریباً دس بجے

نہ آ سکا کہ یہ سب یہ کیا تھا۔ پھر دھنٹا اُس چور دروازے کا خیال آیا جس کے نمودار ہوتے ہی ہنگامہ برپا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے اُس کی طرف مڑا۔ لیکن پھر اس طرح سنائے میں آگیا جیسے اپنے روح قبض کر لی گئی ہو۔

دروازہ میں ایک روپکھ نظر آیا۔ جو پچھلی ناگوں پر کھڑا آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ پرنس نے حیدر سے کہا ”ذرو نہیں.... وہ تمہاری طرف متوجہ بھی نہیں ہو گا۔ سوچ بولا پر سرخ رنگ والا بُش بُش دبادو....!“

حیدر بُوکھلائے ہوئے انداز میں سوچ بُوڑ کی طرف بچپنا۔ وہ جس بُجھ بُجھ بدھوا ہو گیا تھا بُش پر انگلی پڑتے ہی ایسا محسوس ہوا جیسے ساری دیواریں دھڑام سے نیچے آپڑی ہوں۔ مگر واقعہ صرف اتنا سا تھا کہ بُش دبجتے ہی بُل کے سارے دروازے بند ہو گئے تھے۔ شاید ان دروازے میں اوپر کی طرف خلا میں تھیں جن سے فرش پر تختے پھسل آئے تھے۔

اب پرنس نے لڑکی کو چاک کے بلوں سے آزاد ہو جانے دیا۔ روپکھ پر نظر پڑتے ہی لاکر نے اور زیادہ چینخا اور بلبلہ انشروع کر دیا تھا۔

اب وہ چاروں طرف دوڑتی پھر رہی تھی اور روپکھ اُس کا تعاقب کر رہا تھا۔ ایک بار روپکھا جھپٹ کر اُسے دھکا دیا اور وہ فرش پر ڈھیر ہو گئی۔ روپکھ پھر سر و قد کھڑا ہو گیا۔ چینخے چینخ لڑکی کا گلار نہ گیا تھا۔

روپکھ دو چار قدم چھپے ہٹا۔ اور دوبارہ لڑکی پر جھپٹنے ہی والا تھا کہ سامنے والے روشنداں سے پے درپے فائر ہوئے۔ روپکھ لڑکھڑا۔ اور ڈھیر ہو گیا۔ ایک گولی سینے پر پڑی تھی اور دوسری پھیلے ہوئے دہانہ میں جا گھسی تھی۔

”یہ کون ہے....!“ پرنس حلق چھاڑ کر دہڑا۔ ”احمد کمال فریدی کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے.... نہیں.... نہیں پرنس تم اپنی جگہ جبکش نہیں کر دے۔ اب بھی ریلو اور کی زد پر ہو۔“

پرنس کچھ نہ بولا۔ وہ ساکت و سامت کھڑا تاریک روشنداں کو گھوڑے جا رہا تھا۔ ”حیدر.... کانپیر یہ ردی گریٹ.... میں تمہارے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔۔۔۔۔ دیکھوں گا تمہیں اگر سکا سکا کرنے مارا تو کچھ بھی نہ کیا۔“

پرنس کے حضور میں پیشی ہوئی مقصداں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا کہ خضران کے تھم پروادہ نہیں ہوتی تھی کہ وہ کن حالات سے گذر رہا ہے۔ بس جو سو بھی تو سو جھ گئی..... اب اس وقت روزاکی طبلی کا اصل مقصد یہ تھا کہ خضران کے متعلق مزید معلومات بھم پہنچائی جائیں کیونکہ ہماری رعایا کب سے ہے....؟ ”

”سرکار جانتا چاہتے ہیں کہ تم کب سے نمک خوار ہو...؟“ سیکریٹری نے روزا رخ بھیجا تھا جس کی ذہنی رو بہک گئی۔ حید نے مناسب سرخ بھیجا تو ان نے اُسے آنکھ کمرے میں دیکھا تھا۔ لیکن پرنس کی ذہنی رو بہک گئی۔ حید نے مناسب سرخ بھیجا تھا جس کا تذکرہ چھیڑے بغیر وہاں سے اٹھ جائے۔ ویسے پچھلی رات سے اب تک اُس نے اپنے لئے خاص جگہ بنالی تھی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو روزا اُس مرغ کی پشت پر کیسے نظر آتی۔

”پپ پانچ سال سے.... جتاب والا...؟“

پرنس نے سیکریٹری کو اس طرح گھور کر دیکھا جیسے کچھ بھی چاہا جائے گا۔ حید جو برادر تھا صوفے پر بیٹھا تھا جھک کر آہستہ سے بولا۔ ”پانچ سال پہلے تو یہ آفت کی پرکالہ رہی ہوا اس کے باوجود بھی حید اس پیکٹ کار ازانہ معلوم کر سکا جس کے لئے یہ ہنگامہ جاری تھا.... پھر وہ کیسے سمجھ لیتا کہ پرنس کریک یا خبطی ہے۔

اس نے روزا سے خضران کے متعلق معمولی پوچھ گئے کرنے کے بعد پرنس سے کہا۔ ”یہ جھوٹی نہیں معلوم ہوتی سرکار.... خضران کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی...!“

”ہوں....!“ پرنس غریباً... اور نصف درجن سرخ بھیجا تو ان کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”سیکریٹری کو مرغایا نہیں۔“

”کس سرکار.... آن داتا....!“ سیکریٹری گڑھ لیا لیکن ایک نہ چلی۔ سرخ بھیجا تو اس نے طبلی کا حکم دوپہر کے کھانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہا تھا کہ اے ڈی۔ سی نے طبلی کا حکم سنایا۔ پرنس اپنی خواب گاہ میں تھا اور حید کو دیکھنے طلب کیا تھا۔

”حید نے وہاں پہنچ کر پہلی بار اُس کے چہرے پر فکر مندی کے آثار دیکھے۔“

”میٹھ جاؤ....!“ پرنس نہ شہلتا ہوا بولا۔ پھر رکا۔... چند لمحے حید کو گھورتے رہنے کے بعد بولا۔ ”اگر وہ بیک میکر تھہارے بس کے ہاتھ آجائے تو کیا ہو گا۔“

”یقیناً بڑی بات ہو گی....!“ حید نے جواب دیا۔ پھر بولا۔ ”مگر سرکار میں پھر عرض کروں گا، اُس آدمی خضران کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ ہو سکتا ہے کہ اُس کی آواز کے سلسلے میں مجھ سے غلطی ہوئی ہو۔“

”نہیں تم بہت ذہین اور بالصلاحیت آدمی ہو۔ تم سے غلطی نہیں ہو سکتی۔ یہ دیکھو....!“ اُس نے اُس کی طرف ایک لفافہ اچھالتے ہوئے کہا۔... حید نے اُسے ہاتھوں پر روک کر خط کلالا۔... خیر تھا۔

”یورہائی نس! مجھے حیرت ہے کہ آپ کے آدمی یہ بیک میرے پیچھے کیوں پڑے گئے؟ اشیت پرنس کے کچھ آسی قسم کا آدمی تھا۔ حید کے اندازے کے مطابق اُسے شانک وہ ذرہ براہ راست سے لف اندوز ہوتا ہا پھر سرخ بھیجا تو ان کے بارے سے بولا۔ ”یہ گدھا گرنے نہ پائے۔“

”پرنس کچھ آسی قسم کا آدمی تھا۔ حید کے اندازے کے مطابق اُسے شانک وہ ذرہ براہ راست سے لف اندوز ہوتا ہا پھر سرخ بھیجا تو ان کے بارے سے بولا۔ ”یہ گدھا گرنے نہ پائے۔“

میں میرا حلیہ جاری کرایا گیا ہے لیکن میں ایسی بھگہ ہوں حضور والا جہاں آپ کے پرندے پر... وہ گا... اگر یہ کام بن گیا... اور تمہارا بیاس تو پھانسی کے تختے پر نظر آئے گا... بس مار سکتے... میں ریزیڈنٹ کا باورپی ہوں... آپ کو مکالاتی نرس توبادی ہو گی... اور وہ تم کی بنا پر مجھے تھوڑی سی الجھن ہو گئی ہے۔“



رات کے دس بجے تھے... حید اور ہر ہائی نس پیڈل ہی ریزیڈنٹ ہاؤز کی طرف چل جلا بیٹھا ہے لیکن واکر ایسے کی وجہ سے مجبور ہے... بہر حال اگر آپ تصویر خریدنا چاہیں تو انکار بھی نہ ہو گا... رقم ایک ایک ہزار کے نوٹوں کی شکل میں ہوئی چاہئے۔ سودا آج ہی ہو جا دن ہی اس کے دشمن ثابت ہوں گے... نہ صرف پیکٹ بلکہ خضران کو بھی تو قابو میں کرنا تھا تو بہتر ہے... گیارہ بجے رات کو مشرقی گیٹ پر میرے منتظر ہے۔“

لیکن دوسری صورت میں وہ آپ کے بجائے ریزیڈنٹ کے قبضے میں ہو گی جو آپ سے بے خواہ جلا بیٹھا ہے لیکن واکر ایسے کی وجہ سے مجبور ہے... بہر حال اگر آپ تصویر خریدنا چاہیں تو توہین کا انتقام بھی لیتا تھا کہ اس نے اُسے اور جکدی لش کو کھلنوں کی طرح ٹریٹ کیا تھا۔

حید نے خط ختم کر کے طویل سانس لی۔ چند لمحے کچھ سوچتا ہا پھر بولا۔ ”میری بھگہ میں نہ مشرقی چھانک کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے۔ اب گیارہ بجتے میں دس منٹ باقی تھے... یہ آتا کہ ریزیڈنٹ آپ کا کیا بگاڑ لے گا۔ کیا یہاں جو کچھ بھی ہوتا ہے اُسکی اطلاع اسے نہ ملتی ہو گی۔ چھانک وہی کی کپڑا ڈنک کے اُس حصے میں تھا جہاں بے ترتیب جہازیں بکھری ہوئی تھیں اور شام دوسرے اعمالہ ہے... تم نہیں بھگ سکتے۔“ پرنس نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

”یہ چھانک کبھی کھولا بھی نہیں جاتا تھا... پہرہ بھی نہیں ہوتا تھا اس پر۔“ دفعہ انہوں نے پیروں کی چاپ سنی اور چوک پڑے... حید تیزی سے پیچھے ہٹا کیونکہ اسکیم ”بکواس...“ عقل استعمال کرو... ایسی صورت میں جبکہ وہ مزدود... تمہارا بیاس کے طالز اسے چھپ کر خضران کو گولی مارنا تھا۔

ابھی تک گرفتار نہیں ہو سکا۔ میں کوئی خطرہ مول لیتا نہیں چاہتا... دس لاکھ ہی کی توبات: ”وہ پہنچے لگا... خضرت کا کہیں پتہ نہیں... یہ میدان میرا ہے۔ اُسے پرنس کے قریب ہاں... سو بے اسکیم ہے... میں تم سے پوری طرح متفق ہوں کہ یہ حرکت میرے لئے اُسی دو راسالیہ نظر آیا... حید زیادہ فاصلے پر نہیں تھا... اس نے شامد وہ اُس کی سرگوشیاں بھی آدمی کی ہے اس لئے کوئی دوسرا فراہم بھی ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر... خیر جانے دو۔ صاف سن سکتا۔

میں اب بہت محتاط رہنا چاہتا ہوں... خود ہی یہ کام کروں گا... اور تم میرے ساتھ ہو گے... لاؤ۔ ”میں یہاں موجود ہیں...!“ اُس نے پرنس کی پلکی سی غراہٹ سنی۔

اسکی تبدیل کرو... کہ ہم نہ صرف پیکٹ حاصل کر لیں... بلکہ وہ آدمی خضران بھی ختم ہو جائے۔ ”اگر کوئی فریب ہو اور ہائی نس تو نتیجے کے آپ خود ذمہ دار ہوں گے...!“ دوسری آواز حید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا ہا پھر بولا۔ ”میک اپ! اس طرح میں اپنے بیاس سے اُذخران ہی کی ہو سکتی تھی۔“

”پیکٹ نکالو...“ میں دس لاکھ لایا ہوں۔“

”ہوں... اور ہمارے ساتھ بھیز بھی نہیں ہو گی صرف میں اور تم... میں اُس سے پہنچنے کے لئے کر دیکھوں گا... اگر اس میں مطلوبہ تصویر موجود ہوئی تو میں بیاں ہاتھ بلند کروں گا...“

”خدا عالمی میں چھپا ہوا ہے۔“ ”بکواس مت کرو... تصویر نکالو...!“ پرنس پھر گیا... اور حید نے سوچا کہ اُس سے خضران کو گولی مار دینا... بے آواز یو اور...!“

”شامدار... یور ہائی نس سے زیادہ علّقند آدمی اگلی دو چار صدیاں بھی شامد ہی پیدا کر سکتے۔“

”عقرنےب کوئی حماقت سرزد ہونے والی ہے... کہیں ایسا نہ ہو کہ خضران ہاتھ سے نکل ہی جائے... بس وہ جھپٹ کر جہازیوں سے نکلا اور قریب پہنچ کر بولا۔“ ”یور ہائی نس اس آدمی کو

مطمئن کے بغیر کام نہیں بننے گا.... لو بھی میں بھی تمہارے سامنے ہی آگیا.... نکالو پکش فریدی ہاتھا۔ اپنی اصل ٹکل میں جمید خضران کی سی آواز ستارہا تھا.... پھر "ہاں.... اب ٹھیک ہے۔" خضران بولا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ دونوں حضرات کے شائد پرنس کو بھی اُس کی ٹکل پر غور کرنے کا موقع مل گیا تھا.... وہ چیختے لگا۔ "یہ وہ تو نہیں ہے اور کوئی نہیں آیا....!" "ہوش میں آئیے سر کار آپ میرے باس کے پھندے میں آپھنے ہیں....!" جمید نے وقت نہ برباد کرو.... نکالو....! پرنس نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"جب آپ دونوں حضرات اپنے رویاور بھی میرے حوالے کر دیجئے.... میں احمد نہیں ہوں جواب دیا۔" "اوہ... احمد میں تیراگا بھی گھونٹ سکتا ہوں۔" پرنس پھر بھر گیا۔ جمید نے تھاکر کی طرح فریدی کی گرفت سے نکل بھاگے۔ موقع اچھا ہے.... دونوں کی کشتی خاصی شاذدار ہے گی اور شاذد اُسی کشتی کے دوران (اُسرا) وہ پانچ یورپین قریب آگئے تھے جنکے ہاتھوں میں بہت تیز روشنی والی بر قی مشعلیں تھیں۔ بھی بن جائے گا.... یعنی پیکٹ کا حصول۔ بس اُس نے پرنس کو تاڑ دلانا شروع کر دیا۔" "نہیں سر کار.... یہ خود کو بہت طاقت درستھا ہے.... مجھے اور میرے ساتھی کو اُس کھلونوں کی طرح اچھا دیا تھا۔ اے احمد آدمی تو ہمارے سر کار کو چیخ نہیں کر سکتا ہو؛ کی کوئی انہماز رہی جب اُس نے اُسے پردوں ہی کے بل زمین پر لکھتے دیکھا.... بالکل ایسا ہی معلوم گردن شانوں سے اکھڑوں گے۔" "اُبھی تک تو کوئی نہیں ملک سکا میرے سامنے....!" خضران کی ہنسی تھیک آمیز تھی۔ ریو الور ہے اُس کے پاس....!" جمید بے تحاشا چھان۔

"خاموش....!" یک یک پرنس اس پر جھپٹ پڑا۔ "پہلے تو ہی جا سر دوو....!" پرنس نے جمید پر فائز جھونک مارنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ فریدی سر کار ذرا ذرا ہی کا خیال رکھئے گا....!" جمید نے بڑے اطمینان سے کہا۔ اشادا نے پھر اُس پر جست لگائی۔ فائز تو ہوا لیکن ہاتھ بہک گیا.... اور گولی ایک یورپین کے بازو پر ذرا ذرا کی طرف تھا۔ اندر ہیرے میں اندازہ نہ ہو سکا کہ کون نیچے گرا تھا.... ویسے اُس نے ٹھاکی..... وہ زینڈن کا سیکریٹری تھا۔ کی آواز سنی جس نے چیخ کر انگریزی میں کہا تھا۔ "ہاں.... آؤ.... دیکھو....!" یک یک چاروں طرف بکھری ہوئی جھاڑیوں میں بھونچاں سا آگیا۔... تیز قسم کی روشنی دونوں نے مجھے فریب دیا تھا۔" تیوں پر پڑی اور کئی آدمی جھاڑیوں سے برآمد ہوئے۔

"ماڑ.... فائز کر.... او.... جمید....!" پرنس خضران سے الجھا ہوا چیخا۔ "نہیں.... دوست.... جمید اتنا احمد نہیں ہو سکتا۔" خضران کا جواب تھا۔ لیکن جمید نے ایک شیر خوار بچھے سے اُس کی ماں چھین لی ہے۔" "پرنس کچھ نہ بولا.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھ کر ہوش و حواس کو بیٹھا ہو.... یورپین پہلے تو زخمی سیکریٹری کی طرف متوجہ ہو گئے تھے.... لیکن جب انہیں اطمینان ہو گیا کہ زخم مہلک نہیں ہے تو یک یک وہ چاروں بھی پرنس پر آٹوٹے.... اور اور پھر جب ایک بار خضران کا چہرہ روشنی میں آیا تو جمید اور زیادہ بوكھلا گیا.... کیونکہ

شاند فریدی کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی کہ وہ دوبارہ اُسے اکھاڑ کر سر سے بلند کرے.... اور تراش سکتا ہے! مثال کے طور پر آپ کے آدمی نے اُسے بہت ہی حسین لڑکوں کی لائچ طرح شیخ دے کہ وہ بیرون کے مل زمین پر آنے والا گرنہ استعمال کر سکے۔ ”
”پُنس کو قابو میں کر لیا گیا۔

” یہ ہے وہ سوت کیس جس میں دس لاکھ کے بڑے نوٹ ہیں۔ ” فریدی نے زمین پر چھوٹے سوت کیس کی طرف اشارہ کیا۔ ” اُزیر یہیں اس ریاست کے مالک۔ ”
” اُس نے پُنس کے چہرے سے بچی کچھی نقیٰ ڈاڑھی بھی الگ کر دی۔ ”
” میر اخیل ہے کہ پُنس اس کی تید میں ہے.... میں اُسے برآمد کروں گا مطمئن رہئے۔ ”
” پھر سوچ لو کہ وہ اسرائے کا گہراؤ دوست ہے۔ ” فریدی نے لارپو والی سے شانوں کو جنت
دی اور ریزیڈنٹ کی آکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرا لیا۔ پھر کچھ دیر بعد بولا۔ ” صرف دو گھنٹے تک
عمارت کے اس حصے کی طرف کسی کو بھی نہ آنے دیجئے۔ ”

ریزیڈنٹ ٹھنکرانہ انداز میں سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ وہ دونوں پھر اُسی کمرے میں آئے

کچھ دیر بعد پُنس ریزیڈنٹ کی کوٹھی کے ایک کمرے میں نظر آیا۔ ریزیڈنٹ نے فریدی کو جہاں پر نہ بیٹھا دانت جیس رہا تھا۔
” کسی ایکیم کو عملی جامہ پہنانے میں مدد ضروری تھی.... لیکن اب اُنکے چہرے پر ہوانیاں اڑ رہی تھیں۔ ”
” تم دونوں جہاں بھی ہاتھ آئے زندہ نہ چھوڑوں گا۔ ” وہ انہیں مکاڑ کھا کر بولا۔
” اُس نے ایک بار بھی پُنس سے نظر ملانے کی ہمت نہ کی۔ اب کمرے میں صرف پُنز
” چلو بھیں سمجھ لو کہ ہم لوگ اس وقت ہاتھ آگئے ہیں۔ ” فریدی مسکرا لیا۔ ” پھر یہیک بیک
” سمجھیگی اختیار کر کے بولا۔ ” میرا بس چلے تو تمہیں سکا سکا کرمادوں.... تمہارے مظالم کی حد
” نہیں تھی.... ملک کے گوشہ گوشہ میں تمہارے شکاری کتے بکھرے ہوئے تھے جن کا کام تھا کہ
” میرے کسی دشمن نے فتوگرانی کا آرٹ دکھلایا ہے.... یہ ممکن ہے کہ میرے باغ کی بہرہ تمہارے لئے لڑکیاں ہمیا کریں.... شہد کی کمھی گروہ کا امتیازی نشان تھا.... گروہ کے وہ افراد جو
” گروہ میں کہیں اور کھنچنی ہوئی کوئی تصویر کھپاڑی جائے.... تم خاموش کیوں ہو.... کیا تمہارا ایک دوسرے سے ناواقف ہوتے اسی نشان کے ذریعہ آپس میں جان پیچان پیدا کرتے تھے....
” بھی شامت آئی ہے؟ مجھے نہیں جانتے کل ہی انگلینڈ واپس بھجوادوں گا۔ ”

” میرا احرازم کرو حقیر کیڑے.... ” وہ پھر فریدی پر جھپٹ پڑا۔ لیکن اس زور کا تھپٹ پڑا
” وہ خاموش ہو کر ریزیڈنٹ کو گھوننے لگا۔ ریزیڈنٹ نہ تو کچھ بولا اور نہ پُنس کی طرف لا
” ہی اٹھائی۔ اس کی بجائے فریدی سے بولا۔ ” ذرا میرے ساتھ آئیے۔ ”
” میرید بھی فریدی کے ساتھ ہی اٹھ گیا۔ پتہ نہیں کیوں وہ ان کی عدم موجودگی میں کہا
” نہ جو چلے ہی ہوشیار تھا.... جھکائی دے کر اس کا یہ حملہ ناکام بنا دیا۔
” اُوہ.... سور....! ” وہ دانت پیس کر پھر جھپٹا۔ اس بار پیشانی پر مخوب کر پڑی اور وہ کراہتا
” ہوا لامہر ہو گیا۔ ” میں رک گئے۔ ”

” شاید فریون بھی تمہارا نام سن کر کان پکڑے۔ ” فریدی کا لبجھ پر سکون تھا ” اب مجھے بتاؤ
” کہ لارڈ لہام کی لڑکی کہاں ہے۔ ”
” آخر وہ دس لاکھ لے کر کیوں آیا تھا.... اگر اس کی نظر میں اُس تصویر کی کوئی اہمیت نہ
” تھی.... میں نے یہ کھڑاک اسی لئے پھیلایا تھا کہ آپ کو یقین دلا سکوں۔ ”
” پھر اٹھ بیٹھا اور دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ غصے کا یہ عالم تھا کہ بس چلے پر دیواروں کے
” پھر سک چبڑا۔ ”
” لیکن اس کے ساتھ آپ کے آدمی کی موجودگی کھیل بگڑ دے گی.... وہ اور کوئی یہ۔ ”

”تم یہ مت سمجھو کر مجھے پوری کہانی کا علم نہ ہو گا۔ کملارچکی ہے.... اُس کی سیکل بلڈ نمبر 29 بھی تمہارے ہی خوف سے مر گئی۔ پھر کیا ہوا.... کیا یہ کہانی اُن کے بیانات کے بغیر گز فریدی نے حید کی طرف دیکھا شائد اس سلسلے میں کچھ بولنے ہی والا تھا.... لیکن اُس نے ہو سکے گی۔ میں نے یہاں کافی چھان بین کی ہے.... کملاشاہی ہسپتال میں نہیں تھی۔ ایک تجھے اخواز کرنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”خنزران کی کہانی پھر سناؤں گا.... اُسے زمرد محل میں طلب کیا گیا۔ اُس کے بعد وہ پھر ہسپتال میں وابس نہیں گئی.... یہ قبھر حال اس کا مقصد ہی تھا کہ میں پورے گروہ کو اپنی طرف متوجہ کر سکوں۔ لیکن وہ تو کم از کم زمرد محل ہی کے ایک حصے کی ہے جہاں زبرہ کا بست ہے.... لارڈ ولہام کی لڑکی اور تم تصور بزیدی اور حید کی طرف اُسی وقت متوجہ ہو گئے تھے جب کملائی لاش دستیاب کی گئی تھی.... زبرہ کے بت ہی کے قریب کھڑے نظر آتے ہو حالانکہ وہ رتن پور بھی نہیں آئی تھی تم ہسپتال میں رجنی کا واقعہ سنایا۔ بھی معلوم ہوا کہ تم اُس کرے میں موجود تھے.... بلکہ لیش جب اُسے تراوی کے جنگل سے غائب کرایا تھا۔ جب تم اُس کے باپ لارڈ ولہام کے ساتھ وہاں تین بیٹا چار کی چوتھائی والا پیغام لایا تھا تھا ہی میں سمجھ گیا تھا کہ تم نے کچھ شروع کر دیا ہے اور اُسے کھیل رہے تھے لڑکی بھی شکار کی شاکن تھی۔ شکار ہی کھیلنے کی غرض سے انگلستان سے اپنے بیانات پر آتی ہے۔ لہذا میں نے مخبوط الحواس بن کر اُسے روکے رکھا.... تھا.... خیر ختم کرو۔“ کے ساتھ آئی تھی۔ وہ بیچار اُس کے غائب ہو جانے پر روتا پیٹھا انگلستان واپس چلا گیا تھا کیونکہ وہ پھر خاموش ہو گیا۔... پنس اب بھی دیوار سے لگا ہاپ رہا تھا۔ لیکن اس کی نظر فریدی نے اُسے یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ لڑکی کو کوئی درندہ اٹھا لے گیا۔ لیکن اُسے تمہارے چہرے پر تھی۔ آنکھوں سے غیظاً غصب کے ساتھ ہی نفرت کا اٹھا رہا بھی ہو رہا تھا۔ آدمیوں نے زمرد محل میں پہنچا دیا تھا۔ وہاں وہ شائد تمہاری واپسی سے قتل بیمار ہوئی تھی اسی..... ہاں تو پنس جب میں کملائے قتل کا سراغ نکالنے کے لئے یہاں پہنچا تو تمہیں تشویش ہوئی کملاء اور رجنی وہاں طلب کی گئی، تھیں.... تم نے اُن دونوں کو بھی نہ چھوڑا۔.... وہ تمہارے ہمراہ تم کمل کر سامنے آگئے تھیں اخبارات کے ذریعہ معلوم ہو چکا تھا کہ تصور میرے ہاتھ نہیں برناڑ کی بنا پر تمہاری طرف سے دل میں خلش لے بیٹھیں۔ اُن دونوں لارڈ ولہام کی لڑکی بلکہ اُسے کوئی اور ہی اڑا لے گیا۔ تم نے سوچا کیوں نہ پہلے ہمیں ہی راستے سے ہنادو پھر اُس پر اسرار گشتدگی کے بڑے چھپے ہو رہے تھے آئے دن طرح طرح کی خبروں کے ساتھ اُنہاں آدمی کی خلاش بعد میں بھی ہوتی رہے گی.... ویسے تم نے یہ بھی سوچا تھا ممکن ہے کہ تصور والی تصاویر بھی اخبارات میں شائع ہو تیں۔ غالباً کملاء اور رجنی کسی اخبار میں اُس کی تصور دیکھا گئی تھیں اس کی تصور دیکھا گئی تھیں اس کی تصور دیکھا گئی تھی.... لیکن میں معاملے کی تہہ تک پہنچ گئی ہوں گی.... بہر حال وہ جو انتقام کی آگ میں جل رہی تھیں تم دونوں تھیں پچھا نہیں تھیں پچھا نہیں تھا.... البتہ لارڈ ولہام کی لڑکی کی تصور اُس کی گشتدگی کے زمانے میں بہت کی تصاویر لینے میں کامیاب ہو گئیں.... اور پھر انہیں یہاں سے نکل جانے کا موقع بھی کیا ہوا۔ دیکھی تھی اس نے اُسے پیچانے میں دشواری نہ ہوئی.... یہاں پہنچا تو تم بھی نظر سے گزرے ہیں گیا.... لیکن شائد کوئی تیرا بھی اس راستے واقع تھا کہ اُن دونوں نے تمہاری تصادیا۔ تب مجھے یہ معلوم ہوا کہ اُس پیکٹ کی کونسی تصور کسی کے قتل کا باعث بن سکتی ہے.... بہت جلدی میں چھان بین کرنی پڑی اور جب تصدیق ہو گئی کہ ولہام کے ساتھ تم بھی شکار کھیل رہے تھے تو یہ کیس گویناپت ہی گیا۔“

فریدی چند لمحے اُسے دیکھتا اور حقارت سے مسکراتا رہا پھر بولا۔ ”میں سوچ بھی نہیں کیا کہ شہد کی کمکھوں والے گروہ کی پشت پر تم خود ہو گے.... کئی بار تمہارے آدمی میرے اُن فی الحال بھی سکی۔“ فریدی نے لاپرواں سے شانوں کو جنمش دی اور بولا۔ ”پھر میرے لئے مشکل نہیں تھا کہ میں تمہارے محلات میں وہ جگہ نہ تلاش کر لیتا جہاں تصور کچھی گئی تھی۔ آگیا۔ یعنی تصور دیوں کا پیکٹ....!“ پھر میں نے مزید پوچھ گچھہ شروع کی تو اس نتیجے پر پہنچا کہ لارڈ ولہام کی لڑکی یہاں سرکاری طور پر

کہمی نہیں آئی تھی..... بہت برا مجرم ہاتھ آنے والا تھا..... لیکن کون یقین کرتا..... بہر سے کہا جا سکتا تھا کہ وہ کسراہ ٹرک ہے..... تم نے بھی چھوٹے ہی کہا تھا..... میں ریزیڈنر

مل۔ شاکد ملاقات نہ ہوتی لیکن میرے پیغام میں مس دلہام کا حوالہ بھی شامل تھا۔ ریزیڈنٹ نے اس پر یقین کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن جب تصویر دیکھی تو دم بخوار پڑا..... لیکن کسراہ ٹرک کا تصور اُس کے ذہن میں بھی امپرا تھا۔ اس دشواری کی بیان پر مجھ میل بھی بننا پڑا..... تم رنگے ہاتھوں پکڑے گئے۔ وہ تصویر یقیناً بہت اہم ہو سکتی ہے جس کے رتن پور کا والی بھیں بدلت کر دس لاکھ روپے دبائے ہوئے کہیں دوڑا جائے!

”تمہارا فراڈ ساتھی مجھے یہ کہہ کر ساتھ لایا تھا کہ اُس کے ذمیے پر آٹھ بہت ہی خوبی مصری لڑکیاں ہیں۔ دنیا جاتی ہے کہ میں خوبصورت لڑکوں کے لئے جہنم میں بھی چھلانگ لے ہوں.....“ پرن نے سنبھالا۔

دوسرے دن فریدی اور حمید قلیشی کے ایک کمرے میں بیٹھے اُسی کیس پر گھنٹگو کر رہے تھے۔ ”ولہام کی لڑکی زمرد محل سے برآمد کرنی گئی ہے..... لیکن اُسے ٹی۔ بی ہو گیا ہے شائد ہی دوچار ماہ بھی زندہ رہ سکے۔“ فریدی نے کہا۔ ”مگر..... رجنی کیوں مر گئی؟.....“

”تصویر اُس کے پاس تھی۔ اُس نے کملہ کے قلق کی خبر سنی اور بد حواس ہو گئی۔ پھر جب معلوم ہوا کہ کوئی اس کا پرس بھی اڑا لے گیا تو سمجھی کہ اب اس کی موت بھی یقینی ہے۔ پرن کی مقصد یہ جتنا نہیں تھا کہ میں ہنزروالی کا شور بیانار زن کا والد بزرگوار ہوں..... میں یہ چاہتا رہا کہ اُس کے دو دنوں پھری رہی تھیں اور انہیں یقین تھا کہ پرن سر بر طافوںی عملداری میں اُن کا کچھ نہیں والوں تک محدود نہ رہیں..... ظاہر ہے کہ ہم دنوں کو اسٹیٹ میں روکے رکھنے کے لئے بندی کرنی پڑتی..... اور یہ کارروائی سر کاری کا تذبذب پر آتی..... بس میرا کام بن جاتا...“

”تصویر استئنے دنوں تک کیوں بیکار پڑی رہی..... انہوں نے اُسے پرن کے غلاف کیوں نہیں استعمال کیا؟“

” غالباً..... اس کی وجہ بھی خوف ہی تھا۔ پھر بھی انہیں امید رہی ہو گی کہ کبھی نہ کبھی اُسے استعمال کرنے کا موقع ضرور ہاتھ آئے گا۔“

”ٹھہریے..... اب مجھے خصہ آ رہا ہے..... آپ نے آخر خفران کی حیثیت چھپائی کیوں تھی۔ مجھے سے اس بُری طرح کیوں پوچش آئے تھے..... خدا کی پناہ آج بھی اُس گرفت کے تصور

کی سے گردن کی رگیں بھچنے لگی ہیں۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”اگر ایسا نہ کرتا تو تم کوئی دوسرا جھوٹ نہیں جانتا..... سب بکواس ہے۔“

”تراق....!“ فریدی کا ہاتھ پھر اُس کے گال پر پڑا..... پکھ دیر پھر ہنگامہ رہا اور پرن کا

”ٹھیک ہے..... تم نے فریدی اور خفران کے ٹھنے کیوں جاری کرائے تھے روزا کو کہکشان لے لیا تھا..... دیکھوا حق..... میں نے اُس رات تمہارے محل میں جو ہر بوجک مچائی تھی۔“ مقصود یہ جتنا نہیں تھا کہ میں ہنزروالی کا شور بیانار زن کا والد بزرگوار ہوں..... میں یہ چاہتا رہا کہ اُس کے دو دنوں پھری رہی تھیں اور انہیں یقین تھا کہ پرن سر بر طافوںی عملداری میں اُن کا کچھ نہیں والوں تک محدود نہ رہیں..... ظاہر ہے کہ ہم دنوں کو اسٹیٹ میں روکے رکھنے کے لئے بندی کرنی پڑتی..... اور یہ کارروائی سر کاری کا تذبذب پر آتی..... بس میرا کام بن جاتا...“

”تصویر استئنے دنوں تک کیوں بیکار پڑی رہی..... انہوں نے اُسے پرن کے غلاف کیوں نہیں استعمال کیا؟“

” غالباً..... اس کی وجہ بھی خوف ہی تھا۔ پھر بھی انہیں امید رہی ہو گی کہ کبھی نہ کبھی اُسے استعمال کرنے کا موقع ضرور ہاتھ آئے گا۔“

”ٹھہریے..... اب مجھے خصہ آ رہا ہے..... آپ نے آخر خفران کی حیثیت چھپائی کیوں تھی۔ مجھے سے اس بُری طرح کیوں پوچش آئے تھے..... خدا کی پناہ آج بھی اُس گرفت کے تصور

کی سے گردن کی رگیں بھچنے لگی ہیں۔“ فریدی کی آواز کسی سانپ کی بچپکارے مشابہ نہیں نہیں جانتا..... سب بکواس ہے۔“

”تراق....!“ فریدی کا ہاتھ پھر اُس کے گال پر پڑا..... پکھ دیر پھر ہنگامہ رہا اور پرن کا

جاسوسی دنیا نمبر 89

پیچارہ پیچاری

(کمل ناول)

ویسے حید اس بار تم میرے اس کارناٹے میں برابر کے شریک رہے ہو..... تمہارا ذمہ غنوڈگی کا شکار نہیں ہوا..... وقت کی کمی پر میں تمہیں پرنس کے متعلق واضح ہدایات نہیں دے سکتا تا لیکن اس کے باوجود بھی تم نے اپناروں اسی طرح ادا کیا ہے جیسے میں نے چاہا تھا۔ ”اوہ نہہ.....!“ حید کا لہجہ بے حد خشک تھا۔ ”بچپن میں میرا باپ بھی میری تعریفیوں کے باندھ کر مجھ سے گھٹنیوں پاؤں دبو لیا کرتا تھا..... اس لئے۔

مالک کی راہ اور قلندر کی اور ہے“

فریدی نے سگار سلاکا کر دو تین ہلکے ہلکے کش لئے اور دھوئیں کی اُس پتی سی لکیر کو گورتا جو سلگتے ہوئے سرے سے اٹھ کر فضا میں لہریتے بنا رہی تھی۔ دفتار حید پھر بولا۔ ”لیکن آپ اک کب علم ہوا تھا کہ پیکٹ میں نے ہی رجنی کے بیگ سے نکالا تھا اور وہ میری جیب ہی میں موجود ہے۔“ ”جگد لیش کا وہ بے تکا پیغام جو تمہارے نام سے منسوب کیا گیا تھا اس خیال کا باعث ہا۔“ مجھے یقین تھا کہ تم نے اُس کی بیہو شی کے بعد اس بیگ کا جائزہ ضرور لیا ہو گا جس کے لئے وہ اُن مضرطہ تھی اور اُس پر ہاتھ صاف کرنے کا موقع فراہم کرنے کے لئے جگد لیش کو میری طرز دوڑا دیا تھا۔.... گھر واپس آیا تو نصیر سے معلوم ہوا کہ تم نے بھورے رنگ کا ایک پیکٹ کا غذاء والی تجوہی میں رکھا تھا۔.... اور پھر شام کو جب جگد لیش کے ساتھ کشمکش کو ارٹر جانے لائے تو اسے تجوہی سے نکال کر ساتھ لیتے گئے تھے۔.... مجھے علم تھا کہ تمہارے پاس کوئی لگائی نہیں تھی جسے تم اتنی اہمیت دیتے۔ لہذا اسی نتیجے پر پہنچنا پڑا کہ وہ وہی چیز ہو سکتی ہے جو تم نے رہ کے بیک سے برآمد کی ہوگی۔ لہس ایک اسکم سو جھی۔.... اور پھر عمل میں بھی لائی گئی۔.... خسارے میں نہیں رہے۔“

”مگر اب اس مردود کا کیا ہو گا۔....“ حید نے پوچھا۔

”معززی اور بے عزتی۔“ فریدی نے کہا اور پھر کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

تمام شد

اب ذرا "سماجی مسائل" پیش کرنے والے ادب کو بھی دیکھتے چلتے۔ اس کے متعلق بھی یہی خوش فہمی پائی جاتی ہے کہ یہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، لیکن جہاں سے سماجی مسائل پیش کرنے والے ادب کی تحریک شروع ہوئی تھی وہاں کا حال بھی سن لیجئے۔ ابھی کچھ ہی دن ہوئے یہ خبر سننے میں آئی کہ روس میں میر امتن کی "باغ و بہار" ترجمہ ہو کر کروڑوں کی تعداد میں بکھری... سخت حیرت ہوئی سن کر.... بھلا الیا اہرن برگ کے وطن مالوف میں یہ خادشہ کیوں نکر ہوا.... مایو کرفسکی کے دلیں میں چاسر کی لکینٹر بری ٹیکس کو کیوں نکر مقبولیت حاصل ہوئی۔ ابھی حال ہی میں ایک روی فلم "دی سیکرٹ فورٹ" دیکھ کر سر پیٹ لیتا پڑا تھا۔ بچوں کی تعلیم کے بہانے یار لوگ "طلسم ہو شربا" فلم انے پر اتر آئے ہیں جسے آٹھ سال سے اسی سال تک کے بچے دیکھتے ہیں اور تالیاں بجا تے ہیں۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ تجسس کی جلسات مرتبے دم تک قائم رہتی ہے کچھ نہیں تو مرنے والا یہی سوچنے لگتا ہے کہ دیکھیں اب دم نکلنے کے بعد کیا ہوتا ہے، اس لئے اس جلسات کی تسلیک فراہم کرنے والا ادب بھی ہمیشہ زندہ رہے گا۔

لاحوال ولادو تھا میں بھی کتنی غلط باتیں کرنے بیٹھ گیا.... نہیں بابا یہ آفاقتی ادب ہرگز نہیں ہے، جسے ہم پیار سے جاسوسی ادب بھی کہتے ہیں۔ زندہ رہنے والا ادب تو وہ تھا جو قحط بھاگل کے زمانے میں اسی موضوع پر پیش کیا گیا جسے آج کوئی بھی پڑھنا پسند نہیں کرتا، زندہ رہنے والا ادب وہ تھا جو کہ اس کے فردادات کے دوران میں اسی موضوع پر پیش کیا گیا اور جو ادب دور سے بھی نظر آجائے تو پڑھنے والے ناک کم اور بھوں زیادہ چڑھاتے ہیں (ویسے ذرا سے ہمیں پھر سے یہ موضوعات بھی آفاقتی ادب کے شاہکار بن جا چکتے ہیں)۔

پیشہ رس

لیجئے بیچارہ بیچاری بھی حاضر ہے! ہمیشہ زندہ رہنے والے ادب میں ایک مکھانی کا مزید اضافہ ہوا۔ یہ ادب ہمیشہ اسلئے زندہ رہتا ہے کہ اسکا تعلق براہ راست Instinct of Curiosity سے ہے۔ تجسس کی جلسات مرتبے دم تک زندہ رہتی ہے۔ آدمی اس وقت بھی مجسس رہا ہے جب وہ غریب اپنی اس جلسات کو کوئی مخصوص نام دینے کا سلیقہ نہیں رکھتا تھا۔

اگر یہ غلط کہہ رہا ہوں تو وہ پروفیسر صاحبان ہی اس کی تصدیق کر دیں، جو چھپا چھپا کر جاسوسی ناول پڑھا کرتے ہیں، لیکن اگر کسی نشست میں کسی کی زبان پر جاسوسی ناولوں کا تذکرہ بھی آجائے تو اس طرح ناک بھوں سکوڑتے ہیں جیسے اُس نے خواتین کے مجمع میں "مغلظات" شروع کر دی ہوں۔

ادب کی زندگی یا موت کا پیمانہ آدمی ہے لہذا آدمی کی مختلف قسم کی صلاحیتوں کے انحطاط کے ساتھ ہی مختلف قسم کے ادب کا بھی تیاپنچہ ہوتا رہتا ہے۔ بہتیرے لوگوں کو جوانی کی بد اعمالیوں کی یہ سزا ملتی ہے کہ وہ بڑھاپے میں صوفی ہو جاتے ہیں۔ چلئے صاحب ختم ہوئیں پر شباب قسم کی گرم اگر م کہاںیاں۔ اب وہ نہ ہی کتب کی تلاش میں سر گردی نظر آئیں گے یا پھر ایسی کتابیں ٹوٹ لئے پھریں گے جو انہیں "مجاز" سے حقیقت تک پہنچا دیں (جو انی میں چلتے تو ہیں مجاز ہی کے سہارے لیکن حقیقتاً جسی ناکارگی تک جا چکتے ہیں)۔

سکتے تھے۔ بس اتنا کرننا پڑتا کہ ان کی تباہ کاریاں بیان کرنے کی بجائے انہیں اسباب و عمل پر جاسوسی ناول لکھ دیئے جاتے (الاماشاء اللہ)

خیر.... چھپر خوبی سے تو چلتی ہی رہے گی غالب۔ اب آئیے کام کی باتوں کی طرف ڈیڑھ متوا لے آپ نے پڑھا۔ شکریہ۔ (خواہ پرزا ہو یا ناپسند کیا گیا ہو)۔

اکثر پڑھنے والوں نے لکھا ہے کہ آخر میں ”معاملہ زوردار نہیں“ یعنی ایسے کینڈے کا مجرم یوں زہر کھا کر چبپ چپاتے مر گیا۔ نہ کچھ تھا میں اور نہ دھوم دھڑکا۔

بھائی سنئے.... جاسوسی ناول کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ انہی قاری کی توقعات کے خلاف ہو۔ مانتے ہیں مجھے اب آپ فرمائے ہیں کہ جاسوسی ناول تھا ہی کب؟ چلے تسلیم کہ وہ ایک نفیا تی ناول تھا (کسی نہ ایڈوچر کے ساتھ) لیکن پھر کہوں گا کہ ناول کا انجمام کہانی کی اخنان اور اس کے خاص کردار (ہمگ) کے کردار کے مطابق خاصا Justified، دیکھنے ناوجہ شخص جو خود کو ساری دنیا کا بادشاہ کہتا تھا اس طرح اپنے ہی ہاتھ اتنی بے بسی کے ساتھ موت کی گود میں جاسویا... عبرت پکڑے عبرت اس سے زیادہ ”زوردار معاملہ“ اور کیا ہوتا۔

ایک صاحب نے لکھا تھا کہ میں نے پیش رس میں ”بالصواب“ ”بالثواب“ لکھا تھا جو غلط ہے گزارش ہے کہ وہ غلط نہیں تھا بلکہ کافی صاحب ”واللہ اعلم بالثواب“ کے داوین کھا گئے تھے.... دیکھنے تا جس بنا کے سلسلے میں میں نے یہ لکھا تھا وہ عذاب اور ثواب ہی کے معاملات تعلق رکھتی تھی۔ پھر میں موقع سے فائدہ اٹھا کر ”بالصواب“ کو ”بالثواب“ کیوں نہ کر دیتا۔

کچھ دوستوں نے ڈیڑھ متوا لے پڑھ کر خیال ظاہر کیا ہے کہ میں کسی قدر ”ماں بہ عربی“ ہو گیا ہوں.... خیال ہے اُن کا... ایسا ہرگز نہیں ہوا.... ویسے جنسیت سے دامن چھانا ممکن ہے کوئی بھی اس سے کتر اکر نکل ہی نہیں سکتا۔ البتہ کچھ ”مادر پدر آزاد“ ہو جاتے ہیں اور کچھ کسی قدر ”ملفوظ“ ہو کر اسکے قریب سے گذرتے ہیں، مثلاً مرزا غالب فرماتے ہیں۔

نیند اُس کی ہے دماغ اُس کا ہے راتیں اُس کی ہیں

جس کے شانوں پر تری زلفیں پریشان ہو گئیں

کیا فرمایا ہے انکل غالب نے؟ غالباً آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ کسی قسم کی عبادت کے دوران میں کسی کی زلفیں کسی کے شانوں پر پریشان نہیں ہوتیں۔ بس تو پھر ڈیڑھ متوا لے میں پائے جانیوالے جنسی Toueres بھی اس قبیل کی چیز ہیں۔ آپ انہیں فاشی نہیں کہہ سکتے اگر کہہ سکتے ہیں تو پھر انکل غالب کا یہ شعر بھی قطعی نفس ہے اور اس قابل ہے کہ اسے سر کاری طور پر اُن کے دیوان سے خارج کر دیا جائے۔

ہو سکتا ہے کہ زیر نظر ناول ”بیچارہ بیچاری“ پر بھی یہی الزام آئے لیکن موضوع کے کچھ اہم ترین تقاضے بھی ہوا کرتے ہیں۔ انہیں پورا کئے بغیر نہ تو کہانی میں جان پڑتی ہے اور نہ موضوع ہی کے ساتھ پورا پورا انصاف ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر میں لاہور کی کسی ”بہشتی گلی“ کی کہانیاں لکھنے بیٹھوں اور آپ صرف عنوان ہی دیکھ کر اندازہ کر لیں کہ اس میں یقین طور پر ”علامے کرام“ کے تذکرے ہوں گے تو اس میں میرا کیا قصور!.... میں تو وہی لکھوں گا، جو کچھ اُس ”بہشتی گلی“ میں ہوتا ہے (عقل سخت جیران ہے کہ اُس گلی کو بہشت سے کیا علاقہ! الہیان لاہور مجھے سمجھائیں، ویسے اگر بہشت سے مراد سقہ ہے تو پھر ٹھیک ہی ہے، لیکن کافی گھماو پھراو کے بعد)۔

کہاں گئی

اب تو شیلا بڑی الجھن میں گرفتار ہو گئی تھی۔ کیونکہ انہیں اپھیلنے لگا تھا اور منزل تھی کہ نظر آنے کا ہام ہی نہیں لیتی تھی۔ شیلا کا خیال تھا کہ وہ راستہ بھلک گئی ہے جس موڑ سے کچھ راستے پر مذاقہ اس کی بجائے کسی دوسرے موڑ سے گاڑی موڑ دی گئی تھی۔

ترس کے بتائے ہوئے پتہ پر پہنچنے کے لئے خود نرین کے قول کے مطابق زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے صرف ہوتے۔ لہذا اس کے علاوہ اور کیا کہنا جاسکتا تھا کہ وہ راستہ بھلک گئی ہے، لیکن اس کا احساس ہو جانے کے باوجود بھی وہ واپسی کے لئے گاڑی موڑ نہیں لکتی تھی..... یہ راستہ ہی ایسا تھا! دونوں طرف سرکندوں کی سختی مجاہدیاں تھیں، اور چڑائی اتنی بھی نہیں تھی کہ مخالف سمت سے آئے والی کسی دوسری گاڑی کو نکل جانے کا راستہ دیا جاسکتا۔ شیلا سوچ رہی تھی کہ اگر سامنے سے کوئی نکل گاڑی ہی آگئی تو کیا ہو گا۔ امکانات تھے کیونکہ یہ کچھ راستہ بیاث کے اعتبار سے بیل گاڑیوں ہی کی گذرگاہ معلوم ہوتا تھا۔ پھر وہ یہ بھی سوچ رہی تھی کہ کہیں آگے چل کر گاری دوں میں نہ پھنس جائے۔

اگر صرف سرکندوں کی مجاہدیاں ہی ہوتیں تو وہ کسی نہ کسی طرح گاڑی موڑنے کی کوشش کریں ڈالتی لیکن مصیبت تو یہ تھی کہ یہ مجاہدیاں دویاڑھائی فٹ اوچھی مینڈھ پر آگی ہوئی تھیں۔

بہر حال وہ تن پر تقدیر آگے ہی بڑھتی رہی۔ پڑول کی طرف سے خدشہ نہیں تھا کیونکہ گھر عمار سے مٹکی بھر کے نکل تھی۔ چلتے وقت والدین نے کہا تھا کہ ڈرائیور کو بھی ساتھ لے جاؤ لیکن

بہر حال کہنے کا مطلب یہ کہ موضوع کی مناسبت سے کبھی کبھی اسپ خامد کی باگیں ڈھیلی جھوڑنی ہی پڑتی ہیں.... رہی جسی تلذذ کی بات تو وہ یار لوگ اکثر نہ ہی کتب سے بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ خود مجھ سے ایک بار ایک صاحب نے دانت پر دانت جما کر بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا تھا۔ ”صفی صاحب.... آپ نے بہشتی زیور میں غسل کا بیان بھی پڑھا ہے؟“

ویسے میں تو اپنی دانست میں حتی الامکان یہی کوشش کرتا ہوں کہ اگر ہیری کتابیں افراد خاندان کے مجمع میں کوئی برخوردار بلند آواز سے بھی پڑھنا شروع کریں تو کسی کو کوئی اعتراض نہ ہو۔

ایک صاحب نے ابھی حال ہی میں میرے ایک ناول ”گیتوں کے دھماکے“ پر اعتراض کیا ہے، انہیں اس میں حمید صاحب کا طوات یغنوں کے کوششے پر جانا پسند نہیں آیا۔ گذراش ہے کہ میں حمید کو نہ صرف منع کر دوں گا بلکہ ہو سکتا ہے دوچار ہاتھ بھی جھاڑ دوں۔ آپ مطمئن رہئے۔ اب برخوردار یید سلمہ، ہر گز ایسی حرکت نہیں کرے گا۔

لیکن جناب حمید کی خود نوشت داستان ”شہنشاہ آگ“ شائد آپ نے نہیں پڑھ دی۔ اُسے پڑھئے تب ہی اندازہ ہو سکے گا کہ حمید کبھی کبھی اس طرح بھلک جایا کرتا ہے اُس بیچارے نے خود ہی اعتراض کیا ہے کہ وہ بہت بد چلن آدمی تھا۔ شرافت کا جامہ تو اسے آپ کے فریدی صاحب نے پہنایا ہے۔ اچھا باب اجازت دیجئے۔

والسلام

ابن صفحہ

اُس نے انکار کر دیا تھا۔

نرین اُس کی کلاس فیلو اور جنک پور کے جاگیر دار راجہ مس العارفین کی لڑکی تھی اور شیلا کو کچھ دن جاگیر پر گزارنے کی دعوت دی تھی... اور شیلا اب بور ہو رہی تھی کہ اُسی حادثت کیوں سرزد ہوئی۔

گاڑی کے ہیڈلیپ روشن کرتے ہوئے اُس نے رفتار بھی بڑھا دی۔

سبھی میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا ہو گا... لیکن ایک کوفت سے تو جلد ہی نجات مل گی اب کپار استہ ایک پختہ سڑک سے آ ملا تھا... اس نے گاڑی دائیں جانب موڑ دی۔

اب تو پوری طرح یقین ہو گیا تھا کہ وہ غلط راستے پر آنکلی ہے۔ کیونکہ نرین کے ہوئے پتہ کے مطابق صحیح راستہ کسی پختہ سڑک کی بجائے امر دوں کے ایک بہت بڑے سرے پر ختم ہوتا۔

سار جنت حمید ٹو یسٹ ناق ناق کر بڑی طرح تھک گیا تھا... حالانکہ یہ اُس زمانے کی بات ہے جب تو یسٹ اپنے بیہاں پوری طرح رانج نہیں ہوا تھا... دو چار بڑے ہو ٹلوں یا ناٹ کلبوں کچھ دور چلنے کے بعد اُس نے کار بڑک سے اُتار کر روک دی اور سوچنے لگی میں خصوصی پروگرام کے تحت کبھی کبھی اس کا بھی ایک آدھ راؤنڈ چلن جاتا تھا... لیکن آج کا کرنے کیا اُسی راستے سے واپس جائے جس سے بیہاں تک پہنچی ہے، وہ سوچ رہی ا پروگرام تو یعنی ٹو یسٹ ہی پر مشتمل تھا اور میجھ تھا تاؤ بازی کا۔ کبھی نے حمید کو چلن کر دیا تھا کہ متواتر دو مختلف سمت سے آتی ہوئی کسی گاڑی کی روشنی اُس کی کار پر پڑی اور وہ دروازہ کھول کر گھنٹے لک تو یسٹ نہیں ناق سکتا۔ ہائی سرکل ناٹ کلب امتحان گاہ ٹھہر رہا تھا جس کا نجیب تر گراں آئی... اور داہنہا تھہ اٹھا کر آنے والی گاڑی کو روکنے کا اشارہ کیا... دوسرا کار اُس کی آمادہ نہ ہوتا (کیونکہ اُس کی نئی محبوہ سار جنت حمید میں بہت زیادہ دچپی لینے لگی تھی) لیکن وہ حمید سے ڈرتا بھی تھا لہذا کافی دبا کر اعلان کرنا پڑا کہ فلاں شب ٹو یسٹ کا ایک مقابلہ منعقد ہو گا۔

”آر کشن نے متواتر دو گھنٹے تک تو یسٹ بجانے سے انکار کر دیا تھا... نیجی خوش تھا کہ چلو پیچا چھوٹا... لیکن حمید نے فوراً ہی دو گرامو فون کی جھویز پیش کر دی۔ نیجی نے پھر ہاتھ پر آڑا مزرازہ تھی۔“

”میں جنک پور کے راجہ مس العارفین کے بیہاں جانا چاہتی ہیں...“ شیلانے کہا۔

”آپ غلط راستے پر آگئی ہیں۔“ اندر سے کہا گیا۔

”پھر اب مجھے کیا کرنا چاہتے۔“

”کیا بتاؤں... بیہاں سے تو بہت پچیدہ راستے سے پہنچ سکیں گی آپ... آگے کی۔“ حمید نے ہری شرافت سے نرم لبھ میں کہا تھا۔

”یہ بھی نہیں ہو سکتا۔“

”کیوں...؟“ ندیلی نے آنکھیں نکالی تھیں۔

جائے تو یقین ہے کہ آپ پھر بھی بھکنی پھریں گی۔

”اوہ... تو پھر...!“

گک کیے مکن ہے۔“

”بالکل مکن ہے.... ذیز...!“

”یعنی تم ان کے ساتھ ناچو گی۔“

”اچھا چلو.... تم ہی تیار ہو جاؤ۔“

”م..... میں..... یعنی کہ میں..... لا حول ولا قوہ.... بقول شاعر...!“

”ہو گیا نا.... لا حول ولا قوہ.... پھر؟“

کرنے گی۔ اپنی ہم عمر ایک لڑکی کی گردان میں ہاتھ دال کر بیٹھ گئی اور جھوم جھوم کر ایک پوربی گیت کانے لگی۔ پھر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے وہ دیسی خواتین اُسے اپنے سر پر بھائیں گی۔

ندیلی فخریہ کہا کرتی تھی کہ وہ ہندوستان کی باشندہ ہے کیونکہ یہیں پیدا ہوئی ہے۔ وہ صرف اردو بولتی ہی نہیں بلکہ لکھ پڑھ بھی سکتی تھی اور زیادہ تاریخی کی کتابیں اُس کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ بڑی خوش مزاج اور زندہ دل تھی۔ زندہ دل نہ ہوتی تو ہائی سرکل ناٹ کلب کے نجیز کے ہجڑوں آدمی سے اُسے ”عشق“ کیوں کر ہو جاتا۔

اس عشق کی کہانی بھی دلچسپ تھی۔ وہ پہلے پہلی ہائی سرکل میں آئی تھی۔ سپ سے پہلے نیجری سے طلاقت ہوئی جو گامٹھ کا پورا معلوم ہو۔ ندیلی نے سوچا دقت اچھا کئے گا۔ متن چار دن بعد اُس سے پوچھ بیٹھی کہ آخر وہ چاہتا کیا ہے۔ نیجر اس سوال پر بوكھلا گیا تھا اور ندیلی نے وفات کی تھی کہ وہ بھوکی نظر وہ سے گھوڑا کرتا ہے۔ نیجر ہکلانے لگا تھا اور گزر گرا کر صفائی پیش کی تھی۔ اس پر ندیلی نے بڑے رومانی انداز میں کہا تھا کہ وہ اُسے بہت اچھا لگتا ہے اور پھر نیجر کی لکھنی بندھ گئی تھی۔ اُس وقت نہ اُسے کوئی شاعر یاد آیا اور نہ کوئی اچھا شعر۔

بہر حال اب تو گاڑھی چھن رہی تھی۔ نیجر ہی کے توسط سے حمید سے بھی ملاقات ہوئی تھی اور یہ واطھ بھی زبردست ہی پیدا کیا تھا۔ ورنہ نیجر تو اس کا بھی روادرن ہوتا کہ حمید سے تعارف ہی کرادے۔

اور اب ندیلی کو روز ہی نیجر سے یہ کہنا پڑتا تھا کہ وہ آخر اتنا پریشان کیوں ہے۔ حمید سے تو صرف دوستی ہے اور وہ اُس کا محبوب ہے.... یہ اور بات ہے کہ حمید اُس کی موجودگی میں بھی ”قلد محبوب صاحب“ کہہ کر چھیڑتا رہا ہو۔

نیجر نے نویں کے اس مقابلے کی بڑی مخالفت کی تھی لیکن ندیلی کے آگے ایک نہ ملے۔ مقابلہ برپا ہوا۔... کئی جوڑوں نے اس میں حصہ لیا۔ لیکن ایک ہی گھنٹہ بعد ایک ایک کر کے گھنکے گئے۔

بارہ بجے تک صرف ایک ہی جوڑا رہ گیا۔ یہ حمید اور ندیلی تھے۔ ریکارڈ بجھتے رہے اور وہ ناچتے رہے ہوں۔ بہر حال وہ ساری باپرداہ خواتین اس طرح خائف نظر آنے لگی تھیں جیسے کچھ ہی بعد انہیں سولی پر چھڑا دیا جائے گا۔ ندیلی نے یہ رنگ دیکھا تو انہیں مطمئن کرنے کی کوئی

حید کچھ نہیں بولا تھا۔ اُن کی گفتگو میں دخل دینا مناسب نہیں سمجھا۔ بہر حال کافی بکڑے کے بعد تصفیہ ہو گیا تھا کہ ندیلی ہی حمید کی پارٹر بنے گی۔ یہ ایک انگریز کرشن کی بیٹھا نہیں ہندوستان کی پیداوار۔۔۔ پیدائش سے لے کر اب تک یہیں رہی تھی۔ ہو سکتا ہے وہ ایک بارہ دنوں کے لئے انگلستان بھی ہو آئی ہو۔ بڑی اچھی اردو بولتی تھی۔ پوربی زبان میں گفتگو کرتی تو مزہ ہی آ جاتا۔ اکثر انگریزی بولتے وقت ”گنڈوڑ مازا“ اور ”موٹڈی کانا“ جیسے الفاظ بھی استعمال کرتی۔ مزاح کی حس بھی بدرجہ اتم رکھتی تھی۔۔۔ اکثر اپنے ساتھ ہونے والے طیفوں کا اتنا چھیر دیتی تو مزہ ہی آ جاتا۔۔۔ ایک بار کا واقعہ بتا کر اکثر دیر تک پہنچا کرتی تھی۔ ہوا یہ کہ وہ نہیں میں تھا سفر کر رہی تھی۔ زنان سینکڑ کلاس میں بیٹھی تھی وہاں اور بھی باپرداہ قسم کی خواتین میں تھیں۔ وہ اُس کے متعلق اردو میں خیال آرائیاں کرنے لگیں، یہ سمجھ کر کہ اردو بھلاکہ کیا کہیں گی۔ پتہ نہیں کیا کیا کہہ رہی تھیں۔ کبھی گھنٹوں تک کھلی ہوئی ٹانگوں پر ناگوار قسم کے تہر کر تھیں اور کبھی چست اسکرٹ اور بلاڈ پر پھیتیاں کہتیں۔۔۔ آخر ندیلی سے برداشت نہ ہوا۔۔۔ نہ پڑی۔ پھر بہت ہی شستہ و رفتہ اردو میں بولی۔ ”آپ لوگ مجھے اس طرح شرمندہ کر رہیں کہ شاکناب میں چوڑی اور پاجامہ پہننا شروع کر دو۔“

وہ سب سنائے میں آ گئی۔۔۔ چھروں پر ہوایاں اڑنے لگیں۔۔۔ انگریزوں کا دور گھونٹھا۔۔۔ فوج کے بے و قت ناہی بھی عوام کو سانگ جارج کے بھیجتے معلوم ہوتے تھے اور صادقہ کھلاتے تھے، خواہ ان کے والدین انگلینڈ کے کسی گاؤں میں فاقہ کشی کی زندگی ہی کیوں نہ لگ رہے ہوں۔ بہر حال وہ ساری باپرداہ خواتین اس طرح خائف نظر آنے لگی تھیں جیسے کچھ ہی

اے اپنی زبان میں تگنی کا ناق کہتے ہیں فرزند... چپ چاپ چلتے رہو... ورنہ کیا فائدہ دوسرے سے نکلا بھی جاتے اور فیجر جو قریب ہی کھڑا تھا غصیل آواز میں "ہوں ہوں" کرنے لگتا۔ وہ بہت زیادہ بے چین نظر آ رہا تھا۔ کبھی شلنے لگتا اور کبھی رک کر انہیں اس طرح گھومنے لگتا۔

جید چپ چاپ برآمدے سے یچے اتر آیا۔ کھلے میں خاصی سردی تھی... ٹھنڈک نے جانی پر پانی کا کام کیا تھی غصہ خود بخود دھیا پڑ گیا... لیکن پھر بھی وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

"کی دن آپ مجھے خود کشی پر مجبور کر دیں گے۔"

"وہ دن ابھی بہت دور ہے۔" فریدی نے لاپرواں سے کہا۔

"آپ اس طرح کیوں میرے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اگر میں بھی کچھ کہہ بیٹھتا تو....!"
"تمہارا گال بھی کافی دیر تک جھٹانا رہتا۔"

"میں واپس جا رہا ہوں۔ دیکھتا ہوں کوئی کیا کر لیتا ہے۔"

"زمین پر گرا کر نالگ پکڑوں گا اور گھیٹتا ہو باہر لاوں گا۔"

"کیوں... آخر کیوں...!" حیدر حلق پھاڑ کر چینا۔

"لے یہ ٹویست بھی کوئی ناچنے کی چیز ہے۔ زخموں کی طرح تحرک رہے ہیں اور کوئے منکر ہے میں۔"

"آپ کو کیوں نہ لگتا ہے۔"

"کیوں نہ لگتا ہے۔" فریدی نے جیرت سے کہا۔ پھر بولا۔ "میاں اسے پسند کر سکتا ہوں کہ یہ الاستنشت یعنی ہوں کی طرح کوئے ملکا تا پھرے۔ عورت ہوتے تو تخریز کوئی بات نہ تھی۔ اُن کی بہت میں تھوڑی سی نہیں بلکہ کافی دلکشی ہوتی ہے۔"

"ہے ہے!" حیدر یعنی پرہاتھ مار کر بولا۔ "ذر اپھر تو کہتے۔"

لہجہ میں اب بھی جھلابت برقرار تھی۔

فریدی ہنسنے لگا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔

"میں کہتا ہوں آخر اس طرح!."

"کام ہے یعنی۔" فریدی چکار کر اُس کی پیٹھ پرہاتھ پھیرتا ہو بولا۔

"یہ سمجھ کر رات ہے۔"

اُن پر مد ہوشی سی طاری تھی۔ دونوں ہی آنکھیں بند کر کے ناق رہے تھے۔ کبھی کبھی ایک چیز قتل ہی تو کر دے گا۔

ایک بار حیدر پھر فدیلی سے نکلا یا اور فیجر غصیل آواز میں دہاز۔ اے جناب اوز آنکھیں کھول گر۔

اس پر حیدر اور فدیلی دو نوں ہی نہ پڑے تھے لیکن آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔ پھر کسی نے پیچھے سے حیدر کے کوت کا کارپکر لایا اور حیدر غرا کر پلنا۔ سمجھا تھا شاکد شیبر ہی بے قابو ہو گیا ہو گا۔ لیکن آنکھیں کھولیں تو فریدی کا چہرہ نظر آیا جو اُس کی آنکھیں میں دیکھ رہا تھا اور اُس کے ہونے پہنچے ہوئے تھے.... فیجر نے گویا بے مانگ مراد پائی۔ دوڑ کر یکارڈ پر سے ساؤنڈ بکس اخحادیل۔

موسیقی کی آواز تھیتھے ہی فدیلی نے بھی آنکھیں کھول دیں.... اور حیدر کا گرباں ایک نہ آور اور کافی صخت مند آدمی کے ہاتھ میں دیکھا۔

اب حیدر اور بھی بوکھلا گیا۔ پہلے تو غصہ ہی آیا تھا لیکن اب سوچ رہا تھا کہ کہیں فدیلی میں ہے۔

طرحدار لڑکی کے سامنے بے عزتی نہ ہو جائے اس لئے بوکھلا کر بولا۔

"یہ مس فدیلی ہیں....!"

"میں جاتا ہوں۔" فریدی مسکرایا۔ "اُن کے باب کر قل پہن کو بھی جاتا ہوں۔"

"آپ کی تعریف....!" فدیلی نے کانپتی ہوئی سی آواز میں پوچھا۔

"یہ.... یہ....!" حیدر ہکلایا۔ یہ میرے والد صاحب کے بھی قبل و کعبہ ہیں۔"

"یعنی تمہارے دادا....!" فدیلی کے ہونٹوں پر ایک زوس قسم کی مکراہٹ نظر آئی۔

"میں اسے لے جا رہا ہوں محترم....!" فریدی نے حیدر کو دروازے کی طرف دھکی

ہوئے فدیلی سے کہا۔ "امید کہ آپ کچھ خیال نہ فرمائیں گی۔"

پھر وہ اسے اسی طرح دھکے دیتا ہوا برآمدے نکل لایا۔ غصے کے مارے حیدر کی کھوڑی الہ جا رہی تھی۔ برآمدے میں پیٹھ کروہ پلٹ پڑا۔

"یہ کیا ہے....!" وہ دانت پیس کر بولا۔

"میں جانتا ہوں۔"

"پھر....!"

"کام یہ نہیں دیکھتے کہ سینچر کی رات ہے یا حید صاحب کی شب عروضی۔"

"وہ کم بخت تو شاید کبھی نہ فسیب ہو۔"

"بہر حال.... اشد ضروری کام ہے۔"

"ارے بابا.... تو بتائیے تا....!"

"اپنے پر شندنٹ کی لڑکی شیلا غائب ہو گئی۔"

"شیلا....!" حید چلتے چلتے رک گیا۔

"اپنی کسی سیکل سے ملنے جنک پور گئی تھی۔ دو دن پہلے کی بات ہے لیکن آج اس کی کارپور میں ناگے بھی چھپنے ہوئے تھے۔

کس نے معلومات حاصل کی تھیں جنک پور سے۔"

"میں خود گیا تھا جنک پور.... وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم منتظر تھے لیکن شیلا نہیں پہنچ۔"

اطر کیوں کا سفر

فریدی کی کیڈی لاک سنان سڑک پر فرانے بھر رہی تھی۔ حید نے کلائی کی گھنٹی کی نج رہا تھا۔ غصہ ٹھنڈا اپڑ گیا۔ سوچنے لگا تھا کہ شاید اب لقیہ رات آنکھوں ہی میں کئے

"اب ہم کہاں جا رہے ہیں۔" اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"پر نسلن کے تھانے تک۔"

"کیوں؟ کوئی ہاتھ آگیا ہے کیا۔"

"ہاں....!"

"کون ہے۔"

"انچارج نے ایک آدمی کو روک رکھا ہے تو قع ہے کہ اس سے کچھ معلوم ہو سکے۔"

پھر فریدی نے گاڑی کے اندر بھی روشنی کردی اور کوئی چیز حید کے ہاتھ میں دیتا ہوا

"اے دیکھو۔"

یہ ایک بڑا سا بن تھا۔ حید اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔

"کسی اور کوٹ ہی کا ہو سکتا ہے۔" فریدی آہستہ سے بولا۔

"کیوں....؟"

"انہا بڑا بن کوٹ کا نہیں ہو سکتا۔"

حید کچھ نہ بولا۔ اب وہ اُس بن کو آنکھوں کے قریب لا کر کچھ پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

بن کے نچلے حصے پر بخطیر لکھا ہوا تھا "خطاط الوقت قاهرہ....!"

"یہ مجھے شیلا کی کار سے ملا تھا....!" فریدی نے کہا۔ اگلی نشست پر اور اس کے سوراخوں

میں ناگے بھی چھپنے ہوئے تھے۔

"ہوں.... تو پھر....!" حید او گھٹا ہوا بولا۔

"کسی قسم کی جدوجہد کے دوران ہی میں یہ بنن اور کوٹ سے جدا ہوا ہو گا۔"

"یقیناً... یقیناً...!" حید آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سر ہلاتا ہوا بولا۔... بس وہ بولے جا رہا تھا

کچھ سوچے کچھے بغیر۔ کیونکہ ذہن پر نیند مسلط تھی۔

پر نسلن کے تھانے میں پہنچ کر فریدی نے انچارج کو بلوایا جو غالباً سونے کے لئے جا رکھا

تھا۔... یکنہ آفسر نائب ڈیوٹی میں تھا لیکن فریدی نے اُس سے کوئی بات نہ کی۔ انچارج کی آمد پر

"اوے الگ لے آیا۔ حید بھی ساتھ تھا۔"

"وہ لا علی ہی ظاہر کر رہا ہے جناب۔" انچارج نے فریدی سے کہا۔

"ہوں اچھا....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "آپ اس کا پتہ نوٹ کر کے ٹھیک چار بجے صبح

چھوڑ دیجے گا.... بلکہ پتہ مجھے بھی نوٹ کراویجے۔"

انچارج کے ٹپے جانے پر فریدی نے فون پر کسی کے نمبر ڈائل کئے اور ماڈ تھو پیس میں بولا۔

"کون ہے.... ہوں.... اچھا دیکھو.... تین سوتیرہ کو جا کر فون پر بھیجو۔" وہ خاموش ہو کر خلاء

میں گھوڑا تراہا۔... پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "ویکھو.... پر نسلن کے تھانے سے ٹھیک چار بجے

ایک آدمی رہا کیا جائے گا۔ تمہیں اس پر نظر رکھنی ہے۔"

رسیور کریڈل میں رکھ کر دھدی طرف مڑا۔

لکیا تھے۔ ”حید نے آہتہ سے پوچھا۔

”پہ آدمی... جو حوالات میں ہے شیلا کی گاڑی میں بیٹھا ہوا ملا تھا... اس کا کہنا ہے کہ پڑالنے کی کوشش کر دیا ہو... لیکن میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔“

”آئے دس روپے دے کر گاڑی کی عمرانی کرتے رہنے کو کہا تھا... یہ بھی کہہ گیا تھا کہ“

”میں تمہیں وہ بیٹن پاد نہیں رہا جو کچھ دیر پہلے دیکھا تھا۔“

”پھر وہ کتنی دیر بعد پکڑا گیا۔“

”پورے چار گھنٹے گزر جانے کے بعد۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”لیکن اس کی عمرانی کے لئے کس سے کہا ہے۔“

فریدی کچھ نہ بولا۔

حید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا ہوا پھر بولا۔ ”گاڑی چھوڑنی تھی تو چپ چاپ چھوڑ کر پہاڑا...“

”لیکن اس کی آدمی کی ضرورت کیوں محسوس کی۔“

فریدی کچھ نہ بولا۔

”جتناک پورا والوں سے میں واقف ہوں۔“ حید تھوڑی دیر بعد بولا۔ پھر شنڈی سانس پا مسکرا یا۔ ”بھی ممکن ہوئی تھی میری وہاں۔“

”والدین کے شوق کی چیزیں میں....“ فریدی نے بھی شنڈی سانس لی۔

”اڑے اڑے...!“ حید جلدی سے بولا۔ ”دل چھوٹا نہ کبھی۔ آپ صرف ہاں کردیں۔“

”اوک...!“ فریدی دروازے کی طرف مڑتا ہوا بولا۔

”آپ خواہ خواہ بور ہوتے پھر رہے ہیں۔“ حید کہا۔

”کیوں...?“

”یہ شیلا یونورٹی میں خاصی شہرت رکھتی ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ ہر چھوٹی ماہ عاشٹ بدلتی ہے۔ شہر ہی سے کسی کے ساتھ کہیں چل دی ہو گی۔ گاڑی بیہاں چھوڑ کر۔“

”کار کی حالت بتاتی ہے کہ کچھ راستوں پر کافی مسافت ملے کر پچھی ہے۔“

”جتاب وہ ہمارے گھنکے کے پر شنڈٹ کی میٹی ہے.... سمجھے آپ...!“

فریدی نے سر کو خفیف سی جنبش دی اور پھر کسی خیال میں گم ہو گیا۔

پھر وہ کہی اشارت کرتے وقت بولا تھا۔ ”ہاں یہ ممکن ہے کہ اُس نے پولیس کو غلط راستے

”پہ آدمی... جو حوالات میں ہے شیلا کی گاڑی میں بیٹھا ہوا ملا تھا... اس کا کہنا ہے کہ پڑالنے کی کوشش کر دیا ہو... لیکن میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔“

”یہ آپ کس بناء پر کہہ رہے ہیں۔“

”میں تمہیں وہ بیٹن پاد نہیں رہا جو کچھ دیر پہلے دیکھا تھا۔“



اس پوری گلی میں ایک ہی الائکٹریک پول روشن رہتا تھا۔ یوں تو کئی تھے، لیکن صرف اُسی ایک پول میں بلب لگایا گیا تھا۔ بقیہ دوسرے روشنی سے محروم ہی رہتے تھے لیکن آج تو وہ بھی روشن نہیں تھا۔ پہ نہیں فوز ہو گیا تھا یادوں کو شریر بچوں نے پھراؤ کر کے اُسے توڑھی دیا تھا۔

پوری گلی تاریک پڑی تھی، چونکہ رات کا پچھلا پہر تھا اس لئے عمارتوں کی کمرکیاں بھی اندر ہرے میں ڈوبی ہوئی تھیں، ورنہ انہیں کی روشنی گلی کو کسی حد تک روشن رکھتی۔

اس تاریک گلی کی ایک تاریک عمارت کے برآمدے میں دو آدمی ہمسر پھر کر رہے تھے۔

”آن دونوں نے کام شروع کر دیا ہے۔“ ایک آواز۔

”میں ہاں... ابھی پر نسلن کے تھانے میں تھے...!“ دوسری آواز۔

”میاہدا بھی نکل بند ہے۔“

”میاہدا...!“

”جھنوم میں جائے... لیکن ٹھہرو... کیا وہ تمہیں پیچان سکے گا۔“

”بھی نہیں جتاب اسیں میک اپ میں تھا۔ میرے چہرے پر گھنی ڈازگی تھی اور آنکھوں پر

تاریک شیشوں کی عینک...!“

”شباش... صبح تمہیں پانچ سورہ پے کاچیک مل جائے گا۔“

”نہیں حضور اس کی ضرورت نہیں۔ ویسے بھی کیا ہمیں کم ملتا ہے۔“

”نہیں میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تم نے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ.... اخواہ سے زیادہ فرار کے متعلق سوچا جا سکتا ہے۔“

”آپ ہی کی تربیت کا نتیجہ ہے حضور.... ورنہ میں کس قابل ہوں۔“

”ہوں... اچھا باب تم جاؤ...!“ آن دونوں پر نظر رکھنا... فریدی سے خدشہ ہے۔ کاش

”ہوں...!“ نقاب پوش بائیں جانب مزگیا۔ ہنر جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا رہا۔
اب نقاب پوش ایک کارپور میں چل رہا تھا۔ یہاں تک لیڈس کی دھم کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔
کارپور کے اختتام پر پہنچ کر اُس نے دیوار سے لگے ہوئے سونچ بورڈ پر انگلی رکھ دی۔
بُوئی گھر گھرا ہٹ کارپور میں گونج اٹھی۔۔۔ فرش کا ایک بڑا سالیب اپنی جگہ چھوڑ رہا
تھا۔ پھر دوسرا ہے یعنی میں اُس کی چھوڑی ہوئی جگہ ایک روشن خلاء میں تبدیل ہو گئی۔

غالباً یہ کسی تہہ خانے کا راستہ تھا۔ نقاب پوش نے واہنا پر خلاء میں آتا رہا۔ گیارہ زینے طے
کرنے کے بعد، ایک بچے سجائے کرے میں تھا جہاں تیز قسم کی سفید روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

سامنے آرام کر سیوں پر تین خوبرو اور صحت مند لڑکیاں نظر آئیں۔ لیکن ان کے چہرے
خوف سے زرد ہو رہے تھے۔ نقاب پوش کو دیستہ تھا اُن پر مزید سراستیگی طاری ہو گئی تھی۔ ایک

تھا۔

”بیٹھو... بیٹھو...!“ نقاب پوش نے ہاتھ اٹھا۔ نرم لجھے میں کھل۔

وہ تمہوڑی دیر تھک کھڑا نہیں دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”یہ زندگی عجیب ہے۔“

وہ کچھ نہ بولیں۔ اُس نے پھر کہا۔ ”کل تم کہاں تھیں۔ آج کہاں۔۔۔ کل کہاں ہو گی۔“

ایک لڑکی نے کچھ کہنا چاہا۔۔۔ لیکن پھر ہونٹ پہنچ کر رہا گئی۔ اُس کی آنکھوں سے خوف
چانک رہا تھا۔ یہ تینوں ہی لڑکیاں صورت سے نیک دل اور شریف معلوم ہوتی تھیں۔ شائد تعیین

یا نہ بھی رہی ہوں کیونکہ اُن کے لباس میں خوش سیلگی کو بھی دخل تھا۔ ہلکے رنگوں کی ساریاں

لپٹر رکھی تھیں۔ بلاوز پہنچ کرتے ہوئے تھے۔ پیشانیوں پر بندیاں تھیں اور پیروں میں سبک

سینڈل۔۔۔ لباس سے یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ وہ گداز جسموں کی نمائش کے لئے پہنچا گیا ہے۔

”تم کچھ کہنا چاہتی ہو۔“ نقاب پوش نے اُسی لڑکی کی طرف انگلی اٹھا کر پوچھا جس نے کچھ

کہنے کے ساتھ میں ہونٹوں کو جبکش دی تھی۔

”تُت... تم کون ہو۔“ اُس نے ذرتے ذرتے پوچھا۔

”اُس کی فکر نہ کرو۔۔۔ بتاؤ یہاں تھیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔“

”وہ کچھ نہ بولی۔۔۔ یہ بیک دوسرا لڑکی کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ چیخ کر بولی۔۔۔ میں یہاں کیوں

لائی گئی ہوں۔۔۔“

کوئی اُسے بھی موت کے گھاٹ آتا رکتا۔“

”یہ کون سی بڑی بات ہے۔۔۔ سر کار۔۔۔!“

”ہونہ سب سیکھ کہتے ہیں۔۔۔ پتہ نہیں کب سے کہتے آئے ہیں۔ لیکن وہ آج بھی زندہ
آج بھی دوسروں کے لئے مصیبتوں کے پہاڑ کھڑے کرتا رہتا ہے۔“

”مجھے بھی دیکھ لے جائے گا۔۔۔ سر کار۔۔۔!“

”خیر۔۔۔ خیر۔۔۔ اچھا شے بخیر۔۔۔!“

”شب بخیر جناب۔“

پھر ایک آدمی برآمدے سے گلی میں اتر کر کچھ دور چلنے کے بعد انہیں میں گم ہو گیا۔
دوسرے اب بھی دیں کھڑا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ دروازے کی طرف مڑا جو کھلا ہی ہوا تھا۔ اندر داخل ہو کر دروازے کی چوڑی

چڑھا دی۔ یہ کرہتا تھا۔ ایک تھا وہ آگے بڑھا اور دوسرا ہے دروازوں سے گذرتا ہوا ایک بہت بڑا
اوپری طرح روزن ہاں میں داخل ہوا جہاں مختلف میزوں پر کچھ لوگ تاش کھیل رہے تھے۔

شراب کی ٹلی ہوئی بوجیں رکھی تھیں۔ ایش تریز تکریث کے ٹکڑوں سے ببریز تھے۔
جیسے ہی ایسی آدمی ہاں میں داخل ہوا۔ انہوں نے ہاتھ روک لئے۔۔۔ اور آنکھیں چھاڑ پڑا۔

اُسے دیکھنے لگے۔۔۔
یہ سر سے پہنچا یہاں پوش تھا اور چہرے پر نقارب تھی۔

کچھ دیر پہنچے گوئے والی بمعنی تھا سے۔۔۔ نابہہ آواز گوا فضا میں حلیل ہو کر سکوت کا
آنغوں میں جاسوئی۔۔۔

”ہنر۔۔۔!“ اُسی لی پہنچا اور آواز نے سن۔۔۔ کاسینہ مجرد جے کیا۔

ایک آدمی ایک میز سے اٹھ کر اُس کے قریب آیا اور مود بانہ اکھڑا ہو گیا۔ یہ ایک قد آور اہ
ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ پیشانی اور گالوں پر زخموں کے گرے نشانات تھے۔ وہ آنکھوں سے درمذہ
چھپتی تھی۔۔۔

”کیا رہا۔۔۔!“ نقاب پوش نے پوچھا۔

”سب ٹھیک ہے سر کار۔۔۔ آپ تشریف لے جائیں۔۔۔ تین ہیں۔“

”تم اپنی خوشی سے آئی تھیں اچھی لڑکی۔“ نقاب پوش نے نرم لبجے میں کہا۔
اس عورت نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہیں بلوش دلانے لے جا رہی ہوں۔“
”کوئی فرق نہیں پڑتا... تم بہر حال اپنی خوشی سے آئی تھیں۔“

”ہمیں.... یہاں کیوں قید کیا گیا ہے۔“ تیری بھی بہت کر کے سوال کر تھی۔
”ایک لامتناہی سلسلہ آزادی کے لئے...!“ نقاب پوش نے جواب دیا۔ ”کل سے تمہارے گھنڈی نے انہیں بڑی بہت دلائی تھی۔
لماحدہ آزادی کا دور شروع ہو جائے گا۔“

”ہم گھر جانا چاہتے ہیں۔“
”آسے گھر نہیں کہتے جو اپنی ہی کوششوں کا نتیجہ نہ ہو... والدین کا گھر قید خانہ ہوتا ہے اور شوہر کا گھر ایسا تید خانہ جو صرف دام الحبس قیدیوں کے لئے مخصوص ہے۔“
”میں نہیں بھج سکتی تمہاری باتیں۔“

”یہ نئی دنیا کی باتیں ہیں... کل سے تمہارا ایک طویل بھری سفر شروع ہو گا۔“
”ہم نہیں جائیں گے...!“ تینوں جیچ پڑیں۔

”تم جاؤ گی اچھی لڑکوں... تم ایک بھری سفر کر دی۔ خاموشی سے۔ کسی سے اپنا دکھانہ میں تمہاری بوسوٹگھا پھر رہا ہے۔“
”ہم تمہیں گرفتار کراؤں گے۔“ ایک لڑکی جھنجلا کر چینی۔ لیکن اُس کی آواز کی گونو ہونے سے پہلے ہی ایک بھاری بھر کم قہقهہ بھی شروع ہو گیا۔ جو کافی درست تھہ خانے کی مدد فضائل گونجتا رہا۔

”تم اگر جہاز پر یا یہاں سے جہاں تک کے راستے میں کسی قسم کی بھی حرکت کرنے کی کوش کر دیگی تو ایک نامعلوم گولی تمہارے جسم کو چھید کر کھو دے گی۔ خواہ تم کسی بھری پڑی سڑک سے کیوں نہ گذر رہی ہو۔“

”کیوں.... آخر کیوں۔“
”میاں نے پیدا ہوتے وقت اپنی ماں سے سوال کیا تھا کہ تم آخر کیوں پیدا ہو رہی ہو۔“
”لڑکی خلا ہونٹ کاٹ کر رہے گئی۔ لیکن اُس کی آنکھیں اب بھی شعلے بر ساری تھیں۔
”بس....!“ نقاب پوش ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ اُن کے خلاف آردا۔

105
”تو خود بھٹکو گی۔“

آجے بڑھ کر اُس نے سامنے والی دیوار کے ایک پیش سوچ پر انگلی رکھی۔ قریب ہی ایک سل اوپر کی گئی۔ یہ دوسری طرف جانے کا راستہ تھا۔

”ویکان جہاں تھیں وہیں بیٹھی اُنے خونخوار نظرؤں سے گھورتی رہیں۔“ نقاب پوش کی نرم

لامہرے کر کے میں داخل ہو کر وہ پھر دروازے کی طرف مڑا اور وہاں کی دیوار والا پیش مٹن

دبا کر راستہ دوبارہ مسدود کر دیا۔

اب وہ اُس مسہری کی طرف مڑا جس پر ایک لڑکی پڑی سورہی تھی... آہستہ آہستہ آگے بڑھ

کر اُنکے بازو پر ہاتھ رکھ دیا اور ہولے ہولے جنبش دی۔ لڑکی بوکھلا کر اٹھ بیٹھی... یہ شیلا تھی۔
”تم آخر ہو... کون...؟“ وہ غصیل آواز میں غرائی۔

”تمہارا نیا عاشق...“ نقاب پوش نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کسی قدر جھکتے ہوئے کہا۔
”یہ نہ بھولو کہ میرا باپ سی۔ آئی۔ ذی کا پرمنڈث ہے۔“

”میں کبھی نہیں بھولا محترمہ شیلا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ خونخوار بھیڑیا فریڈی سارے شہر روؤگی.... کسی سے کچھ نہیں کہو گی۔“

”شیلا نہیں پڑی پھر بولی۔“ اگر فریڈی نکلا ہے میری خلاش میں تو پھر...!“

”خوش فہمی ہے آپ کی محترمہ شیلا... وہ کتنے کی موت مار دیا جائے گا...!“ ابھی تک شائد اسے اپنا فہمی نہیں مل سکتا تھا... اسی لئے زندہ رہا۔

”تم آخر چاہتے کیا ہو...!“ شیلا نے جھلا کر پوچھا۔

”اب تم مجھ سے محبت کرو۔ یونیورسٹی یوٹیڈ میں تمہارا نہماں ہے... اور کافی دل پھیک واقع ہوئی ہے۔ یقین رکھو میں تمہارتے معیار پر پورا اترؤں گا۔“

”شش آپ...!“

نقاب پوش نے قہقہہ لگایا اور دیوار کے قریب جا کر روشنی مغل کر دی۔

پھر تھوڑی دیر بعد شیلا کی الیاں اندھیرے میں کوئی بجھنے لگیں۔

ملاش

”وہ اسے اغوا کا کیس ہی بنانے کے لئے کار میں ڈالا گیا ہو گا۔“ حمید نے کچھ سوچتے ہوئے

کہا۔ ”یہ جتنا کے لئے کہ اسے زبردستی کار سے اتارا گیا۔“ سکھش ہوئی اور زبردستی کرنے والے

سورج طلوع ہونے سے قبل ہی وہ جنک پور کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔ کچار اسٹریٹ کے اور کوٹ کا ایک بیٹھنے کا مگر پڑا۔ اور اس کے لاحول ولا قوتہ... یونورٹی میں قلوپٹرہ کے نام سے مشہور تھی... ہر ماہ اسی طرح عاشق بدل دیتی تھی جیسے آپ جب لائے ہوتے۔“

پاسہ بدلتے ہیں۔

”بکواس مت کرو... مجھے سوچنے دو...!“ فریدی نے وڈا شیلد پر نظر جاتے ہوئے کہ ”ایسی لڑکیاں کسی کے ساتھ فرار ہونے کی زحمت نہیں گوارا کر سکتی۔“ فریدی نے کہا اور

”سوچ جائیے۔“ حمید نے کہا اور پاپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد جب زبان پائیں ہاتھ میں لاکٹر تھام کر بجھا ہوا سگار سلاکنے لگا... داہنہا تھا اسٹرینگ پر تھا۔ سکھلی ہونے لگی تو پھر بولا۔ ”اچھا صرف ایک بات بتا دیجئے۔“

”آپ لڑکوں کے بارے میں اتنے وثوق کے ساتھ کچھ نہ کہا کیجئے۔“

”بکو...!“

”لوٹھے ہو...!“

یک بیک فریدی نے گاڑی روک دی اور انہیں بند کر دیا۔

”لیا بات ہے۔“ حمید نے چونک کر پوچھا۔

”شیلا ملکہ سراغ رسانی کے پرنسپلز کی بیٹی ہے نا...!“

”کے جاؤ...!“

”بپ کے جرا شیم اس میں بھی موجود ہوں گی...“ مطلب یہ کہ اس میں کسی قسم کا پلاسٹک نہیں تھا۔ اسے اگر اسی کا دروازہ کھول کر نیچے نہ تنا ہوا بولا۔ حمید نے دوسری طرف کا بنا نے کی صلاحیت بدرجہ آخر م موجود ہو گی۔“

”تو پھر...!“

”وہ خود اس کے ساتھ برصاد غبت فرار ہوئی ہے، لیکن اسے اغوا کا کیس بنانا چاہتا ہے۔“ یہ دیکھو... یہ راستہ...!“ وہ ایک جانب ہاتھ اٹھا کر بولا۔ لیکن حمید کو اس طرف کوئی آپ خود سوچنے اگر اسے کوئی زبردستی لے گیا ہے تو کار میں رکھوائی کی ضرورت اسے کہ ”مراہست نظر نہ آیا۔“ وہ فریدی سے دس یا پندرہ گز کے فاصلے پر تھا بھر اس نے تیزی سے قدم محسوس ہوئی... بھلانے سے کار کی حفاظت سے کیا سروکار... صاحبزادی نے سوچا میں تو جا...! علاجے اور فریدی کے قرب پہنچ گیا۔

”دونوں طرف اونچی اونچی مینڈ ہوں پر سرکندوں کی جھازیاں تھیں۔“ ایک جانب اس سلسلے بول کم از کم کارہی صحیح وسلامت ابا جان لیک پہنچ جائے۔“

”ہوں...!“ فریدی نے طویل سانس لی پھر چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ ”اب اسی محل کے علاوہ ایک تیری منڈ بھی نظر آئی جس کی شروعات اُسی جگہ سے ہوئی تھی اور اس کا پر دوسرے پہلو سے بھی نظر ڈالو... کیا یہ ممکن نہیں کہ کوئی اغوا کننہ اسے فرار کا کیس مل لے بھی دوڑنک پھیلا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس طرح ایک دوسرے راستے کی تشكیل ہوئی تھی۔ فریدی تھوڑا رہ یک پچھے سوچتا ہاپھر بولدا جنک پور کیلے گلامور ہے... لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی اسرا آدمی جو پہلے کبھی ادھر سے نہ گذر اہوا کی راستے کو جنک پور والا موز سمجھ بیٹھے۔“

”فضل ہے... فضول ہے۔“ حمید اس طرح بڑیا جیسے خود سے مخاطب ہو۔

”کوئی بات زبان سے نکل جائے تو پھر اسے پتھر کی لکیری کہیں گے۔“

”لماٹے سے نظر ہی نہیں آتا۔ نہیں وہ ادھرنہ گئی ہو گی۔“

”مجھے کیسے نظر آگیا۔“ فریدی مسکرا کیا۔
 ”آپ کو تو وہ چیزیں بھی نظر آ جاتی ہیں جن کا سرے سے وجود ہی نہیں ہوتا۔“ حیرت
 بولا کیونکہ کھلے میں پہلے سے زیادہ سردی محسوس ہو رہی تھی۔
 ”جید نے تم اسامنہ بیالا لیکن کچھ بولا نہیں۔ فریدی نے پھر شیلا کی بات چھیر دی
 سورج طلوع ہو چکا تھا.... لیکن کرنوں میں حدت نہیں محسوس ہو رہی تھی.... اسے
 سردیوں کا یہ عالم تھا کہ۔
 ”تو کیا وہ فاحشہ بھی تھی۔“
 ”مودوں...!“ جید نے تیجے لبھے میں کہا۔ ”ان پڑھی لکھی لاکیوں کی فاشی آرت کھلاتی
 ہے اور اگر یہ کسی سے جنسی تعلق قائم کر لیں تو اسے فن کہیں گے.... عربی کافن نہیں انگریزی کا
 فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر تک وہیں کھڑا اُس نے دریافت شدہ راستے پر دور دورہ ایف۔ یو۔ این۔ فن۔...!
 ذیکر ہا پھر کیڈی کی طرف مرتا ہوا بولا۔ ”پلو آج ادھر سے جک پور چنچھے کی کوشش کریں،“ ”میں صرف شیلا کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔“
 ”خواہ یہ راستہ جہنم ہی کی طرف کیوں نہیں لے جائے۔“ جید نے اُسی کے مخصوص لجھ میں ”یونورٹی یوائز میں شمار تھا اس کا.... سچھ آوارہ تھی یا نہیں۔ لیکن ہر ماں ایک بیالا کا اُس
 پورا کرنے کی کوشش کی۔
 ”کے ساتھ دیکھا جاتا تھا۔“
 ”سیا اُسے بدناہی کی بھی پرواہ نہیں ہوتی تھی۔“
 ”بدناہی.... ارے اپنے پرشنڈٹ صاحب بے حد آزاد خیال آؤ ہیں.... ان کا بس چلتا
 ہے... اگر کہیں گاڑی پھنس گئی تو دھکا بھی آپ ہی لگائیں۔ تو کسی اگر یہ خاندان میں پیدا ہونے کی کوشش کرتے.... یہ لوٹے اُن کی چھاتی ہی پر تو موگ
 سمجھے جتاب....!“ جید نے کہا۔
 راستہ اتنا بھگ سے راستے پر آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔
 ”وہ پھر کیڈی میں آبیٹھے.... اور گاڑی موزدی گئی۔“
 ”یہاں تب ہول ہی دھول ہے.... اگر کہیں گاڑی پھنس گئی تو دھکا بھی آپ ہی لگائیں۔“
 ”لماں کی کوشش کر جید بولا۔“ ناشتے کی کیا ٹھہری۔
 ”ذمہ ملے میں باسکٹ ضرور ہو گی.... شریف نے کچھ رکھا تھا۔“
 ”محمد اللہ....!“

لقریب اڑھائی گھنٹے کے بعد وہ ایک پختہ سڑک پر بیٹھ گئے۔ کیڈی روک کر فریدی نیچے اتر
 پالا ڈلش بورڈ سے دور میں نکالی اور چاروں طرف کا جائزہ لینے لگا۔
 ”جید گاڑی سے نہیں آ رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں جھلاہٹ کے آثار تھے۔“
 ”فریدی کچھ دیر بعد پھر گاڑی کی طرف واپس آیا اور باہر ہی کھڑے کھڑے بولا۔“ میرا خیال
 ہے یہ دی مڑک ہے جو تار جام کے پہلے چورا ہے سے نصیر آباد کی طرف جاتی ہے۔
 ”میرا خیال ہے کہ نصیر آباد سے تار جام کے پہلے چورا ہے کی طرف آتی ہے جید نے
 اُسی کے لجھ میں نقل انتاری۔“

”راستہ تھایا شیطان کی آنت.... کسی طرح ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔“
 ”یہ کس مصیبت میں آپنے....!“ جید جھلا کر بولا۔ ”یہاں تو واپسی کے لئے گاڑی
 نہیں موزدی جاتی۔“
 ”فکر نہ کرو....!“ فریدی نے کہا۔
 ”ہاں فکری کس بات کی! کون رونے والا بیٹھا ہے۔“ جید جل کر بولا۔
 ارے واہ بڑی بی....!“ فریدی ہنس پڑا۔ پھر سمجھی گئی سے بولا۔ ”یار اب تم تو شادی کرنا

”کانے کیوں چبارہے ہو۔“ فریدی سکرایا۔

”تفیش کا یہ انداز میری سمجھے سے باہر ہے جناب والا...!“

”تمہاری سمجھ میں تو فدیلوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں آسکتا۔ خیر آؤ... آگئے!“ ایک بہت ہی آزاد خیال گھرانے کی فرد، یہ حممت و سمت سب ڈھونسلے ہیں۔ جیسا اور خوش رہ ڈاک بنگلے ملے گا کچھ دیر ٹھہریں گے۔“

”اللہ تیرا شکر ہے۔“ حمید نے مہندی ساسن لے کر کہا۔



”دوسٹ ہوتے ہیں۔“

”چھپلی رات جو کچھ ہوا اسے بھجو، ایڈ و پچھری سمجھو لو...“ اتنی اہمیت کیوں دیتی ہو اسے تم تو

”تمہاری سمجھ میں تو فدیلوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں آسکتا۔ خیر آؤ... آگئے!“ ایک بہت ہی آزاد خیال گھرانے کی فرد، یہ حممت و سمت سب ڈھونسلے ہیں۔ جیسا اور خوش رہ

”کر چو... ساری خواہشات پوری کر ڈالو کہ عالم دو پر نیست...!“

”یا تم اپی بین کے متعلق بھی بیسی سوچ سکو گے۔“

”کیوں نہیں... کیوں نہیں... آج کل میری بین ایک فنا سیکی صور انجوائے کر رہی ہے۔“

”بے شرم! ذلیل...!“

”زبان پھیرنے لگتی تھی۔“

”فتاب پوش نے قہقہہ لگایا۔ دیر تک ہنستارہا بچھ بولا۔“ محترمہ شیلا ان دوستوں پر

”لیکن وہ اسی طرح پیر لکائے مسہری پر بیٹھی رہی۔“ فتاب پوش سامنے آرام کری پڑا کیا گرتی ہو گی جو ایک ماہ بعد تمہاری دوستی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ دیکھو کوئی مرد کسی لڑکی سے

”لے وقت بھی چیز دہن میں رکھتا ہے کہ جنی رشتہ قائم کرنے کے سلسلے میں یہ پہلا قدم ہے۔“

”اگر وہ اتنی غلط بات سوچ سکتا ہے تو اس میں لڑکی کا کیا قصور...!“

”تجھے ان لوگوں پر رحم آتا ہے، جو آج بھی تمہارے لئے مہندی آہیں بھر رہے ہوں گے۔“

”بکواس بند کرو...! نکالو مجھے اس تہہ خانے سے...! میں گرجاؤں گی۔“

”آتی جلدی! مہینہ تو پورا ہونے دو...“ ورنہ تمہاری زندگی کی بس کا یہ ثرپ خالی گائے گا۔“

”شش اپ... حرای کے پلے...!“

”اں بار ایک عاشق درانہ تمہاری زندگی میں گھسن آیا ہے۔“

”میں یہاں قید نہیں رہ سکتی۔“ وہ کھڑی ہو کر بہتری ای انداز میں چھپنی۔

”پورے ایک ماہ محترمہ شیلا... اس سے پہلے مکن نہیں۔“

”میں تمہیں جان سے مار دوں گی۔“ شیلا اُس کی طرف بچپنی۔ فتاب پوش نے انھ کر اُس

کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور وہ اچھل اچھل کر اُس کے چہرے پر اپنا سردے مارنے کی کوشش

کرنے لگی۔ لاتیں تو چل ہی رہی تھیں۔ اس جدو جہد میں اُس کی حالت مصکلہ خیز ہو گئی تھی۔ پین

کوٹ اور بلاوز تو پہلے ہی سے شکستہ دریدہ ہو رہے تھے۔ اب بلاوز کے بین بھی ھکھل گئے۔ لیکن

”عاشق...!“ شیلا کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ نظر آئی۔ پھر اُس نے کہا۔“

”شیلا پر تو چھپنے کی قسم کادورہ پڑ گیا تھا۔ جیچ جیچ کرا چھل کو رہی تھی۔“

”میرے متعلق غلط فہمی میں بتلا ہیں۔ میرا آج تک کسی سے جنی رشتہ نہیں رہا۔ تم نے...“

”تم نے سور کے بچے...!“ مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا۔“ وہ میرے عاشق نہیں۔“

”اویس کا چھپلیں سے مھوڑی تک سیاہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ صرف آنکھیں نظر آئیں تھیں، لیکن نقاب کی بناوٹ ایسی تھی کہ وہ آنکھوں سے بھی نہیں پیچا جا سکتے تھا۔ شیلا نیکا رہی تھی۔ اگر ان دونوں سوراخوں سے بھنوں بھی نظر آسکتیں تو شاید وہ اُسے پیچانے کی کوشش کرتی۔ اُسے یقین تھا کہ نقاب پوش نہ صرف آواز بدل کر بولتا ہے بلکہ اُس پر بعض مخصوص لہو کو بگاڑنے کی کوشش کرتا ہے۔“

”تم کیا سوچ رہی ہو محترمہ شیلا...!“ فتاب پوش نے پوچھا۔

”یہی کہ تم...!“ بے حد کینے آدمی ہو۔

”لیڈ و پچھس کہو...!“ کمینہ موزوں لفظ نہیں ہے۔ ویسے اگر کسی شریف لڑکی نے کہا تو

”لیڈ و پچھس کہو...!“ کمینہ موزوں لفظ نہیں ہے۔ ویسے اگر کسی شریف لڑکی نے کہا تو

”تمہیں مجھ میں کون سا کیسہ پن نظر آتا ہے۔“

”ہر ماہ عاشق بدل دیتا...!“ شریقوں کا شیوه تو نہیں۔“

”شاپنگ میں کیا کام کر رہی ہو گئی۔“

پر جا پڑی۔ لیکن اُس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ بازوؤں میں منہ چھپائے ہوا۔ اسکے زیری صاحب کتنے پانی میں ہیں۔ تعریف تو بہت سر رکھی ہے۔ ”

پھوٹ کر رونے لگی۔ ”جہنم میں ہیچاڑے گا....!“ شیلا سر اٹھا کر کسی زخمی لیلی کی طرح غرائی۔

وہ دروری تھی اور نقاب پوش قبیلہ کا رہا تھا۔ ”خوش نہیں ہے تمہاری محترمہ شیلا....!“ نقاب پوش فس کر بولا۔ ویسے آپ نے تو اُس

”مجھے مجھیش یاد آ رہا ہے محترمہ شیلا جس نے رو رو کر تمہیں اپنے عشق کی کہانی سالئی پر بھی جال چینکنے کی کوشش ضرور کرو ڈالی ہو گی۔ کیونکہ آپ کے پیام کا ماتحت بھی ہے سہل الحصول! تم اُس وقت قبیلہ کا رہی تھیں اُس کا مفعک اڑا رہی تھیں۔ مجھے روپ چند یاد آ رہا ہے جو کی ذیالی ہے.... برا جیلا جوان ہے۔“

گزگرا کر تم سے استدعا کی تھی کہ اُسے نہ ٹھکراؤ لیکن تم نے اُس کے منہ پر تحکوک دیا تھا۔ ”بکواس بند کرو.... میں ان کا بے حد احترام کرتی ہوں۔ ہمیشہ ایک چھوٹی بین کی نظر سے پال یاد آ رہا ہے، جسے اُنی ہو گئی تمہارا ساتھ چھوٹے کے نم میں۔ مجھے سو شیل یاد آ رہا ہے؟ دیکھا ہے انہیں۔“

نے خود کو تباہ کر لیا تم سے پھر کر۔ وہ سب تم سے تمہاری محبت کی بھیک مانگ رہے تھا۔ ”تو پھر سارجنٹ حید کے ہتھے ضرور چڑھی ہو گی.... وہ کافی دل پھینک مشہور ہے۔“

انہیں بالغیلی کے شکل ثابت کرنے پر تھی تھیں۔ روئے جاؤ۔ میں برا سکون محسوس کر رہا ہوں۔ ”اُس سے آج تک بات کرنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔“

”خیر میں کیساں گا تم کو.... یقین کرو.... بہت خوبصورت آدمی ہوں.... اگر صورت دیکھ لو وہ کچھ نہ ہی۔ بس روئے جارہی تھی۔“

نقاب پوش آرام گرسی میں نیم دراز ہو گیا۔ وقت تیری سے گزر رہا تھا۔ شیلا کیا تو مجھے یقین ہے کہ ہماری دوستی میں ایک ماہ کی توسعہ ہو جائے گی۔

اب آہستہ آہستہ سکیوں میں تبدیل ہوتی جا رہی تھیں۔ ”شیلا جھلا کر چھین۔“

پھر کچھ دیر بعد وہ بالکل ہی خاموش ہو گئی۔ لیکن اب بھی اونڈھی پڑی ہوئی تھی اور نقاب پوش پھر پہننے لگا۔

بازوؤں میں چھپا ہوا تھا۔ ”چھر کچھ دیر بعد وہاں گھری خاموشی چھا گئی۔ شیلا اب بھی اونڈھی پڑی ہوئی تھی۔ نقاب پوش

”چھی....!“ نقاب پوش بولا۔ ”تم ایک اثرا مودرن لڑکی ہو۔ اور ایڈوچر کی رسائیں بدستور آرام گرسی میں دراز تھا۔“

اس سچویں سے تو تمہیں کافی محفوظ ہونا چاہئے تھا۔ ویسے میں تو کافی محفوظ ہوا ہوں....

بخت آور رات تھی جب تم اتفاقاً ہاتھ گلی تھیں۔ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ تم اُس سنان پر تہماں جاؤ گی۔“

شیلا کچھ بھی نہ بولی۔ ”تو ہوزی دیر تک خاموش رہی پھر نقاب پوش نے کہا۔ ”بھی نہ گاٹھر لیکے میرا چہرہ دیکھ سکو.... اچھا تھا۔“

کچھ دن گذرنے پر تمہیں اُس بے پناہ لذت کا اندازہ ہو گا۔ تم سوچو گی اور گھنٹوں محفوظ رہو گی۔ میں نے تم پر احسان کیا ہے محترمہ شیلا....!“

”جاو.... چلے جاؤ....!“ شیلانے بدقت کہا۔

نیاشکار

ذاکر بکھر نیا دہ دور نہیں تھا وہاں ایک بوڑھے سے چوکیدار نے ان کا خیر مقدم کیا اور بولا۔

”کہہا“ صاحب میں چائے کے علاوہ اور کچھ نہ ہمیا کر سکوں گا.... وہ بھی ڈبے کے دودھ کی ہو گی۔“

”یار گاڑی سے تو اترنے دو۔“ حمید نے مہامنہ بن کر کھا اور چوکیدار ”ہی ہی ہی ہی“ ہوا پہنچے ہٹ گیا۔

وہ دونوں گاڑی سے اتر گر اندر آئے۔ کمرے میں ایک پنک اور دو تین کرسیاں پڑیں۔ قیس.... فریدی اب بھی کسی سوچ میں گم تھا۔ اُس نے نیسا گار نکال کر اُس کا ایک سر پاپ اور داننوں میں دبا کر سلاکنے لگا۔

حمد کرے کا جائزہ لے رہا تھا۔۔۔ پھر وہ پنک پر ڈھیر ہو کر اونچنے کا ارادہ کر رہا۔ فریدی بولا۔ ”ہو سکتا ہے کہ بوڑھا چوکیدار کا رہا۔۔۔ تابت ہو سکے۔“

”بہت زیادہ....!“ حمید نے تنج لہجے میں کہا۔ ”چہاریاں تو تمہیاں کر سکے گا۔“

فریدی پچھنہ بولا۔ اب وہ دروازے میں کھڑا باہر دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد حمید کی مژکر بولا۔ ”ہو سکتا ہے شیلاراہ بھلک کراہ ہر ہی آنکھی ہو۔ وہ راستہ کسی انجمان آدمی کو دوہار سکتا ہے۔“

”آپ اُسے انجمان کیوں سمجھ رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے پہلے بھی ادھر آئی رہی ہو۔“

”نہیں.... نسرین نے سوپ کی موجودگی ہی میں اُسے راستے کی تفصیل بتائی تھی اور اُنہوں نے بھی بنا کر دیا تھا۔“

”خود سوپ کا کیا خیال ہے۔“

”اُن کا بھی خیال ہے کہ یہ اغوا ہی کا کیس ہے۔“

انتہے میں بوڑھا چائے لایا۔۔۔ کپ اور ساسر صفائی سے دھونے لگے تھے۔ البتہ چائے ریڈی میڈی ہی قسم کی تھی اور ایلو میونیم کی آدمی کالی اور آدمی سفید کیتی دیکھ کر حمید کو کرایہ محوس ہوئی تھی لیکن تازہ چائے تھر موس کی چائے سے بہر حال بہتر ہوتی ہے۔

وہ چائے پیتے رہے اور چوکیدار قریب ہاتھ باندھے کھڑا رہ۔

”ادھر سے تو بڑے بڑے لوگ گذرتے ہوں گے۔“ فریدی نے اُس سے پوچھا۔

”جی صاحب۔“

”ہاں دیکھو۔۔۔ تین دن پہلے کوئی لڑکی بھی ادھر آئی تھی۔“

”جی میاں بیوی آئے تھے ایک۔۔۔ مگر دونوں الگ الگ گاڑیوں میں تھے۔“

فریدی نے عورت کا حلیہ خود ہی بیان کیا جس پر چوکیدار صاد کرتا رہا۔۔۔ یہ شیلا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن مرد؟ چوکیدار کہہ رہا تھا۔

”انہوں نے یہاں رک کر چائے بنوائی تھی۔ لیکن شوہرنے چائے خود نہیں پی تھی۔“

”شوہر کیسا تھا؟ ذر اُس کی صورت بُلکل کے بارے میں بھی بتاؤ۔“ فریدی نے کہا۔

”پتہ نہیں صاحب اُرات کو آئے تھے۔ لیپ میں اچھی روشنی نہیں ہوتی۔ اُس نے اپنے لب کوٹ کے کارکھرے کر کھے تھے۔ سردی بہت تھی جتاب اور پھر ادھر کھلے میں یوں بھی سردی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔۔۔ اس سال تو میرے پاس گرم کوٹ بھی نہیں ہے۔ پچھلے سال ایک صاحب نے بخشش دیا تھا۔۔۔ وہ میرا لڑکا اٹھا لے گیا۔ اب سوچتا ہوں یہ سردیاں کیسے کٹیں گی۔“

”میں تمہیں کوٹ دوں گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”اُن دونوں گاڑیوں کے بارے میں پچھہ بتا سکو گے۔“

”اُندھر اچھا جناب۔۔۔ لل۔۔۔ لیکن ایک گاڑی۔۔۔ پچھہ جانی پیچانی سی تھی۔“

”وہ خاموش ہو کر پچھہ سوچنے لگا۔ فریدی استقہامیہ انداز میں اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔“

”تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔ ”جی وہ شائد نزبد اسٹیٹ کی گاڑی تھی۔“

”نزبد اسٹیٹ۔۔۔!“ فریدی نے طویل سانس لی۔۔۔ بغور اُس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر پوچھا۔ ”کوئی خاص بیچان ہے۔۔۔ نزبد اسٹیٹ کی گاڑیوں کی۔“

”تھاہا۔۔۔ اُن پر آگے پیلی جمنڈیاں ہوتی ہیں جن پر پوش کھوپے کی تصویر ہی ہوتی ہے۔“

”ہوں۔۔۔ اچھا۔۔۔ کیا وہ لڑکی اُس آدمی سے ہنس بول رہی تھی۔“

”پتہ نہیں صاحب۔۔۔ لیکن بار بار اُس کا شکریہ ضرور ادا کر رہی تھی۔ جب میں نے بھی کوچاک کر شائد میاں بیوی نہ بھی ہوں۔“

”مرد کی صورت تم نے نہیں دیکھی تھی۔“

”نہیں صاحب۔۔۔!“

”پھر خاموش چھاگئی۔۔۔ وہ چائے پیتے رہے۔ فریدی نے کپ خالی کر کے سگار سلاکیا اور حمید سرگئی پر لیٹ کر پاپ میں تباہ کو بھرنے لگا۔

”چوکیدار برلن سیست لے گیا تھا۔“

”تو یہ نزبد اسٹیٹ۔۔۔!“ حمید نے فریدی کی طرف دیکھ کر کہا۔

”نہ ہے راج صاحب بہت زیادہ عیاشی فرماتے ہیں۔ تو پانچ سال سے کسی کو صورت نہیں دکھالا۔ کیا مطلب....!“ حمید اٹھ بیٹھا۔

”اپنے محل کے کسی حصے میں گوشہ نشین ہو گئے ہیں۔ وہیں سب کچھ ہوتا ہے۔“ ”تو پانچ سال سے اُسے کسی نہ دیکھا ہی نہیں۔“

”یہی نہ ہے۔“

”تب تو....!“

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ سگار دانتوں میں دبائے کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔

”تو کیا اب تر بدال اسٹیٹ....!“ حمید نے دوبارہ ڈھیر ہوتے ہوئے پوچھا۔

”ضروری نہیں ہے۔“ فریدی نے کہا اور پھر بارہ دیکھنے لگا۔

تمہوری دیر بعد وہ انھا اور دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ”آؤ۔“

وہ باہر آئے چوکیدار کا طرف دوڑا آیا۔

فریدی نے اندر سے اپنا اور کوٹ نکال کر اُسے دیتے ہوئے کہا۔ ”سر دیاں اچھی گذریں گے۔“ نیا کوٹ دیکھ کر وہ بھوپنگارہ گیا۔ پھر فریدی نے دس کا ایک نوٹ بھی پرس سے نکالا۔

”دو پھر کے لئے مرغی پکا رکھوں سرکار....؟“ چوکیدار نے لرزتی ہوئی سی آواز میں پوچھا۔

”نہیں اب ادھر آتا نہیں ہو گا۔“ اُس نے کہا۔

چوکیدار دل کھول کر دعا میں دے رہا تھا۔ وہ پھر چل پڑے۔

”تو پھر اب کیا ارادہ ہے۔“ حمید نے پوچھا۔

”لو ہے لگ جائیں گے۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”کیا مطلب....!“

”سرکار دوات مدار کے فرزندان دلبند ہیں.... سوپر کور پورٹ دینی پڑے گی۔ اگر آپ اندر پر کچھ ہدایات میں تو راج تج جہان سے بھی ملنے کی کوشش کریں گے۔“

”اگر سوپر صاحب ڈھیلے پڑے گئے تو۔“

”وہ جانیں....!“

”بڑی لاپرواں سے بات کر رہے ہیں آپ۔“

”جمیں سور یا اسٹیٹ والی بات یاد ہے نا.... واسراۓ مداخلت کر بیٹھا تھا.... کیسی بھی ہوتی ہوئی

”خی..... ہمارے مارش اسمحہ صاحب بھی ہاتھ ملتے رہے گئے تھے۔“

”ہے تو کچھ یو نہیں...!“

”بُن پھر فلم کرو۔“

”لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ راج تج جہان ہی رہا ہو.... اسٹیٹ کا کوئی دوسرا آدمی بھی

ہو سکتا ہے۔ اسٹیٹ ہی کی کوئی گاڑی استعمال کر بیٹھا ہو۔“

”ممکن ہے.... لیکن وہ اُس کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔ اس لئے انھوں.... سوچتا پڑے گا

بھی....!“ فریدی نے طویل سانس لے کر کہا۔

”کیوں نہ ہم یونیورسٹی سے شروع کریں۔“ حمید بولا۔

”میں بھی بھی سوچ رہا ہوں.... ہو سکتا ہے وہ اُس کا کوئی دل جلا عاشق ہی رہا ہو.... یہاں

مل گیا ہو.... صحیح راہ پر لگا دیئے کی جیش کش کی ہو.... اور اُس کے بعد زبردستی پر اتر آیا ہو.... کیونکہ وہ بھی تو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔“

حمدی کچھ نہ بولا۔ لیکن یہ پختہ سڑک پر فرائٹ بھرتی رہی۔ حمید اونگھنے لگا تھا کچھ دور چل کر

فریدی نے گاڑی پھر ایک کچھ راستے پر موڑ دی۔

اور پھر حمید اُس وقت چوٹ کا تھا جب کیڑی ایک دھچکے کے ساتھ رک گئی تھی۔ فریدی دروازہ

کھول کر اتر رہا تھا۔

پھر اُس نے اسے سرکندوں کی جزوں میں پھنسنے ہوئے سرخ رنگ کے ایک رومنال کو اٹھاتے

دیکھا۔

حمدی بھی نیچے اتر آیا۔



شیشا آرام کرنی میں نیم دراز تھی۔ جسم پر ابھی سک وہی تکشہ لباس موجود تھا۔ بڑی تھکن

محوس کر رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے عرصہ سے بیمار ہو۔

اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس عذاب سے کس طرح نجات ملے گی۔ وہ ایک تفریخ

پزنداری کی تھی۔ روزانہ نئے دوست بیانے کی خواہش مند رہتی تھی۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ کبھی

کسی سے جنسی تعلقات قائم نہیں ہوئے تھے۔

اُس نے ذہن پر لاکھ زور ڈال لیکن اندازہ نہ کر سکی کہ یہ نقاب پوش کون ہو سکتا ہے۔ ویرا بیہو شی کر کے لائی گئی تھی..... ابھی تک ہوش نہیں آیا۔ ”نقاب پوش نے جواب دیا۔“ اُسے سو فیصد یقین تھا کہ وہ آواز بدل کر گنتگو کرتا ہے..... وہ بھی اکثر سوچتی ہو سکتا ہے کہ دلار شیلا نے پر اُس کے مخصوص چہرے پر نظر ڈالی اور کانپ گئی۔ کاش وہ اُسے محفوظ کر سکتی۔ وہ کا کوئی ایسا دوست ہی ہو جس نے اُس سے غیر ضروری توقعات وابستہ کر کر کی ہوں اور ہاکی پونچنے گی۔ یہ عمر اس جانشی کی متحمل نہ ہو سکے گی..... وہ اُسے کیسے بچائے۔ خود تو صورت میں ایسی حرکت کر بیٹھا ہو۔“ وہ اس وقت بھی تیکی سوچ رہی تھی..... دفتار و اڑے کے سرکنے کی آواز آئی اور دوچڑھ متندر ہو جائیں گی..... پوری زندگی ایک بھی انک عذاب بن جائے گی..... اے بھگوان..... اے کرمزی۔ نقاب پوش اندر داخل ہو رہا تھا..... اور اُس کے ہاتھوں پر ایک بیہو شی عورت تھی جسے خدا..... اسے محفوظ رکھ۔ اسے بچائے پر مامن۔“ اُس نے مسہری پر ڈال دیا۔

یہ عورت نہیں بلکہ ایک نو خیر لڑکی تھی۔ مخصوص صورت..... بیہو شی میں ایسی لگ رہی تھی۔ ”بیہوں نہیں..... کیا تم اپنا تجربہ بھول گئیں۔“ نقاب پوش نے فاتحانہ انداز میں کہا اور شیلا جسے ابھی تھک کر گہری نیند سو گئی ہو۔ جوانی اور بچپن گلے مل رہے تھے اُس کے خدوخال میں..... اُٹھائی سے سکراپڑی..... حالانکہ اس مسکراہٹ نے اُس کی روح پر ایسی ضریبیں لگائی تھیں کہ دونوں کی الوداگی ملاقات....!

”نہیں.....!“ وہ ٹھنکی۔ ”ایسے نہیں..... تم اسے مجھ پر چھوڑ جاؤ..... میں راہ پر لاوں گی۔“

”تم....!“ نقاب پوش کے لمحے میں حیرت تھی۔

”ہوں....!“ نقاب پوش نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”میری الہم کی ایک تصویر! میری میں نے مخفی دل سے غور کیا ہے..... واقعی سنتی خیز..... دلچسپ انوکھی چھوپیں..... میں اب جاؤ..... میں ٹھنک کرلوں گی۔“

نقاب پوش اسے آنکھیں چھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ آپ ہی آپ ہنس پڑا اور شیلا اسے استفہا یہ نظر دوں سے دیکھنے لگی۔

”آپ کے فریدی صاحب ڈاک بنگلے تک تو پہنچ گئے ہیں۔“

”لب اپنا خیر مناؤ..... میں کہتی ہوں اب بھی غنیمت ہے، مجھے گھر پہنچا دو۔“

”فریدی جیسے گھرے میرے بوٹ چاٹتے ہیں۔ مطہن رہو..... اگر وہ مجھ تک پہنچ بھی گیا تو میر اکیا بلکڑ لے گا۔ ایک بار یہ تجربہ بھی کہی..... مجھے نئے تجربات کا خط ہے، محترمہ شیلا۔“

شیلا کوئہ نہ بولی۔

”چھا..... میں جا رہا ہوں.....“ وہ اٹھتا ہوا بولा۔ ”دیکھوں گا کہ تم کتنی باصلاحیت ہو۔“

”بہت غور سے دیکھ رہی ہو شیلا..... کیا سے بچا نتی ہو۔“ نقاب پوش نے پوچھا۔

”نہیں..... یہ کون ہے..... اسے بیہاں کیوں لائے ہو۔“

”ہوں....!“ نقاب پوش نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”میری الہم کی ایک تصویر! میری جنیت ہر معاملے میں ویرا کئی چاہتی ہے محترمہ شیلا....!“

”کیا مطلب....!“

”مگر اُو نہیں..... تمہاری جنیت صرف ایک تماشائی کی ہو گی۔“

”نہیں....!“ شیلا چھل کر کھڑی ہو گئی۔

”نیا تجربہ.....!“ نقاب پوش نے قہقہہ لگای۔

”میں تمہیں جان سے مار دوں گی..... لے جاؤ اسے بیہاں سے۔“

”وزار سوچو..... مخفی دل سے غور کرو..... لذت محسوس کرو گی۔“

”میں کہتی ہوں..... دفع ہو جاؤ..... ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔“

نقاب پوش نے قہقہہ لگای۔ شیلا غصے سے پاگل ہوئی جا رہی تھی۔ ہاتھ میں ریو اور ہوتا توبہ دریغ اُسے گولی مار دیتی۔ نقاب پوش مسہری پر بیٹھ گیا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ شیلا کا دماغ مخفی دا ہوا

”دفعہ ہو جاؤ...!“ شیلا ہاتھ بڑا کر بولی۔

تحوزی دیر بعد وہ لڑکی پر جھلکی ہوئی اُس کی پلکش اٹھا رہی تھی۔ پھر چلوٹ میں پانی سارے کے منہ پر چھینٹ دیئے۔ آخر پکھہ دیر کی جدوجہد اسے ہوش میں لے آئی..... لیکن ایسا ماطر تھا جسے اُسے کچھ بھائی نہ دے رہا ہو۔ رہ رہ کر اس طرح آنکھیں چماز نے لگتی تھی جیسے انہوں میں کوئی جیزیرہ بلاش کر رہی ہو!“

شیلا نے اُسے ہلایا جلایا اور آوازیں دیں.... جب وہ انٹھ پیٹھی اور سہے ہوئے انداز میں پہلے طرف دیکھنے لگی۔

”مم... مس... آپ نور ہیں۔“ اُس نے شیلا سے پوچھا۔

”نہماری طبیعت کیسی ہے،“

”حیلک ہوں۔“ وہ صہبہ سے اتری ہوئی بولی اور خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف کی گلی۔ پھر بولی۔ ”میں کہاں ہوں۔“

”میں بھی نہیں جانتی کہ میں خود کہاں ہوں۔“ شیلا نے جواب دیا۔ چند لمحے تشویش نظروں سے اُسے دیکھتی رہی پھر پوچھا۔ ”تم کہاں رہتی ہو۔“

”مم... میں نصیر آباد میں.... لیکن میہ کون سی جگہ ہے.... باہی کہاں ہیں۔“

”کون باہی....!“

”بیگم سعید....!“

”میں کسی بیگم سعید کو نہیں جانتی۔“

”اوہ.... میں اُن سے پڑھنے آئی تھی.... انہوں نے ابھی مجھے چائے پلانی تھی۔ کہاں پیو؟.... میں ذرا باور چی خانہ تک ہو آؤں.... وہ کہاں ہیں۔“

شیلا نے طویل سانس لی اور سوچا پتہ نہیں کرتی دیر بیہو شرہی ہے پیچاری۔

”تم کس تاریخ کو بیگم سعید سے پڑھنے گئی تھیں۔“ اُس نے پوچھا۔

”تت.... تاریخ.... می.... وہ تیرہ دسمبر تھی شاید!“

”آج سولہ دسمبر ہے۔“

”نداق نہ کیجئے.... میں اب گمراہوں گی۔ کیا وقت ہوا ہے۔“

”میرے پاس گھری نہیں ہے۔“

”چھا مجھے اب گمراہانے دیجئے.... باہی.... پتہ نہیں کہاں چلی گئیں۔ اکثر اسی طرح غائب ہو جاتی ہیں مجھے بھاکر۔“

شیلا کی سمجھ میں نہیں آرہتا کہ اُس سے کیا کہے۔ اُسے کس طرح بتائے کہ وہ نصیر آباد سے غواہ کر کے لائی گئی ہے۔ لیکن وہ اُسے اندر ہیرے میں کیوں کر رکھ سکتی تھی۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح اُس نے اُسے بتایا۔ پہلے تو وہ متغیرہ گئی پھر نرمی طرح روپڑی۔ بچکیاں لگ گئیں۔

شیلا بدققت تمام اُسے چپ کرنے میں کامیاب ہوئی۔ اُس نے بتایا کہ بیگم سعید اس کے اسکول کی ہیئت مدرس تھی۔ چونکہ اُس کے والدین اتنی استطاعت نہیں رکھتے تھے کہ اُس کے لئے پرانی بیٹی بیوشن کا بھی انتظام کر سکتے اس لئے پرانی جان پچوان کی بیان پر انہوں نے بیگم سعید سے درخواست کی تھی کہ وہ اُسے اپنے گھر پر پڑھا دیا کرے۔ وہ آدھے میل کی مسافت طے کر کے روزانہ اُس سے پڑھنے جاتی تھی۔

شیلا سمجھ گئی کہ اُسے چائے میں کوئی خواب آور دوادی گئی ہو گی۔ لیکن متواتر تین دن تک بیہو شرہنا بھی میں نہ آسکا ہے تھوڑے تھوڑے وقف سے مورفایا کے انجکشن دیئے گئے ہوں۔

”لیکن مجھے یہاں لاایا کون....؟“

”میں نہیں جانتی.... وہ اپنا پچھرہ نقاب میں پچھائے رہتا ہے۔“

”آپ.... آپ کون ہیں۔“

”میں....!“ شیلا نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”میں بھی تمہاری طرح ہی لائی گئی ہوں۔“

اُس کے عشقاء

شیلا کے باپ نے رومال دیکھا لیکن یقین کے ساتھ نہ کہہ سکا کہ وہ شیلا ہی کا ہو گا۔ زردا اٹیٹ کے نام ہی پر وہ نائلے میں آیا تھا۔ اٹیٹ کا والی راجہ تج بھان بد نام آدمی تھا۔ عیاشی کے عائلے میں اُس کا نام دور دور لکھ مشہور تھا۔ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ اب تو اُس کی غلامیں فرائض منصبی میں حارج ہونے لگی تھیں پچھلے پانچ سال سے اُسے کسی نے دیکھا ہی نہیں

تحا۔ اپنے مخصوص حالات میں بند ہو کر رہا گیا تھا۔

بیاست کا لطم و نسق سو فیصد الہکاروں کا مر ہون منت تھا۔ ملکہ و کٹوریہ کو اپنے عہد کے راء کی شہزادے کوں سی ادا بھائی تھی کہ اس چھوٹی سی ریاست کو بھی لا محدود اختیارات تفویز کر دیئے تھے اور انہیں اختیارات کے کھونے کے مل پر حکمرانوں کی اتنا نیت کی بچھیا کو دتی رہی تھی۔ موجودہ راجہ کے پیشوؤں نے بھی اپنے نظام کے جھنڈے گاڑے تھے اور اب شاید یہ بھ انہیں کے لفٹ قدم پر چل لکھا تھا۔ شیلا کے باپ نے فریدی کو بتایا کہ خاص نزد اسٹیٹ میں ادن وہاڑے راہ چلتی لرکیاں اٹھتی رہتی ہیں۔ راجہ کی آڑ میں الہکار سکھ جی بھر کے حکلم کھلا گئی تھیتے ہیں۔ ان مظالم کی نہ کوئی داد ہے نہ فریاد.... آخر کوئی کس کے آگے روئے.... ظالم سے ظلم کی شکایت کا کیا جواب مل سکے گا۔

فی الحال فریدی نزد اسٹیٹ کا رخ کرنے کی بجائے یونیورسٹی کی طرف متوجہ ہو گیا اور حید فدیلی کی طرف.... وہ اُس کے لئے اُس کی واحد تفریغ تھی۔ زیادہ ملاقاتیں ہائی سرکل ناٹ کلب میں ہوتی تھیں! آج جس وقت وہ نیجر کے کمرے میں داخل ہوا وہ فرش پر اکنزوں بیٹھا فدیلی کی سینڈلوں پر جھاڑاں پھیر رہا تھا۔ حید کو دیکھتے ہی بوكھلا کر اٹھا بیٹھا اور غصیل بجھ میں بولا۔

”یہ شریف سا کا آبائی پیشہ ہے۔“ حید نے فدیلی کی سینڈلوں کی طرف اشارہ کر کے کہا اور فدیلی بیساختہ سا پڑی، ”نبیس اس کیلئے کچھ نہ کہو سار جنت.... دراصل ہم دونوں نے شرط لگائی تھی میں کہہ رہا تھی کہ تم میری سینڈلیں نہیں صاف کر سکتے یہ فرمائے تھے کہ سکتا ہوں۔ آخر پانچ روپیوں کی شرط لگ گئی۔ جیت لی بھی شرط انہوں نے اب پانچ روپے مجھ دینے پوئیں گے۔“

”یہ شریفوں کا شیوه نہیں ہے کہ دروازہ پر دستک دیئے بغیر اس طرح اندر گھس آئیں۔“

وہ دونوں ہنستے رہے اور نیجر برا سامنہ بنائے بیٹھا رہا۔

”نانہ ہے فریدی صاحب نے اُس رات باہر لے جا کر تمہاری غاصی پٹائی کی تھی۔“ فدیلی نے حید سے کہا۔

”ضرور کرتے.... لیکن میں نے اُن سے فوراً وعدہ کر لیا کہ انہیں تم سے ملازوں گا۔“

”واقعی....!“ فدیلی خوش ہو کر بولی۔ ”بڑا شاندار آدمی ہے تمہارا چیف....!“

”الش رحم کرے....!“ حید نے ٹھنڈی سانس لی۔

”کیوں....؟ کیوں؟“ فدیلی نے تھیرانہ بجھ میں پوچھا۔

”اُس آدمی کی شانداری نے تو میری منی پلید کر کی ہے۔“

”کیوں....؟“

”اب تم انہیں کے خواب دیکھا کرو گی۔“

”خواب تو میں صرف ان کے دیکھتی ہوں۔“ فدیلی نیجر کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔

”انہیں تم نے ابھی تک کافی نہیں منگوائی۔ کریم کے ساتھ چیزوں کی اور ذار انگ وہ کیا شعر تھا۔“

نیجر نے تھنٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن فدیلی نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ٹھنک کر بولی۔

”میں خود جاؤ.... اور خود ہی کافی کی ٹرے بھی اٹھا کر لاو۔“

”لعنی.... کہ مم.... مم....!“

”ہوں.... اوں.... کیا حرج ہے۔ میرے لئے اتنا بھی نہیں کر سکتے۔“

”بقول شاعر....!“ نیجر مسکرا کر اٹھتا ہوا بولا۔

”شعر نہ پڑھنا اچھا۔“ حید نے آنکھیں نکالیں۔ ”ورنہ مہابھارت بپا کر دوں گا۔“

”آپ تشریف لے جاسکتے ہیں جناب۔“ نیجر بھی جھلا کر پلانا۔ ”آپ کی موجودگی اس وقت وری نہیں ہے۔“

”جاو.... نہیں تو میری موجودگی تمہاری قبر میں بھی ضروری ہو جائے گی۔“ حید غرایا اور غمیلے بجھ میں پکھ بڑو باتا ہوا کرے سے نکل گیا۔

”جھمیں شرم نہیں آتی۔ پریشان کرتے ہو بیچارے کو....“ فدیلی نے حید سے درد بھرے پہنچ کرہا۔

”اُک پیارے کو ملک الشر ابناۓ بغیر نہیں چھوڑوں گا۔“

”تباہ ہے آج کل تم بہت پریشان ہو۔ شیلا کا کچھ پڑھے چلا۔“

”یام اُسے جانتی ہو۔“

”اکید بار کہیں ملاقات ہوئی تھی۔ بڑی زندہ دل لڑکی تھی۔“

”کور کی جانبی ہو اُس کے متعلق....!“

”میری کئی دوست یونیورسٹی میں ہیں.... اُن سے اکثر اُس کا تذکرہ رہا ہے.... کافی دل

پھیک بھی تھی۔“

”اور کیا ساوس کے متعلق....!“

”ہر ماں نیادوست بناتی تھی اور اس طرح رہتی تھی اُس کے ساتھ جیسے اگلے ہی ہفت،“
شادی ہو جائے گی۔ پھر ایک ماں بعد اسے دھاتا کر کسی دوسرے سے پینٹس بڑھاتی تھی، ام
عی میں انگریزی کا ایک لکھر بھی اُس کے چکر میں پھنس گیا تھا۔ میں نے اُسے دیکھا۔
کنواری لاکیوں کی طرح شر میلا ہے۔“

”کس ملک کی کنواری لاکیوں کی طرح شر میلا ہے۔“ حید نے وضاحت طلب کی۔

”چوت کر رہے ہو پیارے انگلستان پر....!“ وہ بائیں آنکھ دبا کر بولی۔
اسنے میں فیر لکھاڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اُس کے پیچھے دیڑھا جس نے ہاتھوں
کی ٹڑے اخمار کھی تھی۔

”خود نہیں لائے اخماڑک....!“ فدیلی آنکھیں نکال کر غرائی اور دیڑ منہ پھیر کر مسکرا
ہے لگاٹ کی باتیں کر رہا تھا۔“

”او... وہ جگنی ڈاڑھی والا... میں تو موجود تھا وہاں....!“ حید نے خواہ خواہ زیست ہائک دی۔
”وہی.... وہی....!“ فدیلی سر ہلا کر بولی۔ ”دیکھا تھا کیسے آپ سے باہر ہو رہے تھے۔“
”گے باپ.... میں تو کانپ رہا تھا بُری طرح.... کہیں جو غُخون خراباہے ہو جائے اور تم
نہ دیکھا تھا انہوں نے بعد میں میری پشت پر کتنے پیارے ہاتھ پھیرا تھا۔ کہنے لگے تھے اگر تم حق
مانے آجائے تو میں اُس خبیث کو پینچنی طور پر گولی مار دیتا۔“

”تمہاری دیسی بھی بڑی تر لیفیں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کاش یہ انگریز ہوتا۔“
”تواب ہاتھیں مجھے انگریز....“ حید نے فیر کو آنکھ مار کر کہا۔
”میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں جناب۔“ فیر زہریلے لجھے میں بولا۔
”آن کو بھی ملا دیکھی اپنے پیارے۔“

”کہیں.... میں انہیں بہت چاہتی ہوں.... ایسا دلکش بوڑھا آج تک میری نظر وہیں سے
ملنے نکلا۔... ذارِ ایک تم فرج کث ڈاڑھی بھی رکھ لو۔... تمہارے پڑو سی بکریاں پالنا چھوڑ دیں۔
کے.... دعویٰ ہے میرا....!“

”جانتا ہوں۔“

”نہیں جانتے۔“ فدیلی نے اٹھا کر کہا۔ ”اگر وہ سن پائیں کہ میری بیٹی ایک بوڑھے پر عاشق
ہی ہے تو وہ بیٹی کو تو کچھ نہ کہیں گے لیکن بوڑھے کو ضرور گولی مار دیں گے۔“

”مگ..... کیوں.....!“ فیر بوجھ کھلا کر ہکلایا۔

”وہ اسی بات کے بیس کان نہیں متلتے کوئے کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں۔“
فیر کے تھوک لگنے کی ”ترچ“ ان دونوں نے بھی سنی۔

”تو پھر میں مطلع کر دوں تمہارے پیا کو....!“ حید آنکھیں نکال کر بولا۔

”اُرے یہ غصب بھی نہ کرنا۔“ فدیلی نے بو کھلاہٹ کی ایکنگ کی۔

”ضرور کروں گا.... یہ حضرت آخر مجھے سمجھتے کیا ہیں۔“

فیر بے بی سے لکھاڑ کر رہا گیا۔

”ایک بار میرے پیارے ایک بوڑھے پر ریو اور نکال لیا تھا ہوشیں ڈی فرانس میں۔ کیونکہ وہ
ہے لگاٹ کی باتیں کر رہا تھا۔“

”او... وہ جگنی ڈاڑھی والا... میں تو موجود تھا وہاں....!“ حید نے خواہ خواہ زیست ہائک دی۔

”وہی.... وہی....!“ فدیلی سر ہلا کر بولی۔ ”دیکھا تھا کیسے آپ سے باہر ہو رہے تھے۔“

”گے باپ.... میں تو کانپ رہا تھا بُری طرح.... کہیں جو غُخون خراباہے ہو جائے اور تم
نہ دیکھا تھا انہوں نے بعد میں میری پشت پر کتنے پیارے ہاتھ پھیرا تھا۔ کہنے لگے تھے اگر تم حق

مانے آجائے تو میں اُس خبیث کو پینچنی طور پر گولی مار دیتا۔“

”تمہاری دیسی بھی بڑی تر لیفیں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کاش یہ انگریز ہوتا۔“

”تواب ہاتھیں مجھے انگریز....“ حید نے فیر کو آنکھ مار کر کہا۔

”میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں جناب۔“ فیر زہریلے لجھے میں بولا۔

”آن کو بھی ملا دیکھی اپنے پیارے۔“

”کہیں.... میں انہیں بہت چاہتی ہوں.... ایسا دلکش بوڑھا آج تک میری نظر وہیں سے
ملنے نکلا۔... ذارِ ایک تم فرج کث ڈاڑھی بھی رکھ لو۔... تمہارے پڑو سی بکریاں پالنا چھوڑ دیں۔
کے.... دعویٰ ہے میرا....!“



فریدی اُن تمام طلبا سے ملتا پھر رہا تھا جن سے شیلا کے بھی تعلقات رہ چکے تھے۔ اگریزی کے اُس لکھارے سے بھی آنکھریا جس کے ساتھ ابھی کچھ ہی دنوں سے دیکھی تھی... یہ ایک وجہہ تدرست لیکن شر میلانو جوان تھا... بڑی دھمی آواز میں مکثوں کنگلو کے درمیان اس طرح سر جھکائے رکھتا جیسے کوئی سعادت مند اور سمجھدار پچھے اپنے کے سامنے موڈب رہتا ہے! کسی بات پر زور سے بکھی بھی نہ آتی۔ بس ہونٹ خفیہ سے باشاف دانتوں کی جھلکیاں سی نظر آکر رہ جاتی۔

دوسروں سے فریدی کو معلوم ہوا تھا کہ شیلا خود ہی اُس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ وہ کلاس میں خاص طور پر کسی لڑکی سے مخاطب ہونے سے پہلو بچانا تھا۔ اگر کبھی کوئی لڑکی مر زیر بحث سے متعلق کوئی سوال کر بیٹھت تو جواب دیتے وقت اس طرح ہکلاتا جیسے پر اندری کے کسی پچھے کا سامنا اپنے جلاں قدم کے ہیڈ ماstry سے ہو گیا ہو۔

جب فریدی نے اُس سے شیلا کے متعلق پوچھ چکھ شروع کی تو وہ اور زیادہ ہکلا۔ بہر حال کسی طرح فریدی کو یہ بتانے میں کامیاب ہو گیا کہ اُن کی ملاقات بہت نہیں تھی اور اس کی نوعیت بھی محض رسمی تھی۔ کسی خاص قدم کے تعلقات نہیں تھے۔

”آپ کا قیام کہاں ہے؟“ فریدی نے پوچھا۔
”زبدائیش میں....!“

”اوہ.... تو روزانہ آتے جاتے ہیں۔“

”جج.... جی ہاں.... کوئی دشواری پیش نہیں آتی.... گاڑی ہے۔“
فریدی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”زبدائیش تو بہت ترقی یافتہ ریاست ہے۔“
”جج.... جی ہاں....!“

”راجہ صاحب معقول آدمی معلوم ہوتے ہیں۔“
”پہنچ نہیں....!“

”سنابہ راجہ تج بھاگ جی.... پانچ سال سے کسی سے ملے نہیں۔“
”جی ہاں.... مجھ سے بھی نہیں ملے.... حالانکہ میرے حقیقی بچا ہیں۔“

”آپ کے کون ہیں؟“ فریدی نے حیرت سے پوچھا۔

”میرے حقیقی بچا ہیں۔“

”ہوو.... آپ.... مطلب یہ کہ.... یہاں یوں نیورٹی میں....!“

”جی.... یہ میرے ذوق کی چیز ہے۔ میرے لئے معاشری حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر تنخواہ نہ لے جب بھی.... یہ غفل جاری رہے گا۔“

”بہت اچھی بات ہے۔“ فریدی سر ہلا کر بولا۔

ایسا ہمسوس ہو رہا تھا جیسے سنتوش اس پوچھ چکھ سے اکتا گیا ہو اور جلد از جلد پوچھا چھڑا چھڑا چاہتا ہو۔

”ریاستوں میں لوگ نسبتاً شاذ ارزندگی بسرا کرتے ہیں۔“ فریدی نے موضوع بدل دیا۔

”میں تو ایسا نہیں سمجھتا۔“ سنتوش اسی طرح دیکھے بغیر بولا۔

”ہر آدمی اپنے ماحول سے اکتا یا ہوا ہے۔“ فریدی مسکرا کر۔ ”اس لئے اگر آپ مجھ سے اتفاق نہ کریں تو حیرت کی بات نہیں۔“

”اُس مسئلے پر تو میں آپ سے بحث بھی کر سکتا ہوں۔“ سنتوش کے لمحے میں خود اعتمادی کی جھلکیاں بھی شامل تھیں۔

”بکھجے....!“ فریدی نے اس طرح ہاتھ پنیر پھیلادیے جیسے فرصت میں ہو۔

”اُن کتوں کی سی زندگی ہوتی ہے کسی ریاست میں بینے والوں کی جن کی گرد نوں میں خوش رنگ پئے ہوں اور دونوں وقت پابندی سے راتب بھی مل جاتا ہو۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”ہر ہائی نس ان داتا کہلاتے ہیں.... جو بس اسی میں مگن رہتے ہیں کہ اُن کے کتوں کو دنوں وقت باقاعدگی سے راتب مل رہا ہے.... انہوں نے اُن کتوں کا کتنا پن سکھ چھین لیا ہے.... کسی کتے کی بیٹھی زبردستی محل میں داخل کر لی گئی ہے، لیکن کتے کی جال نہیں کہ بھوک کی سکے۔ البتہ دم ہلانے پر کوئی پابندی نہیں۔“

”بڑے سلیقے اے الہار خیال کر رہے ہیں آپ جتاب۔“ فریدی ہنس پڑا۔

سنتوش کی آنکھوں میں غصے کی جھلکیاں تھیں اور چہرہ کسی قدر سرخ ہو گیا تھا۔

ہر ہائی نس جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ اس کی نہ کوئی دلوٹ فرید۔ میری ہی اشیٹ کے ایک دکیں

صاحب ایک بات پر قابو سے باہر ہو گئے تھے۔ وائراء نے ملک شکایت پہنچانے کی کوشش کی۔ انہیں درمیان ہی سے کاٹ دیا گیا۔ ان کی عرض داشت وائراء نے ملک پہنچانے کے لئے سکریو اور دوست تھل پھر دمل صاحب کی ثامت ہی آگئی۔ دہائے چند بھنگیوں نے ان کے خاندان کی ساری عورتوں کو خراب کر کے رکھ دیا تھا۔ اچھا ہے طرف تماشا تھا کہ ہر ہائی نس کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ دیوان صاحب کا دل آگی تو گھرانے کی لڑکی پر ہے۔ اور وہ کہیں اُس سے چھیڑ چھڑا کر بیٹھے تھے۔ دمل صاحب کو نہ ادا انہوں نے پہلے ہر ہائی نس ہی ملک شکایت پہنچانے کی کوشش کی تھی لیکن دیوان صاحب حاکم درمیان میں ہے۔ اس نے بات نہ بن سکی۔ الہکار بھی جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ اس کے غار کہیں شناور نہ ہو گی۔

”میرا خیال ہے کہ شائد آپ نے اسی لئے یونورٹی کا رخ کیا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہو سکتا ہے۔“ کور سنتوں کا دنہ ملکی سانس لی۔

”لیکن آخر یہ راجہ تج بھان جی۔ پانچ سال سے غائب کیوں ہیں۔“ سنتوں کا دنہ پر ایک شر میلی ہے مکراہٹ نظر آئی۔ اور اُس نے سرجھا کیا۔

”کچھ دیر بعد فریدی نے پھر پوچھا۔“ کیا بات ہے۔

”ئکی ہیں۔“ کور نے کچھ سوچتے ہوئے کہد۔ ”جس کام میں بھی ہاتھ لگاتے ہیں اُنہاںک پہنچا کر دم لیتے ہیں۔ پانچ سال پہلے کی بات ہے پیر پور اسٹیٹ والوں سے شرط ہو گئی کہ وہ دس سال صرف عورتوں ہی میں گذار سکتے ہیں کسی مرد کی ملک دیکھے بغیر۔ راجہ جہاں کہنا تھا کہ اگر آدمی صرف ایک ہی سال ملک عورتوں میں گمراہ ہے کسی مرد کی ملک ملک نہ دیکھے اُس پر اعصابی دورے پڑنے لگیں گے۔ انکل نے کہا کو اس ہے میں دس سال ملک عورتوں رہنے کے باوجود بھی تدرست ہی رہوں گا۔ بات بڑھ گئی اور دس دس کروڑ کی شرط پر ما فتح ہوا۔ یہ کہانی ہے ان کی گوشہ نشینی کی۔ اب عالم یہ ہے کہ اُس مخصوص محل میں بھی نہیں داخل ہو سکا۔ عورتیں ہی عورتیں ہیں۔ وہ روزانہ زندگی سے متعلق سارے فرماں جام دیتی ہیں۔“

”بڑی عجیب بات ہے۔“ فریدی بربادیا۔

”یہاں ہے تو عجیب ہی۔“

”اچھا ہے لڑکی شیلا۔ آپ کی دانت میں کیسی تھی۔“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”یہاں لوگوں کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ خاصی آوارہ تھی۔“

”میں ان سے متفق نہیں ہوں۔“ کور سنتوں نے کہا اور سر جھکا لیا۔ فریدی منتظر تھا کہ شائد کچھ اور بھی کہے گا۔ لیکن جب وہ کچھ نہ بولا تو فریدی ہی کو پھر چھیڑتا پڑا۔

”صاحب....!“ سنتوں جھخڑلا کر بولا۔ ”یہاں کی ذہنیتی خراب ہیں! زہر ہی زہر بھرا ہوا ہے داغوں میں۔ ان کے اپنے دلوں کے چور فوراً بول پڑتے ہیں جب کوئی ایسی مثال سامنے آتی ہے۔ وہ صرف ایک لڑکی تھی، جو اپنے محاول سے آلتا گئی ہو۔ ہر آن۔۔۔ زندگی میں نیا پن چاہتی تھی۔۔۔ روزانہ نئے نئے دوست بناتی تھی لوگ اُسے آوارہ سمجھ بیٹھتے تھے۔۔۔ اپنے یہاں کے توبے حد پڑھ کر کھے لوگ بھی جنی معاملات میں سڑی بھی دیقاںوںی قسم کی بوڑھیوں کی ذہنیت رکھتے ہیں۔ کسی لڑکی کو کسی لڑکے سے ہستے بولتے دیکھا اور خود ان کے دل کے چور نفرہ لگایا۔ ”پھنس گئی۔“ کیا کہا جائے اس بیہودگی کو۔“

”یہ تو آپ نہیں کہتے ہیں۔“ فریدی سر جھلا کر بولا۔

”اگر وہ غائب بھی ہوئی ہے تو اسے اغوا ہی سمجھنا چاہئے۔ اسی ہی گھٹیاز ہستی رکھتے والے کی عاشق کی حرکت ہو سکتی ہے۔“

”میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔۔۔“ فریدی نے کہا۔

”اچھا جناب اب اجازت دیجئے۔“ کور سنتوں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”محکمے کا لیٹا ہے۔۔۔ افسوس ہے کہ اس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد نہ کر سکا لیکن میں اُس کے تعلق اس سے زیادہ جانتا بھی تو نہیں۔“

در ندہ

فریدی والی کے لئے مڑپکا تھا لیکن پھر کسی خیال کے تحت والیں آیا۔۔۔ اور تیز تیز قدم

اٹھا تاہو اکنور کے قریب آگیا۔

”معاف کجھے گا.... ایک بات اور...!“

”فرمائیے.... کوئی بات نہیں۔“

”میں راجہ صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”اوہ تو کیا ان پر شبہ ہے آپ کو۔“

”نہیں.... کیونکہ ان پر شبہ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے میرے پاس۔“

”میرا خیال ہے کہ وہ آپ سے بھی نہ مل سکیں گے.... پچھلے دنوں جzel ہاروڑ آر تھے۔ ان کے کلاس فیلورہ چکے ہیں بچا صاحب سے انہوں نے ملنا چاہا لیکن انکار ہو گیا۔ پاچھا ر سے انہیں کسی نے دیکھا ہی نہیں۔“

”ایک بار مجھے پیرس میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا۔“ فریدی نے کچھ سوچتے ہو کہا۔ ”فزارو کی دوکان پر.... میرے کپڑے بھی ان دنوں وہیں سلتے تھے.... راجہ صاحب بال کے معاملے میں بے حد نفاست پسند واقع ہوئے ہیں.... میرا خیال ہے کہ ان کے کپڑے اسے باہر ہی سلتے ہیں۔“

”جی ہاں... لیکن پتہ نہیں کیوں آج کل قاہرہ سے سوارہ ہے ہیں.... بھلا قاہرہ کیا لیکے ”نہیں صاحب! قاہرہ کی ایک دوکان آج کل پیرس کے فزارو ہی سے مکر لے رہی ہے فریدی اورھ کھلی آنکھوں سے اُس کے چہرے کے تغیرات کا جائزہ لیتا رہا۔ ”میا کوئی اور بھی آپ کا کوٹ استعمال کر سکتا ہے۔“ اُس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔ ”نہیں قطعی نہیں۔“

”یا آپ کی لامی میں بھی ممکن نہیں۔“ ”اُس کے بارے میں وثوق نے کچھ نہیں کہہ سکتا۔“ ”آپ کو یقین ہے۔“ ”جی ہاں.... آج کل ان کا ایک اور کوٹ میرے استعمال میں ہے اُس کے بٹوں پر الوقت قاہرہ ہی لکھا ہوا ہے۔“

”تب تو ہو سکتا ہے کہ یہ آپ ہی کا بٹن ہو۔“ فریدی نے وہ بٹن جب سے نکالتے ہوئے نہیں چائے لی تھی۔ ”جو اُسے شیلکی کار میں ملا تھا۔“

”یہ.... یہ.... آپ کو کہاں ملا۔“ کنور کے لجھے میں حیرت تھی۔ ”جی ہاں اُس کا ایک ٹوٹ کر کہیں گر گیا تھا۔“

”بہ کی بات ہے۔“

”یہ نہیں! کئی دن سے اُسے استعمال نہیں کیا! آج کل صحیح سے سردی بھی اور مطلع

یہ اور تھا۔ اختیاط لیتا آیا ہوں۔“ نہیں آکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک بٹن غائب ہے۔“

”کوٹ آپ نے کب سے نہیں پہن۔“

”غایر آٹھ بیس دن پہلے کی بات ہے۔ اٹھیٹ ہی کی ایک تقریب کے موقع پر پہن تھا۔“

”بہت سرد تھی.... لیکن آپ اس سلسلے میں اتنی چھان بین کیوں کر رہے ہیں۔“

”وجہ ہے.... کنور صاحب۔“ فریدی بچھا ہوا سگار سلکا کر بولا۔

”وجہ....!“ کنور کے لجھے میں حیرت تھی۔

”جی ہاں.... یہ بٹن شیلکی کار میں ملا تھا....؟“

”جی....!“ کنور اچھل پڑا۔ اُس کی آنکھیں حیرت اور خوف میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

”جی ہاں.... اسی لئے چھان بین ضروری ہے۔“

”لل.... لیکن.... وہ بھی میرے ساتھ کہیں نہیں گئی۔“ کنور اپنے خلک ہونٹوں پر زبان

یہ کر بولا۔ ”یہ بٹن.... اُس کی کار میں....!“

”خاموش ہو گیا۔ چہرے پر زردی دوڑ گئی تھی اور سانسیں تیزی سے چلنے لگی تھیں۔“

فریدی اورھ کھلی آنکھوں سے اُس کے چہرے کے تغیرات کا جائزہ لیتا رہا۔

”میا کوئی اور بھی آپ کا کوٹ استعمال کر سکتا ہے۔“ اُس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”نہیں قطعی نہیں۔“

”یا آپ کی لامی میں بھی ممکن نہیں۔“

”اُس کے بارے میں وثوق نے کچھ نہیں کہہ سکتا۔“

”مگر فریدی نے اُس رات کا حوالہ دے کر پوچھا کہ وہ کہاں تھا جب ڈاک بنگلے میں ایک

ٹولے نے چائے لی تھی۔

”میں.... اُس رات یہیں شہر ہی میں تھا۔ اٹھیٹ گیا ہی نہیں تھا۔“

”کہاں تھے....!“

”نگاہوں ہے کہ شہر میں موجودگی کے سلسلے میں کوئی گواہ پیش نہ کر سکوں گا کیونکہ کسی

”شکریہ... دوبارہ تکلیف دی آپ کو...“ فریدی نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھادیا۔
”میں شیلا کے لئے بے حد معموم ہوں... اور اس سلسلے میں کسی کی صفائی پیش کرنے کی
روت نہیں سمجھتا۔ اگر وہ اسیٹ ہی کا کوئی آدمی ہے تو اسے ضرور سزا ملنی چاہئے لیکن ایک

بوروہ ضرور دوں گا۔“

”فرما یے...!“

”تفیش آپ کی بجاے کوئی انگریز آفیسر کرے تو اچھا ہے۔ دیکھی آفیسروں کو وہ خاطر میں
ہی لاتے۔ اکثر بڑے بڑے دیکھی حکام کی توہین کے مناظر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔“
”مشورے کا شکریہ... میں جھوپڑی پیش کروں گا۔“

فریدی وہاں سے روانہ ہو کر سید حاؒ آفس پہنچا۔ حمید شایدی اُسی کا منتظر تھا۔ اُسے علم تھا کہ
یہی یونیورسٹی میا ہے۔

”کیا رہا...!“ اُس نے پوچھا۔

”بُن کے متعلق کافی معلومات بھی پہنچائی ہیں۔“

”لوکی کا نام بُن نہیں شیلا ہے۔“ حمید نے سنجیدگی سے تھیج کی۔

فریدی نے آج کے تجربات کا ذکر چھیڑ دیا۔ حمید خاموشی سے ستارہ۔ فریدی کے چپ
تھی بولا۔ ”ہاں میں نے بھی سنا ہے کہ کنور کوئی چند قسم کا آدمی ہے۔ لیکن اب کیا ارادہ
ہ۔ کیا اس کی تفیش کسی انگریز ڈی۔ ایس۔ پی کے سپرد کی جائے گی۔“

”ضروری نہیں ہے کہ میں محلے کو کوئی مشورہ دوں... دیکھا جائے گا۔“

”بحمدہ کرائیے گا۔ اسیٹ کا معاملہ ہے.... حکومت کے فرزندان دل بند کا معاملہ۔“

”تم نے کیا کیا اس سلسلے میں...!“

”والڑنا چاہتا ہے...!“ حمید سر کھجرا کر بولا۔

”تم زربہ اسیٹ جاؤ۔ میرا ایک پیغام لے کر...!“

”چلا جاؤں گا...“ حمید مردہ ہی آواز میں بولا۔



شیلا بکھلا کر کھڑی ہو گئی۔ کیونکہ تہہ خانے کا دروازہ اور پرکی طرف سرک رہا تھا۔

قبل ذکر جگہ پر رات بُر نہیں ہوئی تھی۔ اکثر مجھ پر ملکولیا کے دورے پڑتے ہیں اور میر
تلash میں نہ جانے کہاں کہاں مارا پھر تا ہوں۔ لہذا رات بھی کارہی میں بُر ہوئی تھی۔
”اوور کوٹ تھا آپ کے پاس...!“

”جی نہیں.... حالانکہ شام ہی بے سردى بڑھ گئی تھی۔ لیکن چونکہ پچھلی رات میں
تھیں اس لئے کوٹ لایا ہی نہیں تھا۔“

”تو پھر...!“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”تو پھر آپ کی دانست میں وہ کوٹ کو
کر سکتا ہے۔“

”میری عدم موجودگی میں کوئی بھی استھان کر سکتا ہے۔“

”ذیکھنے کنور صاحب! میری تھیوری یہ ہے کہ شیلا کسی سوچے سمجھ پلان کے تحت اُن
کی گئی، بلکہ وہ صرف ایک اتفاق تھا۔ جبکہ پور جاتے وقت اُس نے غلط راہ اختیار کی اور اُن
کہیں جا نکلی.... انوغاء کرنے والا بھی اُدھر سے گزر رہا تھا۔ دنوں میں۔ شیلا نے راستہ پوچھا
اور وہ بڑے اطمینان سے اُسے اپنے ساتھ لے گیا۔ وہ دنوں نصیر آباد والی سڑک کے ڈاک
میں بھی گئے تھے اور وہاں اُس نامعلوم آدمی نے شیلا کو چاہے بھی پڑا تھی۔ چوکیدار مرد
نہیں دیکھ سکا کیونکہ اُس کا چہرہ فلٹ ہیٹ کے سامنے میں تھا اور کوٹ کا کاراخنا ہوا تھا۔ ... لیکن
فریدی خاموش ہو گیا۔ ... کنور کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ اُس نے ہوتولوں پر
پھیر کر پوچھا۔ ”لیکن کیا...؟“

”لیکن اُس نے مرد کی کار پر زبدہ اسیٹ کی جھنڈی دیکھی تھی۔“

”جھنڈی... جھنڈی...!“ کنور مضطرباً انداز میں بڑبڑا۔ پھر سراخا کر!

”جھنڈی... میں کبھی جھنڈی نہیں استھان کرتا۔ ... وہ تو صرف چچا صاحب کی گاڑی میں
ہے... یا پھر دیوان صاحب یا چچا صاحب کے اے۔ ڈی۔ بیز استھان کرتے ہیں۔ ان کے
اور کوئی جرأت نہیں کر سکتے۔“

”تو پھر انہیں لوگوں میں سے کوئی رہا ہو گا... کیا خیال ہے آپ کا۔“

”میرا خیال ہے.... میرا خیال ہے.... میرا خیال کچھ بھی نہیں.... اچھا بابا جان
و بچھے... مجھے کلاس...!“

”دوسرا طریقہ اختیار کرنے میں کیا حرج ہے۔“

”وگوں ساطر یقہ ہے محترمہ شیلا...!“

”ہن کی جگہ مجھے دے دو.... میں تو برباد ہی ہو چکی ہوں.... لیکن اُسے تباہ نہ کرو۔ جتنے دن رکنا چاہو رکھوں کے بعد والدین کے پاس پہنچاؤ۔“

”بھی معمول بات کہیا ہے محترمہ شیلا۔“ قتاب پوش نے طفیرہ لبھے میں کہا۔ ”اور اس طرح میں اپنے اُس ایجٹ کو جبل بھگوادوں جس کے ذریعہ سے وہ یہاں تک پہنچا ہے۔“

”میں اُسے اس پر آمادہ کرلوں گی کہ وہ اُس ہیڈ مسٹر لیں کا نام نہ لے۔ والدین سے کہہ دے کہ اُسے ٹھیڑک پر اٹھایا گیا تھا۔ وہ کسی نہ کسی طرح ان پر معلوم آدمیوں کے چگل سے نکل آئی۔“

”پتہ پوچھا جائے گا.... اُس سے محترمہ شیلا....!“

”سمکھ دے گی اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر کسی تہہ خانے میں لے جایا گیا تھا۔“

”اور وہ دوبارہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر تہہ خانے سے نکل ہوا گی تھی۔“ قتاب پوش نے طفر آمیز مکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”خیر... خیر.... کوئی دوسرا ترکیب سوچوں گی۔“

”ذیکر جائے گا.... فی الحال معاملہ کی بلت کرو۔“

”میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ اُسے تماشائی بناو۔“

”خیر تمہاری غاطری بھی سکی.... لیکن اُس کی رہائی نا ممکن ہے۔“

”تو کیا ساری زندگی اُسے تہہ خانوں میں سزاذا لو گے۔“

”ہرگز نہیں.... وہ کھلی فضا میں سانس لے گی.... لیکن اس ملک میں نہیں۔“

شیلا خوٹوی دیر ہمک کچھ سوچتی رہی پھر خوفزدہ انداز میں اچھل پڑی اور لرزتی ہوئی آواز میں بول دے ”تو کیا... تو کیا تم لڑکیوں کے بیوپاری ہو۔“

”بہت دیر میں سمجھیں محترمہ شیلا.... ہاں یہی بات ہے محترمہ شیلا....!“

”کتنے انسانیت دشمن ہو تم....!“

”زندہ رہنے کے لئے سب کچھ کرنا پڑتا ہے محترمہ شیلا۔“

”تو کیا تم مجھے بھی....!“ وہ جملہ پورانہ کر سکی کیونکہ جسم میں قصر تحری پڑ گئی تھی۔

دوسرے لمحے میں قتاب پوش اندر داخل ہوا اور شیلا یک بیک برسوں کی پیار نظر از

دوسری لڑکی نے قتاب پوش پر نظر پڑتے ہی دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا تھا۔

”کیا تم کچھ بیمار ہو۔“ قتاب پوش نے شیلا سے پوچھا۔

”نہیں.... میں تم سے کچھ باشیں کرتا چاہتی ہوں۔“

”کرو....!“

”یہاں نہیں.... دو ہمراہ کر کے میں چلو۔“

”تینیں کیا حرج ہے۔“

”نہیں یہاں نہیں۔“

”چلو....!“ قتاب پوش نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

وہ دوسرے کمرے میں آئے.... یہاں اور کوئی نہیں تھا۔ قتاب پوش نے ایک آڑ کی جانب اشارة کیا۔ شیلا بیٹھ گئی۔

”میا تمہیں اس نئی سی مخصوص لڑکی پر رحم نہیں آتا۔“ شیلانے اُس سے پوچھا۔

”میا تم بھجتی ہو کہ میں اُسے ذبح کرڑا لوں گا۔“

”ذبح کرڑا تا نایادہ مناسب ہو گا اس کے مقابلے میں کہ تم اُسے قبل از وقت زندہ در گور کر وہ ایک مسلمان لڑکی ہے محترمہ شیلا۔ اُس کیاتھ تمہاری ہمدردی سمجھ میں نہیں آؤ۔“

”خداحسنے ہم دونوں کو پیدا کیا ہے ہندو یا مسلمان نہیں ہے۔“

”مزیدات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔“

”چلو انسانیت ہی کا احترام کرو۔“

”انسانیت....!“ قتاب پوش کا لہجہ تلنخ تھا۔ ”انسانیت کی بات مجھ سے نہ کرو۔ میں اس میں در نہ ہوں۔“

شیلا خاموشی سے اُسے ٹھورتی رہی پھر کچھ دیر بعد بولی۔ ”ضدی آدمی ہو۔ لیکن تم کچھ اپنی جنسی بکھروی کی تکینی ہی کے لئے کرتے ہوئے۔“

”جنہی کبھروی مناسب لفظ نہیں ہے محترمہ شیلا.... میں اسے جنسی زندگی میں خدا ہوں... ذرا سوچو تو... کیا تصور ہی لذت انگیز نہیں ہے.... جنسی انہوںی.... اُدھ.... اُدھ۔“

تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر نقاب پوش نے پوچھا۔ ”اور اُس نفرت کا کیا ہو گا محترم
شیلائے جو تمہیں مجھ سے ہے۔“

”نفرت اور محبت دریافت کرنے کا کوئی آل بھی ہے کیا تمہارے پاس۔“

”تو کیا تمہیں مجھ سے نفرت نہیں ہے؟“

”غیر ضروری سوال ہے۔“ شیلائے لاپرواٹی سے شاون کو جنبش دی۔

”کیوں محترمہ شیلائے!“

”بل اب فضول باتیں ختم... ہاں تو کب تک ہم آزاد ہو جائیں گے۔“

”جب چاہو...!“

”آج....?“

”آج تو...! ابھی تم خود ہی کہہ چکی ہو...!“

”غیر... غیر... وہ تو ہے ہی... اُسے موضوع گفتگو بنانے سے کیا فائدہ۔“ شیلائے مردہ
لی سے کہا۔

”تو پھر...!“

”شیلادروازے کی طرف مڑ گئی۔ لڑکی اپنا نہمہ چھپائے اونہ ہمی پڑی تھی۔ شیلا چپ چاپ
سکری کے قریب کھڑی ہو گئی... سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ لڑکی اُس کے
تعلق کیا سوچے گی... کیا ہو گا... اُس کا سر چکرانے لگا۔ نقاب پوش بھی خاموش اُس کے پیچے
کھڑا تھا۔ اُس نے کچھ نہیں کہا۔ شیلا سوچتی رہی اور اُس کا سر چکرا تھا... وہ... وہ...
لیا کرے... نہیں یہ نامکن ہے... قطعی نامکن... اس کی بجائے اُسے سر جانا چاہئے...“

”بہت چالاک ہو...!“ نقاب پوش نے قبیہ لگایا اور پھر بولا۔ ”میں تمہاری خاطر سب کچے
رجانا چاہئے... ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سارا جسم ایک لایمنی کی جھنجھناہست بن کر رہ گیا ہو۔
وہ کانپ رہے تھے... ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کچھ دیر بعد وہ اپنی قوت سے کھڑی بھی نہ رہ سکے
گی۔ یہک سارا کرہ ناپنے لگا۔ آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے کالے دائرے تیزی سے رقص
لئے گئے... وہ دو تین بار لڑکھڑائی اور دھم سے فرش پر آری۔ ... بیووش ہو چکی تھی۔“

”مگر دوبارہ تم سے ملنے کی کیا صورت ہو گی۔“

”بذریعہ خط مطلع کر دوں گا... تم لوگ تو بہت ایڈ و انڈ ہو... تمہارا خط شاکنڈ کوئی دوڑا
پڑھنے کی کوشش نہ کرے۔“

”ڈر و نہیں۔“ وہ اُس کا شانہ ٹھپکتا ہوا بولا۔ ”تمہارے ساتھ ایسا برناو نہیں ہو گا۔ تم اُز
بھی کر دی جاؤ گی لیکن اس شرط پر کہ کبھی کبھی مجھ سے ملتی رہو گی۔ تم نے مجھے ایسی تکمین پڑ
ہے جو کبھی کسی سے حاصل نہ ہو سکی۔“

شیلائے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔

نقاب پوش نے پھر اُس کے شانے پر ٹھپکی دی اور بولا۔ ”تم کچھ ڈر رہی ہو۔ یقین کرو،
تمہیں جلد ہی رہائی نصیب ہو جائے گی۔“

”اور اس طرح کہ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جاؤں گی۔“

”ہاں یہ بات غور طلب ہے۔ مجھے افسوس ہے محترمہ شیلائے توہر حال میں ہونا تھا۔“

”ایک تدبیر میری سمجھ میں آری ہے۔“

” بتاؤ...!“

”تم ہم دونوں کو شہر کے قریب چھوڑ دینا۔ میں سید ہمی گھر جاؤں گی۔ لڑکی کو بھی ساتھ
لے جاؤں گی۔ بیان دونوں گی کہ میں بردہ فروشوں کے ایک گروہ کے ہتھی چڑھ گئی تھی۔ جس کا
پاس یہ لڑکی بھی تھی.... ایک رات ان لوگوں نے ہمیں کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ خریدا
 والا تھا تھا۔ ہماری آنکھوں پر پیالا باندھ کر ہمیں تہہ خانے سے نکالا گیا۔ پھر آنکھوں کی پیالا
اس وقت کھلیں جب ہم جیپ میں بیٹھ چکی تھیں۔ خریدار تھا توہر اور خود ہمی جیپ کو ڈرائیور کر
تھا۔ ایک جگہ وہ گاڑی روک کر رفع حاجت کے لئے نیچے آتا اور ہم دونوں جیپ سے اتر کر بھاگ
لئیں.... اندر ہیرے میں رات بھر بھکٹی پھریں.... پھر صبح ہوتے ہوتے کسی نہ کسی طرح شہر والہ
مرک مل ہی گئی۔“

”بہت چالاک ہو...!“ نقاب پوش نے قبیہ لگایا اور پھر بولا۔ ”میں تمہاری خاطر سب کچے
رجانا چاہئے کرداں گا۔“

”مگر دوبارہ تم سے ملنے کی کیا صورت ہو گی۔“

”بذریعہ خط مطلع کر دوں گا... تم لوگ تو بہت ایڈ و انڈ ہو... تمہارا خط شاکنڈ کوئی دوڑا
پڑھنے کی کوشش نہ کرے۔“

”قطعی نہیں.... تم مطمئن ہو کر مجھے خط لکھ سکو گے۔“

گھناؤنا منظر

زبد اشیت غاہری اعتبار سے حید کو پسند آئی۔ زبد اخاطر ایک چھوٹا سا خوبصورت شہر عمارتوں کی ساخت کسی مخصوص پلانک کی مظہر تھی۔ بہت سلیقے سے شہر بیا گیا تھا۔ بڑا کے ساتھ فٹ پاٹھ بھی بنائے گئے تھے جن کے وسط میں سینٹ سے بنے ہوئے رنگین گلبوں قطاریں تھیں اور ان گلبوں میں مختلف قسم کے پھولدار پودے لگائے گئے تھے۔ پارکوں اور باغات کی بہت نظر آئی۔ ابھی تک تو ایک آدمی بھی ایسا نہیں دکھائی دیا تھا جسے مغلوک الحال کہا جائے۔ صاف سترے لباسوں میں صحت مندوگ فٹ پاٹھوں پر چل پھر رہے تھے۔ کسی بھی چوراں کوئی ٹریک کا نشیبل نہ دکھائی دیا۔ اس کے باوجود بھی ٹریک کے اصولوں کی پابندی میں باقاعدے پائی جاتی تھی۔

حید کو منزل مقصود تک پہنچنے میں دشواری نہ ہوئی۔ وہ یہاں کے ایک باشدے کے فریدی کا خط لا یا تھا۔۔۔ لیکن یہ آدمی حید کو پسند نہ آیا۔ صورت ہی سے بد معاش معلوم ہوتا تھیں آنکھوں سے مکاری مترش تھی۔ گھٹے ہوئے سخت بازوؤں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ان استعمال سے بھی بخوبی واقف ہے۔۔۔ یہ ایک چھوٹے سے ہوٹل کامالک تھا۔۔۔ حید نے اسے فر کا خط دیا۔ جیسے پڑھ کر اس نے فوری طور پر رائے زنی سے اعتاب کیا تھا۔

حید کے لئے ہوٹل ہی میں ایک کمرہ مخصوص کر دیا گیا۔

”اپ کچھ در آرام فرمائیں سارجنت۔۔۔ پھر مجھ سے جو کچھ بھی ہو سکے گا اس میں کو نہیں کروں گا۔“ اس نے کہا تھا۔

حید فریدی کے خط کے مضمون سے واقف نہیں تھا۔ اس نے صرف سرہلا کر رہا گیا۔ کو جگن گھوڑا اس کے کمرے میں آیا۔

”آپ تو پہلے بھی یہاں آئے ہوں گے سارجنت۔۔۔!“ اس نے پوچھا۔

”پہلی بار آیا ہوں۔۔۔ براخوبصورت شہر ہے۔۔۔“

”ایک بڑا عمدہ ناٹ کلب بھی ہے یہاں۔۔۔ بس بیٹھ جائے اور محسوس کرتے رہئے کہ پیرس کے کسی ناٹ کلب میں بیٹھے ہوئے ہیں۔۔۔“

”اوہو....!“

”وہیں چل کر باتیں کریں گے۔“ جگن گھے معنی خیزانہ میں مکرایا۔ پھر بولا۔ ”یا آپ کو معلوم ہے انکھڑا صاحب نے کیا لکھا ہے مجھے۔“

”نہیں....!“

”چلنے خیر۔۔۔ سب ہو جائے گا۔“

پھر رات کا کھانا انہوں نے ناٹ کلب ہی میں کھایا تھا۔۔۔ بڑی خوبصورت جگہ تھی۔ جگن گھے نے اسے دہل کے فیجر سے بھی ملایا۔ لیکن اپنے ایک دوست کی مشیت سے۔۔۔ نام بھی حید کی بجائے تاصر بتایا تھا۔

”آن دیوالاں صاحب نے اپنے انگریز دوستوں کو یہاں ڈنر دیا ہے۔“ فیجر نے مذکور تطلب بچھ میں کہا۔ ”بے حد مشغول ہوں۔“

”مجھے معلوم ہے۔۔۔ اسی لئے آیا ہوں۔“ جگن گھے نے سرہلا کر کہا۔۔۔ اور معنی خیزانہ میں مکرانے لگا۔

”لل۔۔۔ لیکن۔۔۔!“ فیجر حید کی طرف دیکھ کر ہکلایا۔

”پرواہ مت کرو۔۔۔ یہ میرے گجری دوست ہیں۔“ تم ان پر اُسی طرح اعتماد کر سکتے ہو جس طرح بھوپر کرتے ہو۔“

”دیکھو یار جگن۔۔۔!“ فیجر مختار بانہ انداز میں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ ”تم تو جانتے ہی ہو کہ یہاں کھال کھنچوں جاتی ہے۔“

”میں کوئی ایسا قدم نہیں انہاؤں گا جس سے تمہیں گزند بچنے کے۔“

”پھر بھی۔۔۔ یہ یہاں کے لئے ابھی ہیں۔ بات پھیل بھی سکتی ہے۔“

”تم مطمئن رہو۔۔۔ یہ کسی کے سامنے کبھی زبان نہ کھولیں گے۔“

”یار، بھن میں ڈال دیتے ہو تم۔“

”کیوں مرے جا رہے ہو۔“ جگن گھے نے آنکھیں نکالیں۔

”اس طرح نہ گھورو۔۔۔ میں کمزور دل کا آدمی ہوں۔“ فیجر نے جھپٹی ہوئی اُسی کے ساتھ کہا تقریباً آٹھ بجے دیوالاں صاحب اپنے پانچ انگریز دوستوں کے ساتھ تشریف لائے۔۔۔ کلب

کے دوسرے میں براں کو بالکل مشینی طور پر احتراماً کھڑا ہو جاتا ہے۔ حمید بھی شامل تھا ان میں۔ حالانکہ اُسے گراں گذری تھی اپنی یہ حرکت.... لیکن مجبوری تھی۔

پھر وہ لوگ ہال سے گذرتے ہوئے دوسرے کمرے میں چلے گئے تھے۔ حمید نے استقہاد نظر وہ سے جگن سنگھ کی طرف دیکھا تھا۔

”ابھی ظہر ہے۔“ جگن سنگھ آہتہ سے بولا اور پھر وہ ڈرائیک ہال میں فلور شود کیکھتے رہے ایک خوبصورت سی لڑکی عربی رقص پیش کر رہی تھی۔

”عربی رقص میں دف کی آواز اور کولہوں کی ہلاکت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔“ حمید نے کہا ”عرب جائیں....!“ جگن سنگھ مسکرا یا۔ پھر حمید نے محوس کیا کہ جگن سنگھ کے لہجے میں تلنگی تھی۔ اُسے اپنے تمہرے پر افسوس ہونے لگا۔

کچھ دیر بعد جگن سنگھ اُس کا ہاتھ دباتا ہوا اللہ گیا۔ سب سے پہلے وہ فیجر کے کمرے میں آئے۔ فیجر موجود نہیں تھا۔ کچھ دیر انتظار کرتے رہے پھر اٹھنے ہی وابستے تھے کہ فیجر بوكھلایا ہو کر رے میں داخل ہوا اور اس طرح کرسی میں ڈھیر ہو کر ہاتھ پنے لگا جیسے.... کوئی دور سے کھدیر ہاتھ یہاں تک لا لیا ہو۔

”کیا بات ہے۔“ راجن نے پوچھا۔

”کچھ نہ ہو.... میں اب موت ہی آجائی تو بہتر تھا۔“ فیجر ہانتا ہوا بولا۔

”کیوں۔؟ کیا بات ہے....!“

”میرے پاس صرف چار ٹرینڈ لڑکیاں ہیں پانچویں کہاں سے پیدا کروں۔“

”پریشانی کی کیا بات ہے چلے سے کوئی طردار لڑکی بلوالو۔“ جگن سنگھ نے کہا۔

”کوئی ہندوستانی لڑکی اسے برداشت نہ کر سکے گی خواہ طوائف ہی کیوں نہ ہو۔ میری چاروں ٹرینڈ لڑکیاں ایسکو اٹھیں ہیں۔“

”تم بلواؤ تو....!“

”اگر اُس نے غدر بیپا کر دیا تو بعد میں میری ہی گردن کٹ جائے گی۔“ فیجر روہانا ہو کر بولا۔ پھر وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر باقاعدہ رونے بھی لگا۔

حمدید اور جگن سنگھ خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

”یار تم معاملات کو بگاڑ رہے ہو۔“ تھوڑی دیر بعد جکن سنگھ فیجر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

”پھر بتاؤ.... میں کیا کروں؟“ وہ سکیاں لیتا ہوا بولا۔

”اُرے تو اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ میں ایک الیٰ عورت کا انتظام کر سکتا ہوں جو سب کچھ سنپال سکے۔“

”جی.....!“ فیجر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ”میرے پیارے دوست عمر بھرا حسان مندر ہوں گا۔“

جگن سنگھ اس کا لیٹر پیڈاٹھا کر اُس پر کچھ لکھنے لگا تھا۔ پھر کاغذ الگ کر کے لفافے میں رکھا اور لفافہ پر پتہ لکھنے لگا۔

”یہ لو..... کسی آدمی کو اس پتے پر بھیج دو.... دوڑی چلی آئے گی.... کتنی دیر ہے۔“

”بُن بُن منٹ اور رہ گئے ہیں.... ابھی تو وہ پی رہے ہیں۔“

”دُس منٹ میں وہ یہاں ہو گی.... آدمی سے کہنا... کار لے کر جائے۔“

فیجر الیٰ چال میں باہر بھاگا کہ ”سرپٹ“ کا گمان ہونے لگا۔

حمدید تھران انداز میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ لیکن خاموش ہی رہا۔

کچھ دیر بعد فیجر پھر واپس آیا۔ اب وہ بڑی بڑا رہا تھا۔ ”لخت برس رہی ہے اسٹیٹ پر.... ہر ہائی

لُس گوشہ نہیں کیا ہوئے بن آئی حرامز ادوں کی۔ کسی کے ظلم کی نہ دادنے فریاد۔ پتہ نہیں کہ اس نجباں سے پچھا چھوٹے گا۔“

وہ بڑی تارہ اور حمید جگن سنگھ کے ہونٹوں پر ایک سفاک سی مسکراہٹ دیکھا رہا۔ حمید کے لئے جگن سنگھ کے متذکرہ دس منٹ بے چینی سے کٹ رہے تھے اور وہ منتظر تھا کسی نئے جعبے کا۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد ایک خوبصورت عورت فیجر کے کمرے میں داخل ہوئی۔ قبل اس کے کہ حمید اسے دیکھ کر کوئی رائے قائم کرنے کی کوشش کرتا جگن سنگھ فیجر کو کسی قسم کا اشارہ کرتا ہوا اللہ گیا اور وہ تینوں باہر چلے گئے۔ حمید اب تھا تھا۔ احساس تھا تھا۔ رفع کرنے کے لئے مدھم کروں میں میٹھی بجا نے لگا۔

پھر جب وہ دونوں واپس آئے تو عورت اُن کے ساتھ نہیں تھی۔

فیجر کنوں کی طرف کھلا ہوا تھا لیکن جگن سنگھ ایسا منہ بنائے ہوئے تھا جیسے زبردستی کوئی کروی کسلی فیجر چبانی پڑی ہو۔

”وہ پھر ناچنے لگے۔
”چلو بس کرو....!“ جگن نے حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر سر گوشی کی۔
”وہ داہل آگئے.... فیجر کمرے میں موجود تھا اور اُس کے ہونٹوں پر جیپنی ہوئی مسکراہٹ
تمی۔ حمید سے آکھیں چار نہیں کر رہا تھا۔
”لیکی پڑے گے....!“ اُس نے جگن سے پوچھا۔

”وہ سکی اور سوڑا....!“ جگن نے کہا اور حمید سے پوچھا کہ وہ کیا پسند کرے گا۔
”شندہ بانی....!“ حمید نے شندہ بانی لے کر کہا اور وہ دونوں بے ساختہ ہنس پڑے پھر
بڑے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ ”کیوں ناصر صاحب کیا خیال ہے۔ ان حرامیوں سے فرصت پانے
کے بعد آپ کا بھی ایک آدھ راؤٹر کر دیا جائے۔“

”راوٹر کیا تم میرے کفن دفن کا انتظام بھی کر سکتے ہو اُس راؤٹر کے بعد۔“

پھر وہ قیچیہ لگاتے رہے اور حمید شدت سے بور ہوتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اپنے سفید فام
قاویں کو خوش کرنے کے لئے ہم لوگ کتنا گر جاتے ہیں۔ اُس کا بس چلتا تو اس ناٹ کلب کو
نکامیت سے اڑا دیتا۔

”آپ کا ضمیر کیسے گوارا کرتا ہے جتاب۔“ اُس نے مجھ سے پوچھا۔
”زندہ رہنے کے لئے سب کچھ گوارا کرنا پڑتا ہے.... ہو سکتا ہے آپ کے شہر میں ضمیر
مل کر اب بھی پایا جاتا ہو.... ریاستوں میں تو نہیں۔“

”راجہ بھی عیاش ہو گا۔“

”ظاہر ہے۔ اُس کے لئے تو میر کوں پر سے لڑکیاں اٹھائی جاتی ہیں۔ گرلا اسکوں میں تالا
لیا ہے۔ جرتا انگیز طور پر لڑکیاں غائب ہوتی ہیں.... اور پھر بھی ان کا سراغ نہیں ملت۔“

”آخر وہ باہر کیوں نہیں نکلت۔“

”ہو گی کوئی مصلحت....!“

”لوگ احتجاج نہیں کرتے.... لڑکیوں کے غائب ہونے پر۔“

”کس سے کریں.... اور پھر ثبوت کہاں سے فراہم کریں کہ وہ محل ہی میں ہوں گی۔“
حمدیک پھونسہ بولا۔ جگن سنگھے نے بھی اُسے اشارہ کیا تھا کہ اس موضوع پر خاموش ہی رہے کچھ

نیجرا نہیں دفتر ہی میں چھوڑ کر پھر کہیں چلا گیا۔
”تیار ہو سار جنت....!“ جگن سنگھے آہستہ سے بولا۔
”مگر.... مگر.... یا زیو الور تو میں...!“
”ریو الور....!“ جگن سنگھے ہنس پڑا۔ ”ریو الور کی ضرورت نہیں.... البتہ اگر چلو بھرپان
انتظام کر سکو تو بہتر ہے۔“

• پھر یک بیک سنجیدہ ہو کر بولا۔ ”جانستے ہو میں پہلی بار کس بناء پر جیل گیا تھا۔“
حمدیک نے فتحی میں سر ہلا دیا۔ وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔
”سر ڈک پر ایک لڑکی کو آنکھ مار کر مسکرا لیا تھا.... وہ ایک دولت مند گمراہنے کی لڑکی تھی
میں ایک غریب لفڑگا تھا.... تم اب بیہاں دیکھنا کہ نجیب الطربین فلم کے شرفاء کیا کر
ہیں.... قوانین کے محافظ خود کیسے گل کھلاتے ہیں۔“

حمدیک کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا خدا خیر کرے سارے لفڑگے ڈائیلاگ رائٹر ہوتے جا رہے ہیں
سماج پر ایسی کڑی تقدیم کرنے لگے ہیں کہ شائد شریفوں کا جینا دو بھر ہو جائے۔ وہ سوچتا اور بورہ
رہا۔ اتنے میں قریب ہی کوئی بزرگ ہلکی آواز میں جھبھنا اور جگن سنگھے اٹھتا ہوا بولا۔ ”آئیے۔“
وہ مختلف کروں سے گزرتے ہوئے ایک تاریک سے کرے میں آر کے.... برابر عنا
کسی کرے سے والڑ کے نفع کی آواز آرہی تھی لیکن بلند آہج نہیں تھی۔ شائد کسی ریڈیو گرا
آواز کا جنم کم کر کے والڑ کار بیکار ڈیجیلا جا رہا تھا۔

”خاموش ہی رہ کر دیکھنا۔“ جگن سنگھے نے سر گوشی کی۔
اور پھر حمید کی آنکھ دروازے کی جھری سے جاگی۔ دوسرا کرے کے متظر پر لگاہ پڑا
آنکھیں جھپک گئیں۔

پانچ بالکل برہمنہ عورتیں پانچ خوش پوش انگریزوں کے ساتھ والڑ ناج رہی تھیں۔ چار
انٹیں تھیں اور ایک دیکی۔ حمید محبوس کر رہا تھا کہ دیکی عورت کے پیر لڑکھڑا ہے تھے۔“
اپنے پارٹر کے ساتھ گھسیٹ پھر رہی تھی۔ شائد اُسے ناچتا بھی نہیں آتا تھا۔
ریاست کا دیوان ریڈیو گرام کے قریب کھڑا شراب کی چکیاں لے رہا تھا۔ نغمہ ”تم“
دوسری بیہودگیاں شروع ہو گئیں۔ پھر دیوان نے ٹوئیسٹ کار بیکار ڈیکھا دیا۔

بلد نمبر 29
ایا بولا۔ ان دونوں کو شہر کے قریب ہی چھوڑا تھا۔ مگر یہ بالکل نئی بات ہوئی ہے۔ باس....
میں دہ ہماری راہ پر نہ لگادے فریدی کو۔"

ہنر ممکن ہے.... فریدی کے فرشتے بھی یہاں تک نہیں پہنچ سکتے گے۔ ویسے ہو سکتا ہے
وروزانہ اسی لگلی سے گذرتا ہو.... اور پھر تھانہ ہی یہاں سے کتنی دور ہے.... پانچ سال سے
کے.... وہ بھی بہت کم باہر آتے ہیں کسی سے بات نہیں کرتے۔"

اس عمارت میں ہیں.... کسی کو کافنوں کا ان خبر تک نہیں ہوئی۔"
ہنر کی آنکھیں بدستور سوچ میں ڈوبی رہیں۔ ایک میز پر رکھی ہوئی بوٹل سے گلاس میں

اب اغذیلی اور سائنسن فن سے سوڈے کی دھماکار نے لگا۔

"ایک میرے لئے بھی بناو۔" نقاب پوش نے کہا اور وہی گلاس اُسے پیش کر دیا گیا۔
ہنر اپنے لئے دوسرا بنا نے لگا۔ ساتھ ہی وہ بڑا بڑا رہا تھا۔ "میری دانست میں تو یہ اچھا نہیں
ابا۔ پتہ نہیں کیوں ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے یہ غلطی ہی ہمارے لئے چھانی کا پھنڈہ بن
لے گی۔"

"تم جلدی سے دو چار گھونٹ لے لو.... تاکہ اس قسم کے بڑالانہ خیالات کے لئے ذہن
ماجھ مہ رہے.... ایڈیٹ...!؟"

"یہ فریدی.... باس....!"

"بکواس بند کرو....!" نقاب پوش نے جملہ کر گلاس فرش پر پہنچ دیا اور بولا۔ "جب کہ فریدی
بیکا بند ہو امنگاؤں۔ کل رات اُس کا استثنیت سار جنت حمید نزد ایشیت میں بھکتا پھر رہا تھا۔"
مگر وہ ایک تلخی ہنسی کے ساتھ خاموش ہو گیا۔

ہنر نے دوسرا گلاس بنا کر پیش کیا اور وہ دوسرا گلاس تھامتا ہوا بولا۔ "اس قسم کی بڑالانہ
نمیں صرف سوچا کرو.... میرے سامنے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ سمجھ۔"

"اوکے باس....!" ہنر ہنسنے لگا۔

مگر دونوں خاموشی سے شراب پینتے رہے۔ لیکن ہنر کے چہرے پر اب بھی تشویش کے
مادر تھے۔

دیر بعد وہ وہاں سے اٹھ گئے۔ کلب سے باہر نکل کر جگن سنگھ بولا۔ "تم نے بے شکی باقاعدہ
کردی تھیں سار جنت.... خیر آؤ.... محل میں وال گھنی مشکل ہے۔ جس محل میں راجہ ما
قیام ہے وہاں پر نہ پر بھی تھیں مار سکتے کہا پہرہ رہتا ہے۔ چون یہوں گھنے دیوان بھی نہیں
اُس محل میں، اے ذی سیز بھی باہر ہی رہتے ہیں۔ اندر کسی کا گذر نہیں سوائے دو پا
کے.... وہ بھی بہت کم باہر آتے ہیں کسی سے بات نہیں کرتے۔"

حمد خاموش ہی رہا۔

"اب چلے آپ کو ایک اے ذی سی کے کوتولت بھی دکھاؤ۔ راجہ صاحب کی گوشتی
بانے پر بن آئی ہے ان حرام زادوں کی۔ جو ہی چاہتا ہے کرتے پھر تے ہیں۔"

وہ حمید کو ایک ہوٹل میں لایا۔ چھوٹی سی خوبصورت جگہ تھی۔ بیرون کی درودیاں
تھیں اور وہ سروس کے معاملے میں کافی بالیقہ معلوم ہوتے تھے۔ جگن سنگھ نے ایک لیے
نوجوان کی طرف اشارہ کیا جو تین لاکیوں میں گرا بیٹھا شراب کی چکیاں لے رہا تھا
بڑا بڑا۔ "اس کے گرے گرے لاکیاں اٹھانے کے ماہر ہیں۔ جمیش نام ہے۔ پارسی ہے۔

طاوقور اور سر پھرلے بے دریغ ریو الور نکال کر فائز کر دیتا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ لاکی اسی کے ہمچ
گئی ہو جس کا تذکرہ ان پکڑ صاحب نے اپنے خط میں کیا ہے۔"



پر نشن کے چورا ہے کی قریبی گلی والی وہ عمارت تھانے سے زیادہ دوبار نہیں تھی جہاں
لاکیوں پر مظالم ڈھانے جا رہے تھے۔

نقاب پوش اس وقت اوپری ہاں میں موجود تھا۔ تین بجے تھے اور ہاں میں اُس کے
اور کوئی نہیں تھا۔ وہ میز میں خالی پڑی تھیں جن پر اُس کے گرے گرے شراب اور جوئے میں مشا
کرتے تھے۔

نقاب پوش تھوڑے تھوڑے و تھوڑے سے کلائی کی گھری پر نظر ڈالتا جاتا تھا۔
تقریباً آدھے گھنے کے بعد باہر سے کسی گاڑی کی آواز آئی اور وہ چوک کر متوجہ ہوا۔

اُس کے گرگوں کا انچارج ہنر ہاں میں داخل ہوا۔
"کام آپ کی ہدایت کے مطابق ہی ہوا ہے باس۔" ہنر اپنا السر اٹھا کر ایک کری مل

شکار کا چارہ

فریدی کو بھی اطلاع ملی کہ شیلا جیت انگریز طور پر واپس آئی ہے۔ حمید نبادالمیر و اپنے آگر وہاں کے حالات سے بھی نہ صرف اسے آگاہ کر چکا تھا بلکہ راج صاحب کے ایک ذی سی پر شہر بھی ظاہر کیا تھا لیکن فریدی نے اس پر رائے زندگی نہیں کی تھی۔

”میا آپ شیلا سے مل چکے ہیں۔“ حمید نے پوچھا۔
”نہیں.... ویسے اس کی کہانی یہ ہے کہ وہ تجھے جو راہ بھول کر دوسرا راہ پر جا گئی تھی۔“

بنگلے کے قریب ایک آدمی نے جو خود بھی کار میں تھا اسے صحیح راستے پر لگادینے کی پیشش پہلے آئے ڈاک بنگلے میں چاہے پائی اور پھر ایک پکے راستے پر مڑ گیا۔ شیلا کی گاڑی اس کی کار پیچھے تھی پکھے دور چل کر اجنبی کی کار رک گئی اور وہ یچے اتر کر اس کے انجمن کا جائزہ لینے لگا اُس کی گاڑی کی طرف آیا اور کھڑکی پر بھک کر اس سے کہا کہ وہ بھی ذرا باہر آگر بونٹ والا رکھے تاکہ وہ انجمن کی کوئی خرابی درست کر لے۔ شیلانے جو باکہ تھا کہ بونٹ اٹھائے رکھ کر ضرورت ہے۔ اس پر اس نے بتایا کہ بونٹ کا مکہرہ بھی پہلے ہی سے خراب ہے۔ لڑکی نے گھر کیا کہ وہ غلط بیانی سے کام لے رہا ہے... لہذا وہ اترنے میں پس و پیش کرنے لگی۔ اجنبی نے بے تکلفی سے دروازہ کھول کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور یچے اترنے کی کوشش کرنے لگا۔ غالباً جدوجہد کے دوران میں اس کے اوور کوٹ کا ہٹن ٹوٹنا ہو گا۔ بہر حال اس کا پیان ہے کہ اس کی کپٹی بھی دبائی تھی اور پھر وہ بیہو ش ہو گئی تھی۔ اس کے بعد کسی تہہ خانے میں آگئی جہاں ایک لمبا تر کا ناقاب پوش موجود تھا... اس کے ساتھ کوئی برا بر تاؤ نہیں کیا گیا۔ اُس ساتھ ایک لڑکی اور بھی تھی۔ پھر ایک دن شیلا اور وہ لڑکی کسی کے ہاتھ فروخت کر دی گئی اُنہیں ایک جیپ میں بٹھا کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ راہ میں ایک جگہ جیپ روک کر وہ رفے ماں کے لئے یچے اتریا ہی تھا کہ وہ دونوں جیپ سے اتر کر جنگل میں کھس گئیں۔ رات اندر ہیری نمیں لئے انہیں فرار میں آسانی ہوئی اور کسی نہ کسی طرح گرتی پڑتی صحیح ہوتے ہوتے شہر آپنے چھپا۔

”جگہ کی نشاندہی تو کہیں سکے گی؟“ حمید نے پوچھا۔
”نہیں.... تہہ خانے سے باہر نکالتے وقت انکی آنکھوں پر پیاس باندھ دی گئی تھی۔“

یہی نے کہل تھوڑی دیر تک پکھ سوچتا رہا پھر سگار کیس سے ایک سگار نکال کر اُس کا سر اکانے لگا۔
”چلے پچھا چھوٹا... اس کیس سے بھی۔“ حمید نے طویل سانس لے کر کہا۔

”خوش نہیں ہے تمہاری۔“ فریدی مسکنیا۔

”ہمی مطلب....!“

”تو ہی حتیٰ فیصلہ اس سے گفتگو کر لینے کے بعد ہی کر سکوں گا۔“

”خواہ خواہ کلی پہنچنے نہ نکال بیٹھے گا۔“

”جگوری ہے اگر نکل آئیں۔“

پھر فریدی اپنے ملکہ کے سپر نشہنڈنٹ سے ملا تھا اور شیلا سے پوچھ گچھ کرنے کی خواہش ظاہر تھی۔

”میرا خیال ہے کہ اب ختم ہی کجھے۔“ سپر نشہنڈنٹ نے جواب دیا۔ ”وہ تو واپس آئی گئی ہے،“

سے کوئی گزند بھی نہیں پہنچا۔ اب معاملات کو آگے بڑھانے سے مزید بدناہی کا اندازہ ہے۔

”لیکن جتاب! میرے پاس پہلے ہی سے اسی قبیل کے کئی کیسر اور بھی ہیں۔“

”کون سے کیسر....!“

”پچھلے چھ ماہ کے عرصہ میں شہر کی چالیس نوجوان لڑکیاں غائب ہو چکی ہیں جن کا آج تک ولی سراغ نہ مل سکا۔ اگر محترمہ شیلا کی بردہ فروش گروہ ہی کے ہاتھ پڑ گئی تھیں تو مجھے ان سے کافی مدد ملے کی توقع رکھنی چاہئے۔“

”آپ کی مرضی ملنا چاہتے ہیں تو مل ہی لیجھے۔“ سپر نشہنڈنٹ نے کہا۔

پھر جب وہ شیلا سے ملنے جا رہا تھا تو حمید نے بھی تیاری شروع کر دی۔ لیکن فریدی نے اُسے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا اور وہ جھلا کر بولا۔ ”یہ فارمولہ بھی سن لیجھے کہ دل پھینک مرد دل پھینک حرم کی لڑکیوں کو قلعی پسند نہیں کرتے۔ کیا سمجھے ہیں آپ۔“

اور فریدی جو پکھ بھی سمجھتا تھا اسے سمجھائے بغیر ہی رخصت ہو گیا۔ حمید نے اس میں اپنی توہین محسوس کی اور وقتی طور پر بے حد بور ہوا۔... لیکن بلا آخر اُس کی بہار کھوپڑی چل ہی تو پکد اُس نے سوچا شیلا کے ساتھ ایک لڑکی اور بھی تو تھی جواب کی مسلمان سب اس پکڑ کے ساتھ قائم ہے۔ ابھی اپنے والدین کے پاس نہیں بیٹھی گئی۔

”بھی گلی سے۔“
”یہ کہاں ہے۔“

لوکی نے ہکلا کھلا کر گلی کا محل و قوع سمجھانے کی کوشش کی۔ حمید صرف سر ہلاتا رہا اور لوکی کے خاموش ہوتے ہیں پوچھ بیٹھا۔ ”لیکن وہاں تو تم شور چاکر بھی دوسروں کو اپنی طرف متوجہ رکھتی تھی۔“

”انہوں نے میرا منہ بند کر کے کار میں ڈال دیا تھا۔“ لڑکی نے بھراہی ہوئی آواز میں کہا۔
”کار کہاں تھی۔“

”وہیں قریب تھی کھڑی تھی۔“
”گلی میں....!“ حمید نے پوچھا۔
”جی ہاں....!“

”تم غلط کہہ رہی ہو اس گلی سے چھوٹی ہے چھوٹی کار بھی نہیں گذر سکتی۔ میں نصیر آباد کے پیچے ہے سے واقف ہوں۔ تانگہ نک تو اندر جائیں سکتا سوار یوں کو سڑک ہی پر آتتا پڑتا ہے۔ رکھوئیں جس طرح ڈاکٹر سے مرض کے متعلق کچھ چھپانا خطرناک ہوتا ہے اسی طرح پولیس سے ہرم کے متعلق چھپانا۔... تم اچھی بیٹی ہو.... بچ بولو۔“

لڑکی روپڑی۔... فوراً ہی چکیاں لگ گئیں۔ بمشکل تمام چپ ہوئی اور کچھ دیر بعد یوں۔ ”میں زبان سے نہیں کہہ سکتی۔ مجھے کاغذ قلم دیجئے لکھ دوں گی.... شیلاباجی نے منع کر دیا تھا لیکن۔“
”لیکن تم بہت اچھی بیٹی ہو۔“ حمید نے کہا اور صدر کی طرف مڑ کر بولا۔ ”نہیں کہیں تھا تی۔ میں بیٹھنے دیجئے.... اور کاغذ قلم مہیا کر دیجئے۔“

صدر اسے تحسین آئیز نظروں سے دیکھتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

پھر کچھ دیر بعد صرف وہی دونوں کرے میں رہ گئے۔ لڑکی کو انپکٹر صدر کی دوسرے کرے میں پہنچا آیا تھا۔

”یار تم لوگ سکمال کے آدمی ہو۔“ اس نے حمید سے کہا۔ ”لکن جلدی اصلیت اگلوالی۔“
”کوئی خاص بات نہیں۔“ حمید ماش کے آئٹے کی طرح اینٹھا جا رہا تھا۔

اس نے فون پر کوتوالی انچارج کے نمبر ڈائل کئے اور ماڈ تھہ میں میں بولا۔ ”لوگ ڈارٹنگ ... میں حمید ہوں ... کیا رہا اس لڑکی کا۔“

”کس لڑکی کا...!“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔
”ماں ... وہی جو شیلا کے ساتھ آئی ہے۔“

”کیا ہو تاؤس کا۔ صدر صاحب کے ساتھ مقیم ہے۔ اسکے والدین کو اطلاع دے دی گئی۔“
”مطلوب یہ کہ بیان کیا دیا اس نے ... یار ٹھہر و ... میں وہیں آ رہا ہوں۔“

حمد سلسہ منقطع کر کے گیرج میں آیا۔ موڑ سائیکل نکالی اور کوتوالی کی طرف روانہ ہو۔ وہاں سب سے پہلے لڑکی کا تحریری بیان دیکھا۔ تھوڑی دیر تک اس کے مختلف پہلوؤں پر غور رہا۔... پھر انپکٹر صدر کے کوارٹر کی طرف روانہ ہو گیا۔ صدر اس وقت ڈیوٹی پر نہیں تھا اس امکانات تھے کہ کوارٹر ہی میں موجود تھا۔

حمد کا خیال صحیح تھا۔... صدر ملا لیکن حمید کی آمد پر حیرت ظاہر کی۔

”میں لڑکی سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں انپکٹر...!“ اس نے کہا۔

”ضرور ... ضرور ... آئیے ...“ صدر نے کہا اور اُسے بیٹھک میں لایا۔

تھوڑی دیر بعد لڑکی بھی آگئی۔ پندرہ یا سولہ سال کی ایک معصومی لڑکی۔ نظر نہ گزوئے ... چپ چاپ آگر بیٹھ گئی۔... نہ جانے کیوں حمید کا دل کانپ گیا۔ ایسا محسوس ہوا پوری انسانیت خطرے میں ہو.... پاکیزگی خطرے میں ہو... حتیٰ کہ الوبیت تک خطرے میں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سے کیا پوچھھے ... وہ تو یہ سوچ کر آیا تھا کہ شاید کو تفریق سے دوچار ہونا پڑے۔ لیکن یہاں تو ...!

بالآخر اس نے بھراہی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ”تمہارا نام کیا ہے بیٹی۔“
”شش ... ہلکیا ...!“ وہاں طرح بولی جیسے آواز کو جکڑے ہوئے حلق سے آزاد کرنا میں بڑی دشواری پیش آئی ہو۔

حمد پھر سوچنے لگا کہ اب کیا کہنا چاہئے۔ وہ اس کے بیان کے متعلق سوچنے لگا جو کوتوالی روز ناچے میں دیکھ آیا تھا۔

”تم نصیر آباد کے کس علاقے سے اٹھائی گئی تھیں۔“ آخر کچھ دیر بعد وہ سوال کر سکا۔

رانیں شہر کے قریب چھوڑ دیا جائے۔
فریدی اس بیان کو پڑھ کر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "یقیناً کلارا کو اُس کے پاس

بھیجا بہت ضروری ہے۔"

پھر اُس نے خواب گاہ میں آکر ٹیلی فون پر لیڈی انپکٹر کلارا سے رابط قائم کر کے اُسے ٹکلیہ سے ملنے کی تاکید کی۔

کلارا نہ لالا انگریز تھی لیکن بہت ذہین.... اردو کے علاوہ کئی دوسری زبانوں میں خاصی استعداد رکھتی تھی۔ جوان العمر تھی۔

"تم وہیں واپس جاؤ...." فریدی نے حمید سے کہا۔

"کہاں...!"

"زبردالائیٹ.... اُس اے ڈی سی پر نظر رکھو۔"

"تھا جاؤں؟" حمید نے یاس انگیز لبجھ میں پوچھا۔ "کیوں نہ کلارا کے چارچ میں مجھے دے کر بکر دیجھ۔"

"ضرورت محسوس ہوئی تو شائد کلارا بھی جائے.... مگر تم پہلے جاؤ۔ جس ہوش میں اُسے بکھا تھا وہیں قیام کرنا.... اطلاع ملی ہے کہ وہ اپنی شامیں زیادہ تر وہیں گذرتا ہے۔"

"لیڈی لے جاؤں؟"

"نہیں... جیپ نکالو.... اندراشکاریوں یا سایا ہوں کا ہوتا چاہئے۔"

"تھا سایا یا شکاری باکل چند معلوم ہوتا ہے کیوں نہ محترم کلارا ساتھ ہی جائیں۔"

فریدی پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔ "نہیں کلارا نہیں.... وہ انگریز ہے... شاکر اُس پر باتھ ڈالنے کی کوشش نہ کی جائے۔"

"اُہ تو یہ چکر ہے... چارہ چاہئے مجھلی کے لئے۔"

"ویر میں سمجھے....!" فریدی نے کہا اور پھر لا بہری سے خواب گاہ میں آکر کسی سے فون پر لٹکوڑ کر تاہم اس بار حمید بھی پیچھے ہی پیچھے آیا تھا.... اور قریب ہی کھڑا اس طرح پیلس جپکا سماں چھیسے اپے کاںوں پر سے اعتبار اٹھ گیا ہو.... فریدی ریسور کھ کر اُس کی طرف مڑا اور بولا۔ تھوڑی پورے میں ایک گندسا ہوش بہسنو ہے.... ٹوٹے ستون کے پاس... اُس کے نیجے سے



فریدی تھکرانہ انداز میں لا بہری سی میں ٹہل رہا تھا۔ پیشانی پر سلوٹس تھیں اور آنکھیں گھری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ کبھی کبھی شہلتے شہلتے رک بھی جاتا۔ حمید پہنچا تو کسی تھہید کے بغیر شیلا کی داستان چھڑ گئی۔

• "ورات بھر کی جاگی معلوم ہو رہی تھی۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"شم خواب سی آنکھیں۔" حمید مٹھنی سانس لے کر بولا۔ "کافی تجھ رہی ہو گی۔"

"کہاں وہی ساتھی اُس نے بھی جو سوپ سے سن پکا تھا... لیکن۔"

"لیکن کیا....؟"

"اُس کا ایک جملہ الجھن میں ڈالے ہوئے ہے.... باشی کرتے وقت بھی وہ اوگتا

تھی.... جو کچھ کہہ رہی تھی اُس سے اُس جملے کو کسی طرح بھی مریبوٹ نہیں کیا جاسکتا۔"

"جملہ کیا تھا۔"

"اور پھر ٹکلیہ تماشائی بن گئی۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "وہ اُس وقت اونکھی حمچکی سی آئی تھی اور پھر چونک پڑی تھی اور کہنے لگی تھی کیا کوئی بے تحکی بات زبان سے

گئی۔ میں دراصل سونا چاہتی ہوں۔"

"ہو سکتا ہے یہ جملہ اوٹھتے ہوئے زہن ہی کی پیداوار ہو۔" حمید نے کہا۔

"انسان کی زبان سے جو کچھ بھی لفڑا ہے بہر حال اپنا پس منظر رکھتا ہے۔"

"خیر.... اس وقت لیڈی انپکٹر کلارا کہاں ہو گی۔" حمید نے کہا۔ "وہ اردو اچھی طرح اور سمجھ سکتی ہے۔"

"کیوں اُس کی ضرورت کیوں پیش آئی۔"

"ٹکلیہ کا بیان اصلی والا۔" حمید نے جیپ سے کاغذ ٹکال کر فریدی کے سامنے رکھا۔

فریدی اُسے دیکھا رہا اور چیرے کی رنگت بدلتی رہی.... لیکن ٹکلیہ وہ سب کچھ نہیں کہا تھی جو اُس پر گذری تھی۔ بس شیلا کے اس بیان کی تردید کر دی تھی وہ فروخت کی گئی تھی اس بجائے اُس نے صاف صاف لکھا تھا کہ شیلانے کسی طرح اُس نقاب پوش کو اس پر راضی کر لے

انفل کا ہار اسے نہ دینا پڑے گا۔... بس اب سدھا رہے۔ ہوٹل ڈی فرانش کے چھانک کے زیریں وہ آپ کو ہلکے نارنجی رنگ کی ساری میں لمبوس کھڑی ملے گی۔ ہاتھ میں سیاہ رنگ کا دینی پیک ہو گا۔

حید نے مزید کچھ سننا پسند نہ کیا اور باہر نکل کر جیپ دبادی۔... بڑی تیزی فراری سے ہوٹل ڈی فرانش کی طرف آیا۔ جیپ روک دی لیکن کسی نارنجی پوش کا دور دور سک پتہ نہیں تھا۔ اُس نے سوچا کہیں مجھ نے اک تو نہیں بتایا۔... پھر خیال آیا کہ فریدی کا قدم درمیان ہے اس نے مجھ سے کسی قسم کی بیوودگی سرزد نہیں ہو سکتی۔ بہر حال وہ چھانک کے قریب ہی جیپ روک کر پاپ میں تباکو بھرنے لگا۔

اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد اُس کا جی خوش ہو گیا۔ نارنجی پوش قریب ہی رکنے والی ایک ٹیکسی سے اتر رہی تھی۔ شعلہ ہے شعلہ حید نے سوچا۔ بڑا اچھا وقت گذرے گا۔ عمر پچیس سے زیادہ تری ہو گی۔... ہو سکتا تھا اس سے بھی کم رہی ہو۔ مناسب اور صحت مند جسم تھا۔ آنکھوں میں لالی جاذبیت تھی۔ رنگت شہابی ہلکے رنگ کی لپ اسٹک میں ہونٹ بڑے ہیں لگ رہے تھے۔ میک اپ سیلیقے سے کیا گیا تھا۔ ٹیکسی سے اترنے تھی اُس نے دھوپ کی عینک لگالی اور چھانک کے زیریں آکر رک گئی۔ ٹیکسی جا چکی تھی۔ حید نے خوب غور سے دیکھا۔ ماری ہلکی نارنجی تھی اور ہاتھ میں سیاہ رنگ کا دینی پیک تھا۔ لیکن سوت کیس کا تذکرہ بہبیو کے مجھ نے نہیں کیا تھا اور اُس کوڑت نے ٹیکسی سے ایک سوت کیس بھی اٹھا رکھا۔ حید جیپ سے اتر کر اُس کی طرف بڑھا اور قریب پہنچ کر بولاتا ہے۔ "بہبیو....!"

"ادھڑیک ہے....!" عورت نے اُسے مزید کچھ نہ کہنے دیا اور جیپ کی طرف بڑھ گئی۔ حید اُس کے پیچھے تھا۔ سوت کیس اٹھا رہے ہوئے۔ وہ اُس کے قریب ہی پیٹھی تھی اور حید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے اب کیا کہنا چاہئے۔ بہر حال انجن اسٹارٹ کر کے اُس نے جیپ آگے بڑھائی اور تیزی فراری سے نزدیکی کی طرف روانہ ہو گیا۔

"امتنے ریش ہو کرنے چلا یے۔" عورت بولی۔
"تمہت بہتر محترمہ....!" حید نے کہا اور فرار کم کر دی۔

کہنا کہ تمہیں میں نے بھیجا ہے۔ وہ ایک اچھی سی لڑکی کا انتظام کر دے گا۔... لیکن فرزندگی ہے کہ تم تجھ سے اپنی بیوی نہ سمجھ بیٹھنا۔"

"اچھی سی لڑکی....!" حمید نے سکاری لی۔... اور مزید کچھ کہے بغیر فوجانہ انداز ایڈیوں پر گھوم گیا۔

جلدی جلدی سفر کی تیاری کی اور گیراج سے جیپ نکال کر ارجمند پورے کی طرف روانہ ہو گراستے میں ایک پڑوں پپ پر رک کر نہ صرف ٹکنی بھرائی تھی بلکہ کچھ فالتو پڑوں بھی لیا تھا۔ بہبیو کے مجھ نے بخند اس پیشانی اُس کا استقبال کیا۔

"زہب نصیب سار جنت صاحب آپ نے کرم فرمایا۔... مجھے اپنکر صاحب سے ہدایات چکی ہیں۔ میں تو اکثر سوچا کرتا تھا کہ شو قین ہونے کے باوجود بھی حضور نے کبھی یہاں قدم نہ فرمایا۔"

"اب فرمایا کروں گا۔... لیکن بھلام تم میری کیا خدمت کر سکو گے۔... میں ذرا وابخے شو قین واقع ہوا ہوں۔"

"ہر طرح کا انتظام یہ خلام کر سکتا ہے۔ میں روپے شب سے لے کر ڈیڑھ ہزار فی شب تک کل ڈیڑھ ہزار۔... اسے گھاس تو نہیں کھا گے۔"

"وہ والیان ریاست کے مطلب کی چیزیں ہوتی ہیں۔... اعلیٰ خاندانوں کی تیزیاں۔... مثلاً میں فی الحال جس چیز کا انتظام کر رہا ہوں وہ ایسی ہی ہو گی، اُس کا شوہر شہر کا بہت بڑا تاجر ہے۔" "کیوں اڑاتے ہو۔... بھلام اسے پیوں کی کیا ضرورت۔"

"پیوں کی ضرورت۔..."! مجھ نے ایک پر شور قبھہ لگایا۔ دیر تک ہنستارہا پھر بولا۔ "جناب والا صرف مرد ہی تو شو قین نہیں ہوتے۔... ڈیڑھ ہزار تو اُس کے ہاتھ کا میل ہیں۔"

حید کھوپڑی سہلانے لگا اور وہ مسکرا کر بولا۔ "یجا یے۔... جی خوش ہو جائے گا۔"
"لیکن اگر مجھے کئی دن قیام کرنا پڑا تو۔"

"پروواہ نہیں۔ وہ تو یہاں سے یہ کہہ کر جائے گی کہ اپنی می کے گھر جا رہی ہے۔ مقررہ وقت پر واپس نہ آسکی تو وہیں سے ایک خط لکھ دے گی کہ می کو ملیرا ہو گیا ہے۔ اس کے بعد بھی اُر رکنا پڑا تو دسرے خط میں لکھ دے گی کہ می کو ڈاڑیا بھی ہو گیا ہے۔ ویسے موقع ہے کہ می کا

دعوت مسترد

”خوش آمدید محترمہ شیلا۔“ اُس نے چھپتی ہوئی آواز میں کہا اور آرام کری میں نہم دراز

دیکھ لئے خاموش رہ کر پھر بولا۔ ”جو کچھ ہواں کی توقع تھی مجھے تم سے...“ پس میں تو

ایک بار پھر شیلا کی آنکھیں اُسی تہہ خانے میں کھلیں اور وہ اس طرح کاپنے لگی جیسے کہ زادتوہاں تمہیں ایک موقع دینا چاہتا تھا۔ اثام جنت کے طور پر... ورنہ یہ تو آج تک ہوا ہی نہیں الموت قریب ہی کہیں موجود ہو۔

فریدی نے لیڈی انپکٹر کاراکے توسط سے شکلی سے سب کچھ اگلوالیا تھا اور پھر شیلا کو ایسے نہیں یہ بھی بتایا تھا کہ اُسے نقاب پوش سے اب اسی... جاؤں اعظم میاں فریدی سلمہ کے زیر سایہ ہی تھا راغوہ دوبارہ ہو جائے... اندرا کاراہی کے سامنے سب کچھ اگلوپڑا تھا۔ اُس نے یہ بھی بتایا تھا کہ اُسے نقاب پوش سے اب اسی... جاؤں اعظم میاں فریدی سلمہ کے تھانے کے قریب کھڑی ہو کر سرخ رنگ تھے اُدی رہے ہوں گے۔ اُس کے ساتھ۔“

وقاف قالمان پڑے گا۔ طریقہ یہ تھا کہ شیلا پر نشن کے تھانے کے قریب کھڑی ہو کر سرخ رنگ رومال اپنے منہ پر پھیرتی اور اُسی دن رات کو نوبجے تار جام کی سڑک پر واقع مندر والے باشیوں کے ساتھ۔ شیلا کاپنی ہوئی آواز میں بولی۔ ”مجھے جبور کیا گیا تھا۔ شکلی نے سب

نقاب پوش کا انتفار کرتی۔“

فریدی نے دوسرے ہی دن انتظامات مکمل کر لئے اور شیلا کو جبور کیا کہ پر نشن کے قابل ہوتے تو کیا کرتے۔“

”میں بھی یہی کرتا۔“ نقاب پوش نے کہا اور ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔ ”تم ڈرو نہیں۔ پولیس کے سامنے مجوزہ مظاہرہ کرے۔“

وہ جبور تھی سب کچھ کرنے پر۔ لیکن اس سے لاعلم تھی کہ فریدی کیا کرنے والا ہے۔ روپ سوار ہو کر جرام کا ارتکاب کرنا میری ہالی ہے۔ بدال لفظ آیا آج جب میں پولیس کے گھیرے لے نہیں کھال لایا۔“

رات بھی سر پر آگئی تھی اور اُسے تھامنہ روائے باغ تک جانا پڑا تھا۔

پھر پڑتے نہیں وہ کس طرح اس تھہ خانے تک پہنچی۔ وہاں باغ میں تو صرف اتنا محسوس ہے کہ کسی نے بہت زور سے اُس کی کنٹیاں دبائی ہوں۔

اور اب... کیا ہو گا... وہ سوچ رہی تھی۔ یقینی طور پر فریدی نے نقاب پوش کیلئے بچھایا ہو گا۔ لیکن اُس کی تدبیریں پت پڑیں۔ تبھی تو وہ اس تھہ خانے میں دوبارہ نظر آ رہی ہے۔

اب آیا ہو گا... اب کیا ہو گا... ذہن میں صرف یہی ایک سوال گونج رہا تھا اور“ طرح کاپ رہی تھی۔ خنک ہوتے ہوئے حلق میں کائنے پڑے جا رہے تھے۔ ایسا محسوس ہے جیسے دنیا کی وہ آخری رات ہو۔ اُس کے بعد... اُس کے بعد اُس کا سر شدت سے چکرانا اتنے میں دروازہ کے سر کنے کی آواز آئی اور اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے اُس آواز کے انتقام کی روح بھی جسم کا ساتھ چھوڑ گئی ہو۔ اعضاء بے جان سے معلوم ہونے لگے... اور ہوا

پوش نظر آیا۔ مسہری سے تھوڑے ہی فاصلے پر رک گیا تھا اور شیلا کو مسلسل گھوڑے جا رہا تھا۔ اچھا تو سنو... میری ایکسیم یہ ہے کہ اب تم وہاں واپس ہی نہ جاؤ... میرا بزرگ ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور غیر ممالک کا ہیڈ آفس قاہرہ میں ہے... اگر میں قاہرہ والا آفس تھا رے شیلا کے جسم کا رعشہ بڑھتا رہا۔

خیلانے کچھ سوچتے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا۔

”اچھا تو سنو...“ میری ایکسیم یہ ہے کہ اب تم وہاں واپس ہی نہ جاؤ... میرا بزرگ ساری دنیا

چارج میں دے دوں تو کیسی رہے گی۔
”میں بالکل نہیں سمجھی۔“

جسے رکھے ہوئے تھے۔ عورت حید کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ جو باہمی بھی مسکرایا لیکن حقیقت
تو کہ ابھیں میں پڑ گیا تھا.... دراصل وہ صرف عورتوں کی ہم نشینی کا شائق تھا۔ جسی
”تم قاہرہ میں شہزادوں کی سی زندگی بسر کرو گی.... آزادی اور خود مختاری کی زندگی“
سینکڑوں آدمی تمہارے ماتحت ہوں گے۔“

راتے ہی میں اُس نے محسوس کیا تھا کہ عورت شاستہ اور باذوق ہے۔ لیکن جسی معاملات

”اعلیٰ پیانے پر بردہ فروشی... لیکن صرف لڑکیاں... مختلف اقوام اور ممالک سے تم ملابے باک بھی ثابت ہو سکتے ہے۔ حید نے بہت کوشش کی کہ اُس کا اتنے پتہ بھی معلوم ہو سکے رکھنے والی۔ مشرق و سلطی میں یہ تجارت بڑی کامیاب ہے۔ مشرق و سلطی کے شیوخ اور سلاطین رہائی اور بات کال پیش کرتے ہیں۔ ایک بار تو صاف صاف کہہ نکل تھی۔ ”تمہیں آم کھانے سے فرض رکھنی چاہئے پیر گن کر کیا کرو گے.... ویسے میں تمہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم مشہور یہ... یہ تو بڑی بُری بات ہے۔“

”عورت خور سار جنت حید ہو۔“

”نکتہ نظر کا فرق ہوتا ہے۔ ورنہ اس دنیا میں نہ کوئی اچھی بات ہے اور نہ بُری۔ بہر حال تم لوگوں نے مجھے خواہ خواہ بدناام کر رکھا ہے۔“ حید نے کہا تھا۔ ”تم دیکھی ہی لوگی کہ میں کتنا چاہتی ہو۔“

”میں.... میں.... سمجھ میں نہیں آتا.... اور یہ بھی درست ہے کہ اب میں یہاں کو ٹرپ پکھے ہوں۔“

رات کا کھانا کھا کر وہ ریکریشن ہال میں آئے اور گلری میں بیٹھ کر کافی پینے لگے۔ آرکشا

وہیں ڈوٹ بھار بھاٹھا۔ لیکن ناقابلے صرف تین جوڑے تھے۔

”تاچو گی....!“ حید نے پوچھا۔

”مجھے نہیں آتا.... اور یو نہیں گھستے پھر نے سے کیا فائدہ۔“ عورت نے جواب دیا۔

”معاف کرنا میں نے ابھی تک تمہارا نام نہیں پوچھا۔“

”پوچھتے بھی تو کیا فرق پڑتا.... صحیح نام تو بھی نہ بتاتی۔“

”پھر بھی کیا کہہ کر مخاطب کروں۔“

”سیما کہہ لو.... مجھے بھی یہ نام پسند ہے۔“

”اچھا ہے.... کافی نغمگی رکھتا ہے اپنے اندر...!“

”تم نے اکثر تمہیں سے پول میں دیکھا ہے۔“

”مجھے اس ہوش کا نام پسند نہیں.... اگر یہ کسی اوپنے پہاڑی مقام پر واقع ہوتا تب بھی چل

جاتا یہاں ہے۔ یورپ کی فنالی کے معاملے میں ہم لوگ بالکل گدھے واقع ہوئے ہیں۔ یورپ کے

کروہ میں آسائش کی ساری چیزیں مہیا تھیں.... لیکن مسہری صرف ایک ہی تھی۔ جن بیرونی تھات پر مگر کامیابی موسم بہار لاتا ہے۔ بڑا خوٹگوار ہوتا ہے اس لئے اگر وہاں کسی ہوش کا



ہوش کے رجھر میں ان کا اندر راج شوہر اور بیوی کی حیثیت سے ہوا۔ اوپری منزل پر پہنچ کرے تھے، چونکہ میاں بیوی کی حیثیت سے قیام ہوا تھا اس لئے ڈبل بڈ والا ایک ہی کمرہ نہ ہو سکا۔ حید نے ہاتھ پاؤں تو مارے تھے کہ دو کمرے مل جائیں۔ لیکن سرمائی تعطیلات کا نا خاصی بھیز تھی اس لئے بیوی ایک کمرہ نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا تھا۔ سپر واپر الگ احسان کے تھا کہ اُس نے بذریعہ تار کئے جانے والے ایک ریزو رویشن کو کینسل کر کے وہ کروہ ان کے فراہم کیا تھا۔

”آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں جناب۔“ اُس نے پوچھا۔
جید نے سوچا خود کو بدھوئی پوز کرنا چاہئے۔ اللہ بڑا کار ساز ہے۔ ہو سکتا ہے میدان میرے
یہاں تھے اور فریدی صاحب تاپ کر رہا جائیں۔ بس پھر اُس نے اپنے چہرے پر حمافت طاری کر لی۔
”م..... میں.... دار الحکومت سے آیا ہوں..... تھی ہاں۔“

”تشریف رکھئے.... آپ کو دیکھ کر نہ جانے کیوں دل بے اختیار آپ کی طرف کھینچنے کا تھا۔
میں نے نیجر سے کہا کہ آپ کو میری طرف سے تھوڑی سی تکلیف دے۔“
”گمراہوں نے تو مجھے کوئی تکلیف نہیں دی۔ بہت اچھے آدمی ہیں۔“

”آپ کا اسم شریف۔“
”بالکل شریف۔ آپ کو اصلی نام بتا رہا ہوں ورنہ ہوٹل کے رجسٹر میں تو ماجد حیدر
لکھوایا ہے۔ بات یہ ہے کہ مجھے نام سے نفرت ہے۔ بھلا بتائیے کوئی بات ہوئی، بالکل شریف۔....
غایا جائیں والدین سے بچائے۔ یہ نام دراصل ایک نجومی نام و ضع کیا تھا۔... چونکہ میرے والدین
کی کوئی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی اس لئے ان نجومی صاحب نے فرمایا کہ اس بار پچھے پیدا ہوتے ہی
وقت تاریخ اور دن توثیق کر لیتا۔ جیسیں اُسکی مناسبت سے نام رکھ دوں گا پچھے زندہ رہے گا۔... لہذا
میں اس عمر میں بھی بالکل شریف ہوں ابھی حال ہی میں شادی ہوئی ہے۔... سوچا گھوم پھر آئیں۔
”کیا مشغله ہے آپ کا۔!“

”فی الحال تو کچھ بھی نہیں۔... والد صاحب کہتے ہیں کہ میں بالکل ناکارہ ہوں۔ اس لئے مجھے
شام کی یا افسانہ نگاری کرنا چاہئے۔... اُن کے کار و بار میں ہاتھ بٹانے کے لاائق نہیں۔“
”کیا کار و بار ہے۔“

”کہا جاتے ہیں۔!“
”میں نہیں سمجھا۔“
”کہا کے کامل ہے۔“
”کوئی۔... میں سمجھا تھا شائد۔...؟“ دیوان مسکرا لیا۔
”میں۔... اچھا تو پھر اب اجازت دیجئے۔ میری بیوی اکیلے ذریعی ہو گی۔“
”انہیں بھی میں لے آئیے۔... بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ آپ دونوں میرے ساتھ محل

نام سے پول ہو تو بات بھی ہے۔ یہاں تو میں جوں میں تیل نکلارتا ہے۔“
”بال کی کھال نکالنے سے کیا فائدہ ڈار لگ۔... بس آنکھیں بند کر کے عیش کے ہا
تم سے شکست ہے کہ تم نے کھانے سے قبل مجھے پلاٹی نہیں۔“
”خدا کی پناہ۔... تم پیتی ہو۔“
”کیوں۔?“
”شرابی عورتیں مجھے اچھی نہیں لگتیں۔!“
”اور خود پورے پورے بیرون صاف کر جاتے ہو گے۔“
”میں نہیں پیتا۔“
”بکوس ہے۔... تمہاری آنکھیں بتاتی ہیں۔“
”ماضی کی چغلی کھاری ہوں گی۔ کبھی بہت پیتا تھا۔ جب سے فوج چھوٹی۔... سولین ہا
سولن بھی چھوٹ گئی۔“
”الفاظ سے کھلتے ہو۔“ وہ آنکھیں بند کر کے مسکرائی۔
”یہ زندگی الفاظ ہی کا توکیل ہے۔“
”فلسفی بھی ہو۔“ سیما پہننے لگی۔

انتہے میں ہوٹل کا نیجر یوکھلایا ہوا ان کی طرف آیا۔
”محج۔... جناب۔...!“ وہ ہمپتا ہوا بولا۔ ”دیوان صاحب نے آپ کو سلام بولا ہے۔“
”واعلیکم السلام۔“ حید نے بڑے خلوص سے کہا۔ ”میری طرف سے دعا بھی کہہ دیا
”محج۔... جناب اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے آپ کو بکالایا ہے۔“
”کہاں میں۔“
”تھی میرے آفس میں تشریف رکھتے ہیں۔“
”چلے۔!“ حید طویل سانس لے کر اٹھتا ہوا بولا اور سیما سے کہا۔ ”تم یہیں بیٹھو۔“
وہ نیجر کے آفس میں آیا اور دیوان نے باقاعدہ کرسی سے اٹھ کر اُس کا استقبال کیا۔
عمر کا ایک تند رست و توانا آدمی تھا۔ شادک بھی مٹھی میں بھی رہا ہو۔ انداز یہی کہہ رہے
آنکھوں سے مکاری اور کینہ تو زی بھی جھلکتی تھی۔

بلد نمبر 29

میں چلتے..... نہ جانے کیوں آپ سے مل کر ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے بہت پرانی ملاقاتات ہو،
”ہمیں ہی ہی ہی....!“ حمید نے احقانہ انداز میں دانت نکال دیئے پھر بولا۔ ”میں ذرا بیگم
پوچھ لوں۔“

”ضرور.... ضرور.... ہم یہی چاہتے ہیں کہ ہماری ریاست میں آنے والے نور،
ہماری طرف سے اچھے خیالات لے کر جائیں۔ ہر ہائی فس نے اس کے لئے ایک الگ فنڈ ہے
بے.... میں اس ریاست کا پرائم منشی ہوں۔“

”آف فوہ.... نج جتاب۔“ حمید بوکھلا کر کھڑا ہو گیا اور جھک جھک کر سلام کرنے لگا۔ دیے...!
دیوان ہنسنے لگا.... بھر اٹھتا ہوا بولا۔ ”اب اجازت دیجئے۔“
دونوں نے گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور دیوان رخصت ہو گیا۔

”بھر سیما اور حمید پچھے در بعد کمرے میں واپس آگئے۔
”بیوی پر فضاح گھے ہے....!“ سیما نے کہل دیجئے افسوس ہے کہ پہلے کبھی یہاں کیوں نہیں آئی۔
”کتنے دن شہر سکو گی۔“

”جنئے دن چاہو....!“ وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔
پھر اُس نے لینے کی تیاری شروع کر دی۔

”میں ہمیں کوٹ اور بلاوز ہی میں سوتی ہوں.... سلپنگ سوٹ کی جھنجھٹ کون کرتا
ہے؟“ اُس نے ساری کے مل کھولتے ہوئے کہل دی۔
اور حمید دیوار پر گلی تصویر پر متوجہ ہو گیا۔ پھر کھکار کر بولا۔ ”ہاں عادت کی بات ہے۔ مجھے تو
کہوں پر نند نہیں آتی۔“

”سیما نے ڈبل بیڈ پر اچھتی سی نظر ڈال کر پوچھا۔ ”کیوں....؟“
”پتے نہیں کیوں....؟“ دیسے بچپن ہی سے زمین پر سونے کی عادت ہے۔

”سیما لاکو ویز انداز میں مسکرائی اور بستر پر لیٹ گئی۔ زمین پر قالین کا فرش تھا۔
حمدنے تکمیل اٹھا کر فرش پر ڈال دیا اور سیما جھنگلا کر بولی۔ ”کیا کہوں ہے۔“

”ہے تو کہوں ہی لیکن ہمارے نہ ہب میں نکاح بھی ضروری ہے۔“
”شش اپ....!“ سیما نے اچھل کر کروٹ بدی۔

”حمد فرش پر لیٹ چکا تھا.... تھوڑی دیر بعد اٹھ کر اُس نے روشنی گل کر دی.... جاگتا

میں چلتے.... نہ جانے کیوں آپ سے مل کر ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے بہت پرانی ملاقاتات ہو،
”ہمیں ہی ہی ہی....!“ حمید نے احقانہ انداز میں دانت نکال دیئے پھر بولا۔ ”میں ذرا بیگم
پوچھ لوں۔“

”ضرور.... ضرور.... ہم یہی چاہتے ہیں کہ ہماری ریاست میں آنے والے نور،
ہماری طرف سے اچھے خیالات لے کر جائیں۔ ہر ہائی فس نے اس کے لئے ایک الگ فنڈ ہے
بے.... میں اس ریاست کا پرائم منشی ہوں۔“

”آف فوہ.... نج جتاب۔“ حمید بوکھلا کر کھڑا ہو گیا اور جھک جھک کر سلام کرنے لگا۔ دیے...!
بھی اٹھا اور اس کا شانہ تھپٹھپاتا ہوا بولا۔ ”نہیں نہیں.... اس کی ضرورت نہیں.... جائیے
صاحبہ سے پوچھ آئیے.... میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ محل ہی میں رات گزاریں۔“

”حمید سرپت دوڑتا ہوا سیما کے پاس آیا.... اور بوکھلانے ہوئے لبجھ میں بولا۔ ”چلو....
مزہ آگیا.... ریاست کے دیوان نہ جانے کیوں مجھ پر مہربان ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں چل کر
میں رہو۔ بیگم صاحبہ سے بھی مشورہ کرلو۔“

”تو پھر....؟“
”میرا خیال ہے کہ وہاں بڑے آرام سے رہیں گے۔“

”تم احقاق ہو کیا....؟“ سیما جھنگلا گئی۔
”بالکل....!“ حمید نے بڑے خلوص سے کہا۔ ”بیوی مکمل ہی نہیں ہوتی جب تک شوہ
ا الحق نہ سمجھنا شروع کر دے۔ یہ ایک آفاتی حقیقت ہے۔ ملٹن کو زندگی بھراں کا گہر امداد میں
اُس کی بیوی اُس کے سے جیسکس آدمی کو بالکل چند سمجھتی ہے۔ نائسوائے کی بیوی اُسے اس تا
بھی نہیں سمجھتی تھی کہ وہ کسی معزز آدمی سے گفتگو بھی کر سکے اور ٹامس کار لائل....!“

”بب.... بب....!“ سیما میز پر ہاتھ مار کر بولی۔ ”میں یہاں سے کہیں نہ جاؤں گی۔
نہیں جانتے یہ ریاستوں والے بڑے سور ہوتے ہیں۔“

”اچھا میں جا کر معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ وہ بھی بڑا سور ہے یا نہیں۔“

”بیٹھو....!“ سیما میز پر ہاتھ مار کر بولی۔ ”خواہ مخواہ بورن کرو۔“

”انکار.... تو کر آؤ۔“

رہا.... سیما شاکن سفر کی تکان کی وجہ سے معمول کے خلاف جلد سوچنی تھی.... کمرے میں تو
کی تکنگ گونجتی رہی.... دفتار حید نے سیما کی جمع سنی اور اچھل پڑا۔

ریا اور بھی نکل آیا۔ ویژوں کے قدم رک گئے اور غیر فرش ہی پر پڑا رہ گیا۔
”بناو... میری بیوی کہاں ہے۔“ حید غایا۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ ویژوں نے اپنے ہاتھ اٹھا دیئے تھے۔ حید نے پھر گرج کر استفسار کیا۔
”ہم کچھ نہیں جانتے جتاب...!“ غیر فرش پر پڑا ہوا گزگزایا۔

”تم جانتے ہو... کوئی اندر ہیرے میں میری بیوی کو اٹھائے گیا۔ میں سوچ آف کر کے
اندر ہرا کر دیا گیا تھا.... اور تم اس وقت اندر ہرے میں یہاں کیا کر رہے تھے اٹھو... سیدھے
کمزے ہو جاؤ اور ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو۔“

اس نے چپ چاپ تعییں کی۔ چہرہ خوف نے بگاڑ دیا تھا۔ ویژوں کی حالت بھی اچھی نہیں تھی۔
”وہ کہاں لے جائی گئی ہے۔“ حید سانپ کی طرح پھٹکا را۔
کوئی کچھ نہ بولا۔ دفعتاً حید نے ریا اور الہا تھ زینے کی طرف گھما کر کہا۔ ”چلو تم سب اپر
چلو میرے کر رے میں۔“

انہیں اپر لا کر ایک لائن میں کھڑے ہو جانے کا حکم دیا اور پھر غیر سے بولا۔ ”تم ان دونوں
کے ہاتھ اور بیڈ پاندھ دو...!“

اس نے پھر پھر شروع کی لیکن جب حید نے ٹریگر دیا دینے کی دھمکی دی تو آمادہ ہو گیا۔
اپنے اور سیما کے سلپنگ گاؤنوں کی ڈوریوں سے ان کے ہاتھ پشت پر بندھوائے اور دھکے
دے کر انہیں فرش پر گرا دیا۔ اب اس نے دروازے کی چھپی چڑھائی اور ریا اور جیب میں رکھ
کر غیر کی طرف بڑھا۔

”بناو... وہ کہاں ہے۔“ اس نے اس کا گریبان پکڑ کر جھکا دیتے ہوئے پوچھا۔

”وو... دیکھئے بچ جتاب... آپ حد سے بڑھ رہے ہیں۔ یہ نزدیکی سٹیٹ ہے۔“

”میں جانتا ہوں۔“ حید نے کہہ کر ایک گھونسہ اُس کی ٹھوڑی پر جزو دیا۔

وہ اچھل کر دور جا پڑا۔ حید سمجھا تھا کہ وہ دوبارہ اٹھ کر اُس پر چڑھ دوڑے گا۔ ... لیکن
ایسا نہ ہوا۔ ... وہ اس طرح بے حصہ حرکت ہو گیا تھا جیسے بیویوں ہو گیا۔

حید آگے بڑھا اور جھک کر اُس کے پھرے کا جائزہ لینے لگا۔ غیر کے ہونٹ ہلے اور اس نے
کروٹی کی ”مجھے اسی طرح پاہر کھینچ لے جائیے۔ ... میں بتا دوں گا یہ دونوں ویژوں اُسی کے آدمی ہیں۔“

آخری جدوجہد

”کون ہے.... خبردار...!“ حید دھاڑا اور لیٹے ہی لیٹے تیزی سے سوچ بورڈ کی
ریک گیا۔ ... لیکن لا حاصل، سوچ آن کرنے پر بلبل روشن ہی نہ ہوا۔ ... غالباً میں سوچ
کر دیا گیا تھا۔

”سیما...!“ اُس نے بلند آواز میں پکارا۔ ... لیکن صرف جدوجہد کی آوازیں اندر ہی
گو نجتی رہیں۔ شائد اُس کامنہ دبادیا گیا تھا۔

”خبردار...! گولی مار دوں گا۔“ حید نے پھر لکاڑا اور مسہری کی طرف ریکنے لگا۔
لیکن اب تو دھیگا مشت کی آوازیں بھی نہیں آرہی تھیں.... مسہری کے قریب پہنچا
نے پی پر ہاتھ رکھ دیا۔ ... دوسرے ہی لمحے میں معلوم ہوا کہ مسہری خالی ہے۔
وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پتلون اور جیکٹ اُس نے اپنے سرہانے ہی ڈال تھی۔ جلدی
سلپنگ سوٹ اتار کر پتلون اور جیکٹ پہنچی اور ریا اور سنجاتا ہوا (جو سکتے کے نیچے ہی اڑا
کاریڈور میں نکل آیا۔

یہاں بھی اندر ہرا ہی تھا۔ شاک پورے ہو ٹل کا میں سوچ آف کر دیا گیا تھا۔ کہا
کرے کے روشنداں میں بھی روشنی نہیں دکھائی دے رہی تھی۔

وہ تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا اور اندر ہیرے کی پرواہ کئے بغیر آندھی اور طوفان کی
زینے طے کئے اور نیچے پہنچتے ہی کسی سے بُری طرح ٹکرایا کہ دونوں اپر تلے فرش پر ڈھیر
حید نے گرنے سے پہلے اُس پر اپنی گرفت مغضوب کر لی تھی۔ وہ جدوجہد کر رہا تھا کہ اُس
سے آزاد ہو جائے.... آخر اُس نے بعض لوگوں کے نام لے لے کر انہیں پکارنا شروع کر دیا
پھر ہال روشن ہو گیا اور دو ویژ حید کو اپنی طرف پکتے ہوئے نظر آئے.... اُس کا
میں ہو ٹل کا غیر تھا۔ حید نے اُسے دھکا دیا اور وہ دور جا گرا۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے میں

”لیکن حمید کو تدویان نے دعوت دی تھی۔“ فریدی نے کہا۔
”نیجر کا بیان ہے کہ سیما کو اٹھالے جانے والا وہی نقاب پوش تھا جو پہلے بھی اکثر اُسی ہوٹل
میں اس حرم کی حرکتیں کر چکا تھا۔“

فریدی پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کہ اُس سے کچھ پوچھنے کے لئے بے
ہب ہو۔ کتنی بار ایسا ہوا کہ اُس نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹوں کو جبٹش دی لیکن پھر خاموش رہ گئی۔
وفتنہ فریدی نے اُس کی طرف دیکھ کر کہا۔ ” غالباً تم میری تک دو کے بارے میں پوچھنا
چاہتی ہو..... میں نے زبردست دھوکا کھایا اور وہ لوگ شیلا کو پھر لے اڑے۔“

”پھر لے اڑے....؟“ کلارا تقریباً چیخ پڑی۔
”ہاں....!“ فریدی نے طویل سانس لی۔ ”تم اگر میرے سر کے پچھلے حصے کو منول سکو تو
نہیں ایک چھوٹا سا سر اور ملے گا۔“
”میں نہیں سمجھی۔“

”وہ نامعلوم آدمی ہماری نقل و حرکت کی گمراہی کرتا رہا تھا۔ میں نے مندر والے باغ میں
لکھا جگہ ٹھہر کر اُس پر نظر رکھنے کی کوشش کی تھی، جو میری دانست میں محفوظ ترین تھی....
لیکن....!“ فریدی خاموش ہو گیا اور کلارا استفہامیہ انداز میں اُس کے چہرے پر نظر جائے رہی۔
”اور پھر....!“ فریدی کچھ دیر بعد بولا۔ ”میں نہیں کہہ سکتا کہ اُس نے کس جانب سے حملہ
کیا اُس کے پچھلے حصے پر کوئی وزنی چیز مار گئی تھی.... اور میں بیویوں ہو گیا تھا لیکن اب مجھے تو قع
ہے کہ وہ جلد ہی ہاتھ آجائے گا۔“
”کس طرح....!“

”پھر کوئی حادثہ کر بیٹھے گا....؟ اور بس....!“ اُس نے کہا اور بجھا ہوا سکار سلکا نے لگا۔
”حادثہ سے کیا سراہ ہے آپ کی....!“

”میں ان مجرموں کو احمق ہی سمجھتا ہوں، جو پولیس کو مر عوب کرنے کی کوشش کریں وہ
میرے سر پر کوئی وزنی چیز مار کر بیویوں کرنے کی بجائے کسی بے آواز روی الور سے میرا خاتمه بھی
کر سکتا تھا.... اسے حادثہ نہیں تو اور کیا کہیں گے؟“
کلارا کچھ نہ بولی۔ وہ بھی کسی سوچ میں گم ہو گئی تھی۔ فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ”حمید کو مطلع کرو
کلارا کچھ نہ بولی۔ وہ بھی کسی سوچ میں گم ہو گئی تھی۔ فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ”Hamid کو مطلع کرو
ذاکر ذات پھر تاہے۔“

”حمید نے اُس کے بعد بھی اُسے آوازیں دیں، بلایا جلایا اور بغلوں میں ہاتھ دے کر اُر
دھڑ سے اٹھائے ہوئے کوریڈور میں گھیٹ لے آیا۔

”ٹکریہ جتاب....!“ نیجر سید حاکڑا ہوتا ہوا آہستہ سے بولا۔ ”یہ بڑی دلہیات
ہے.... باہر کے شرفاء خواتین کو یہاں کبھی ساتھ نہیں لاتے۔ آئیے میرے ساتھ لیکن ٹھہر
پہلے اس کر کے مقفل کر دیجئے تاکہ وہ سور کے پنج بیکل بندر ہیں۔ اُسی حرام نڈے کے گرگے ہیں
۔ کرہ مقفل کر کے حمید نیجر کے کر کے میں آیا اور مستقر انہ نظروں سے اُسے دیکھنے لگا۔
نیجر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”ترشیف رکھئے جتاب... اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو
جتاب.... بیگم صاحبہ دو تین دن بعد واپس آ جائیں گی.... اُن کی جان کو خطرہ نہیں۔“

”کیا کبواس ہے۔“ حمید غرایا۔ ”مجھے بتاؤ کون لے گیا ہے۔“
”اُسی صورت میں تو آپ دونوں ہی کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔“
”میں کہتا ہوں بتاؤ.... وہ کون تھا۔“

”یہ تو میں نہیں جانتا کہ.... وہ کون تھا... کیونکہ نقاب پوش تھا۔ ویسے مجھے یقین ہے
بیگم صاحبہ راج محل میں تشریف فرمائوں گی۔“
”کیوں....؟ وہ نقاب پوش....؟“

”جی ہاں.... وہ نقاب پوش.... اسیٹ میں خاصی شہرت رکھتا ہے.... کوئی نہیں جانتا
وہ کون ہے.... حالانکہ سب جانتے ہیں کہ اے۔ ذی۔ کی پر مود کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔“

”اے ذی کی.... پر مود....!“ فریدی تسلکران انداز میں بڑیا۔ ... اور پھر کسی سوچ نہ
گم ہو گیا۔ انگلیوں میں دبا ہوا سکار کبھی کا بجھ چکا تھا۔ اُس نے کلارا کی زبانی نزدیک اسیٹ و
سر گذشت سن تھی۔

کچھ دیر بعد اُس نے کلارا کی طرف دیکھا اور اُس کے بائیں شانے پر نظر جائے ہوئے بولا
”تو ہاں کے لوگوں کا عام طور پر بھی خیال ہے کہ ساری حرکتیں پر مود کی ہیں۔“
”عام طور پر بھی خیال ہے کہ نقاب پوش پر مود ہی ہے جو ہر ہائی نس کے لئے اس طرح
ذاکر ذات پھر تاہے۔“

فریدی اسے آفس میں چھوڑ کر یونیورسٹی کی جانب روانہ ہو گیا۔
کور سنتوش سے ملا تھا.... لیکن یہ ملاقات جلدی ہو سکی۔ کیونکہ کور سنتوش کلاس لے رہا تھا۔
فریدی اس کے ریٹائرمنٹ روم میں منتظر رہا.... کور سنتوش اسے دیکھتے ہی کھل اٹھا.... اور
بڑی تیزی سے صافا نہ کرنے پڑا۔ انداز تو ایسا تھا جیسے معاشرہ نک کر بیٹھے گا.... لیکن فریدی کی
سردی مسکراہٹ نے سارا جوش ٹھینڈا کر دیا۔

اور وہ جھینپھی ہوئے انداز میں مسکراہتا ہوا بولا۔ ”تشریف رکھنے جناب۔ مجھے اس کی اطلاع ملی
ہے کہ شیوا اپس آگئی.... کیا یہ درست ہے۔“

”جی ہاں بھی درست تھی یہ بات.... لیکن اب مجھے پھر اس کی تلاش ہے۔“

کور نے اس پر حیرت کے انہاد کے ساتھ ہی ساتھ استفسار بھی کیا۔ ”میں نہیں سمجھا کیا
بات ہے۔“

فریدی نے اسے شیلا کی گلو خلاصی کی کہانی سنائی لیکن وہی جو شیلانے پہلے سنائی تھی۔ یعنی کسی
فرید کنندہ کے پنجے سے رہائی والی داستان.... لیکن دوسری بار غائب ہو جانے کی تفصیل سے گزیر
کیا۔ اس اتنا ہی بتایا تھا کہ وہ پھر غائب ہو گئی ہے۔
”یہ تو بہت بُری خبر ہے۔“

”در اصل اس وقت تکلیف دہی کی وجہ یہ ہے کہ میں ہر ہائی نس کے اے۔ ذی۔ سی پر مود
کے بارے میں کچھ معلومات بہم پہنچانا چاہتا ہوں۔“

”اوہو.... تو اس تک آپ کا خیال بھی جا پہنچا....؟“

”قدرتی بات ہے جناب!“ فریدی نے آہتہ سے کہا۔ ”اٹیٹیٹ میں بھی وہ کافی بدنام ہے۔
کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ کا اور کوٹ اسی نے استعمال کیا ہو۔“

کور سنتوش کی سوچ میں پڑ گیا پھر بولا۔ ”ممکن ہے.... میرا خیال ہے کہ وہ میرا ہی ایسا جسم
رکھتا ہے۔ قدم بھی تقریباً یہاں ہے.... لیکن وہ اتنا بُرما آدمی نہیں ہو سکتا جی ہاں۔ یہ بھی درست
ہے کہ وہ اٹیٹیٹ میں بہت بدنام ہے۔ لیکن جہاں تک اس کے خلاف ثبوت بہم پہنچانے کا سوال
ہے آج تک کوئی بھی اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ میرا خیال ہے کہ نقاب پوش کو بے نقاب کئے
لئے یہ معمر کسی طرح حل ہی نہ ہو سکے گا۔“

کہ وہ اُسی ہوٹ میں قائم پذیر ہے.... اور دیوان سے مدد کی درخواست کرے۔“

”وہ پہلے ہی کرچکا ہے.... دیوان نے چھوٹتے ہی کہا تھا کہ اُس نے پچھلی رات ان
دعوت رک کے غلطی کی تھی اور اُس نے کہا کہ وہ خود اُس نقاب پوش سے مجھ آگیا ہے۔ اُس
کی ساری عورتیں اُس کی وجہ سے پردہ نہیں ہو گئی ہیں۔ گرلاز اسکو اور کالجوں میں قفل پڑ
ہیں۔ ریاست کے لوگ سمجھتے ہیں کہ اس طرح ہر ہائی نس کے لئے لوزیاں فراہم کی جائیں۔ لیکن
قطیعی غلط ہے.... کیونکہ تمہاری بیوی کے اغوا کا جو وقت بتایا جاتا ہے اُس کے مطابق تو پہ
میرے ساتھ برج کھیل رہا تھا۔“

”ہوں....؟“ فریدی نے ایک طویل سانس لی اور کلارا فور آئی بولی۔ ”ہاں یہ تو بتائے
پر مندرجہ پر اس واقع کا کیا رد عمل ہوا ہے۔“

”اُوہ.... وہ تو کہہ رہے ہیں کہ اگرچو میں گھنٹوں کے اندر اندر شیلا دوبارہ نہ ملی تو وہ مجھے
صرف برخواست کر دیں گے بلکہ مجھے مزید پریشانیوں کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔“

”پھر آپ کیا کریں گے؟“ کلارا نے بوکھلائے ہوئے لجھے میں پوچھا۔

”پچھے بھی نہیں! سب جانتے ہیں کہ میں تنخواہ کے لئے اس مکھے میں نہیں آیا۔ حقیقی تنخواہ کا
یہاں ملتی ہے اُس سے کہیں زیادہ میرے مختلف اواروں کے مخبر مجھ سے وصول کر لیتے ہیں۔“

”دل... لیکن... ملکہ آپ کے بغیر بے جان ہو جائے گا.... اسکر....!“

”دیکھا جائے گا.... اچھا باب اجازت دو....!“
کلارا بھی اُس کے ساتھ ہی باہر آئی اور فریدی نے کہا۔ ”چلو تمہیں دفتر میں چھوڑنا ہے۔
یونیورسٹی چلا جاؤں گا۔“

اُس نے کلارا کے لئے کارکی پچھلی نشست کا دروازہ کھولا اور کلارا کے چہرے پر مایوسی کا
جملکیاں نظر آئیں.... لیکن وہ کچھ کہے بغیر پچھلی ہی نشست پر بیٹھ گئی۔

دفتر میں عام طور پر مشہور تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح فریدی کو شادی پر آمادہ ہی کر لے گا۔
اگر فریدی نے منظور نہ کیا تو وہ نہ صرف تارک الدنیا ہو جائے گی بلکہ عیسائیت سے منہ موز کر کر
سادھو کی چیلی بن جائے گی۔

اپ کہاں رہتا ہے۔“

”اب تو وہ.... مگر نہیں.... شاہد میں بھوتا ہوں.... ذرا ٹھہریے۔“ اُس نے میز پر کی ہوئی ہمٹتی بجا لی۔ اردوی کر سے میں داخل ہوں۔“ خود ادار سمجھ رکھنے کو بلاؤ۔“ انجارج نے اُس سے کہا اور فریدی سے بولا۔“ یہ گورنمنٹ اے کا سب سے پرانا آدمی ہے۔ غالباً اُسی وقت کا جب مدد بھائی تینیں پر نشان ہی کے علاقے رہتا تھا۔“

گورنمنٹ نے اُس مکان کی نشاندہی کی اور بولا۔“ اب تو اُس کا بہت بڑا کاروبار ہے جناب۔“ یہ اُس کا شاک بھی اُسی مکان میں رہتا تھا۔“

”جی ہاں جناب....!“ گورنمنٹ نے کہا۔“ میں نے دیکھے ہیں وہ تہہ خانے جیسا ہر ارادہ رکون اور یہ لوں کا اشتاک رہتا تھا۔ شراب کا اسمبلر بھی تھا جناب۔“

”میا وہ تہہ خانہ کسی قسم کے میکنزم پر کام کرتے ہیں۔“

”جی ہاں.... سارا بھلی کا کھیل ہے.... ایک بار تاروں میں کچھ ٹڑپہ ہو گئی تو اور تہہ خانے پر درہ دن سک نہیں کھلن سکتے تھے۔ مدد بھائی کی دو دکان ویران ہو گئی تھی۔“

”ہوں اچھا....!“ فریدی اٹھتا ہوا بولا۔“ اُس پوچھ گچھ کا تذکرہ کسی سے نہ آنے پائے۔“

پھر انجارج نے بھی گورنمنٹ کو اسی کی تاکید کر دی۔

فریدی دفتر میں آیا۔ کلا رائی کی کرسی پر براہمن تھی۔ فریدی کو دیکھ کر اُس نے اٹھنا چاہا۔ لیکن فریدی ہاتھ خاکر بولا۔“ بیٹھی رہو.... بیٹھی رہو۔“

وہ دوسری میز کے کونے پر نیک گیا اور جیب سے سگار نکال کر اُس کا سر توڑنے لگا۔“ کیا ہاں یونیورسٹی میں۔“ کلا رانے پوچھا۔

کنور سنلوش سے پرمود کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں، جو کوئی خاص نہیں۔ وہ بھی سمجھا کہتا ہے کہ ایشیت کے لوگ خواہ خواہ پرمود کی طرف سے بد گمان ہیں وہ اس حد تک نہیں پا سکتا اور بزرگی نہیں بھی اس قسم کی حرکت نہیں کر سکتے۔ کوئی اور ہی ہے، جو اپنے جرائم ان لوگوں کے سر تھوڑے کی کوشش کر رہا ہے.... تم ذرا ذرا یکثیری میں مدد بھائی واٹن ڈیلر کے میں فون نمبر تو دیکھ ل۔“

”آپ کا خیال بالکل درست ہے۔“ فریدی اُسے ٹھوٹنے والی نظر وہی سے دیکھتا ہوا بولا۔

”کیا وہ اس طرح آپ کا کوٹ استعمال کر سکتا ہے کہ آپ کو پتہ ہی نہ چل سکے۔“

”جی ہاں.... ممکن ہے کیونکہ وہ محل کے ہر حصے میں بیاروک ٹوک جاسکتا ہے اور کوٹ کے متعلق میں پہلے ہی بتاچکا ہوں کہ اُس رات وہ میرے پاس نہیں تھا۔“

”کیا وہ ایسی کاریں بھی استعمال کر سکتا ہے جن پر ایشیت کے جھٹٹے لگے ہوں۔“

”ایسی ساری کاریں اُس کے استعمال میں رہتی ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہر ہائی اس کو اس زیادہ اعتناد ہے۔“

”اچھا دیوان کے متعلق کیا خیال ہے۔“

”نہ بہت اچھا نہ بہت بُرا۔ عیاش ضرور ہے لیکن اس حد تک بھی نہیں کہ ایشیت کی کے در پے ہو جائے۔“

”اچھا باب اجازت دیجئے۔“ فریدی مصروف کیلئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ آپ کا کافی وقت برداشت کیجئے! میں شیلا کے لئے بہت پریشان ہوں کیونکہ وہ بہت نیک لڑکی ہے۔

”جی نہیں.... قطعی نہیں.... مجھے افسوس ہے کہ ابھی تک آپ کے کسی کام نہ لیکن کیجئے! میں شیلا کے لئے بہت پریشان ہوں کیونکہ وہ بہت نیک لڑکی ہے۔“

”شریف.... میں اُسے صرف اسی ایک لکھ نظر سے نہیں دیکھتا جس کے لئے وہ بدنام ہے۔ خوبیوں کی مالک ہے جناب۔“

”ویکھے....!“ فریدی نے طویل سانس لی، ”جو کچھ بن پڑ رہا ہے کر رہا ہوں.... آ۔ کی مرضی۔“

یونیورسٹی سے وہ پر نشان کے تھانے میں آیا اور انجارج کو اُس کے کوارٹر سے بلوک ارڈر تک اور ہر اور ہر کی باتیں کرتا رہا پھر بولا۔“ سیٹھ مدد بھائی تو شاید آپ ہی کے علاوہ کہیں رہتا ہے۔“

”پرانی بات ہوئی.... ساہے جس زبانے میں ہیں تھا، تھانے والوں کی باقاعدہ تنخوا رکھی تھیں اور تنخواہیں اصل تنخوا ہوں سے پانچ گناہ زیادہ ہوتی تھیں۔“

”شراب ہی کا تاجر تھا....!“ فریدی نے پوچھا۔

”جی ہاں.... تھا نہیں بلکہ اب بھی ہے۔“

یہ مدد بھائی کہاں سے آکووا...!“ کلارا بے اعتباری سے مسکرائی۔

”ڈیکھو تو... تم...!“ فریدی نے خنک لبھے میں کہا۔

کلارا اڑاڑیکیٹری کے اوراق اللئے لگی۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولی۔ ”تمری ایسٹ نٹ ٹو سکر فریدی نے فون پر نمبر ڈائل کئے اور رسیور میں بولا۔ ”مدد بھائی... ہوں...!“
بلائے...! شکریہ۔“

ور رسیور کو کان سے لگائے خلاء میں گھوڑا تارہ۔ پھر کچھ دیر بعد بولا۔ ”میں اسپنٹر فریدا

رمہا ہوں۔ اوہ ہو...! گھبرا نکلی کوئی بات نہیں مدد بھائی۔ میں تم سے تمہارے پر نسلن

مکان کے مغلق کچھ پوچھنا چاہتا ہوں... کرایہ پاٹھادیا...! مگر کس کے ہاتھ۔ جو اہوتا

نے آخر پولیس کو کیوں نہیں مطلع کیا...! اوہ ہنتر... وہی تو نہیں جس کے چہرے پر چود

بیٹھا ہے...! اوہ... اچھا... اچھا... ہاں... اچھا یکھو...! تہہ خانے میں کہیں زہرہ

بجس سمجھی ہے سنگ مرمر کا...! بہت اچھا مدد بھائی شکریہ۔ نہیں مجھ سے ملنے کی ضرورت

کوئی خاص بات نہیں...! ویسے تم اس گھنٹو کے مغلق کسی سے کچھ نہ کہنا...! شکریہ۔“

فریدی رسیور رکھ کر کلارا کی طرف مڑا۔ اس کے ہنٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی

”کمام بن...! ... تقدیق ہو گئی۔“ اس نے کہا۔ ”آن تہہ خانوں کا سراغ مل گیا جا

اب بھی مل سکے۔“

”کہاں کس طرح...!“

”شیلا سے میں نے تہہ خانوں کی ساخت کے بارے میں پوچھا تھا اور اندازہ لگایا تھا
شراب محفوظ رکھنے کے گودام ہی ہو سکتے ہیں۔ شیلانے زہرہ کے مجھے کا بھی تذکرہ کیا تھا
سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہاں وہ مجسمہ کیوں نصب تھا۔ خیال آیا کہ پر نسلن کے علاقے ہی
مدد بھائی رہتا ہے جس کے زیر زمین گوداموں کی ایک بار ٹلاشی لی گئی تھی۔ لہذا اسے بھی ر
لینا چاہئے۔“

فریدی نے خاموش ہو کر سچارا سلکایا اور پھر بقیہ داستان بھی دہرا دی۔

”آپ محض اپنی یادداشت کی بناء پر دوسروں پر سبقت لے جاتے ہیں۔ مسٹر فریدی
نے اسے حسین آمیر نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔“

”لیکن بہت زیادہ محتاط ہو کر کام کرنا پڑے گا...! کیونکہ وہ لوگ بہت محتاط ہیں میرا خیال ہے
ہم لوگوں کی نگرانی باقاعدہ طور پر ہو رہی ہے۔“

پھر وہ اس کے بعد ہی انتظامات میں مشغول ہو گیا تھا۔ ٹھیک نوبجے رات کو پانچ ایسے ٹرکوں کا
فہرہ پر نسلن کے تھانے کے قریب نظر آیا جس پر مزدور لدے ہوئے تھے اور ٹرکوں پر لکھا ہوا
”لیں ڈبیو ڈی۔“ اور وہ ٹرک اُسی لگلی سے گذرتے چلے گئے جسے حسین مدد بھائی کی کوئی تھی تھی۔



نchap پوش ہنتر سے کہہ رہا تھا۔ ”فریدی بڑی طرح چکر لایا ہوا ہے؟“

”میں ٹکر مند ہوں بس...!“ ہنتر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”جب وہ چکر لایا ہوا نظر آئے
میں سمجھنا چاہئے کہ وہ منزل مقصود کے قریب پہنچ چکا ہے اور کسی وقت بھی بے خبری میں دبوچ
بیٹھا گا۔“

”ناممکن...! اس کی ہر لمحہ نقل و حرکت کی خبری مجھے مل رہی ہیں۔ تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔“

”میں پھر کہوں گا بس کہ آپ نے مندرجہ باغ میں ہبھریں موقع کھو دیا...! ہا ہجھ آئے
وئے ٹکار کا غاتمہ نہ کر سکے۔“

”میں اسے سبق دینا چاہتا ہوں۔“ نchap پوش نے نہیں کہا۔

”میں مطمئن نہیں ہوں بس...!“ ہنتر کچھ سوچتا ہوا بڑا بڑا۔ ”صح سے آنکھ پھرک رہی ہے۔“

”ش! اپ...!“ نchap پوش نے کہا اور جو ایلوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اس کا ریڈور
مل آیا جاہل تہہ خانے کا راستہ تھا۔

تہہ خانے میں اس وقت صرف شیلانی تھی اور اس کے پر ایسی سردی چھائی ہوئی تھی
جیسے برسوں کی بیمار ہو۔

”کیوں اپ نے کیا سوچا...!“ نchap پوش نے اسے مخاطب کیا۔

”خدا کے نئے مجھ پر رحم کرو...! میں قاہرہ نہیں جاؤں گی۔“

”تب تو...!“ نchap پوش غصیلی آدماں میں بولا۔ ”تم اپنے بہت بُرے حشر کے

ٹکرایا جاؤ...!“ محترمہ شیلانی اور اپس وقت تقریباً دو درجن آدمی موجود ہیں۔“

”رحم...! خدا کے لئے رحم...!“ وہ گزارتا ہوئی اس کے قدموں میں آرہی۔

ٹھیک اُسی وقت گھنٹی کی زور دار آواز تہہ خانے کی محدود فضا میں گو نجی اور نقاب پر پڑا۔ سامنے دیوار پر سرخ رنگ کا بلب روشن ہو گیا تھا۔

”اوہ....!“ وہ ایک جانب حصہ ہوا بولا۔ ”خبر میں تمہیں پھر مہلت دیتا ہوں۔“

آج اُس نے دوسرا کا ایک پش سوچ استعمال کیا تھا۔ دروازہ غمودار ہوا اور یہ اُس سے گزر کر آگے بڑھا دیوار پر پھر برابر ہو گئی۔

پچھے دیر بعد وہ عمارت کی پشت پر گلی میں کھڑا تھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایک آواز اُس کے کانوں سے ٹکرائی۔ ”خردار اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرتا۔“

نقاب پوش نے قریب ہی کھڑی ہوئی ایک جیپ میں چھلانگ لگائی۔ اور ایک فائر پھر جیسے ہی جیپ اشارت ہو کر آگے بڑھی۔ کئی فائر ہوئے۔

لیکن وہ نکلا ہی چلا گیا۔ اندر حاد ہند ڈرائیور کر رہا تھا۔ ابھی زیادہ رات نہیں گئی تھی۔

سرکوں پر لوگ چل پھر رہے تھے۔ کسی قدر شریک بھی تھا۔ لیکن وہ ان سب کی پ بغیر اڑا جا رہا تھا۔ کافی مشاق معلوم ہوتا تھا۔ ابھی تک کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئی تھی پھر وہ شہر سے باہر ہی نکل آیا۔ لیکن جیپ کی رفتار میں کی واقع نہ ہوئی۔

اُس نے مز کر دیکھا۔ دوسری کوئی موز سائیکل کا ہیڈ لیپ نظر آ رہا تھا۔ ایک سیلیپر پر بڑھ گیا۔

ٹر سائیکل کا ہیڈ لیپ پھر بھی نظر آتا رہا۔ اور اب تو جیپ کی تیز رفتار کے بھی نہ دیکھ ہوتی معلوم ہو رہی تھی۔ لیکن ریو اور کی رینچ سے باہر ہی تھی۔

کہاں بار نقاب پوش نے ریو اور کے دستے پر ہاتھ ڈالا۔ لیکن پھر کچھ سوچ کر اُسے استعمال نہیں پھر جیپ ایک کچے راستے پر موز دی گئی اور کچھ دور نکل آنے پر نقاب پوش نے پھر دیکھا۔ موز سائیکل اب بھی تعاقب کر رہی تھی۔

کچھ راستہ ختم ہوا۔ پھر کی سرک ملی۔ اور جیپ نے پھر فرانٹ بھرنے شروع کئے سائیکل اب بھی ریو اور کی رینچ سے باہر تھی۔ تعاقب کرنے والا۔ کافی چالاک معلوم۔

پھر کچھ دیر بعد جیپ نزد اسٹیٹ کی حدود میں داخل ہوئی۔ موز سائیکل اب بھی نہیں ہوئی تھی۔

پہاں سڑکیں سنان پڑی تھیں، اس لئے نقاب پوش اور بھی زیادہ بے خوف ہو کر ڈرائیور ہاگا۔ پہاں پھر اُس نے پیچھے مز کر دیکھا اور چلنا ہونٹ دنوں میں دبایا۔ موز سائیکل راب بھی رینچ سے باہر تھا۔

پھر جیپ مولات کی حدود میں بھی داخل ہو گئی۔

فریدی نے بھی موز سائیکل کی رفتار بڑھائی اور مولات کی حدود میں گستاخلا گیا۔ پھر ایک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے جیپ کی رفتار کم ہو رہی ہو۔ اُس نے بھی رفتار کم کی۔ خدا شکار باہپ سوار فائزہ کر پڑھی۔

پکھہ دوڑ چل کر جیپ رک ہی گئی اور کسی نے جیپ پر سے قد آدم باڑھ کی طرف چلا گئے گائی۔ فریدی نے بڑی بھرتی سے موز سائیکل روکی اور ریو اور سنجالے ہوئے ہمہ دی کی باڑھ کی چلن۔ کپاڈ ٹنڈ میں دور دور پر روشنی کے پول تھے۔ اس لئے اس حصے میں انہیں اسی تھا۔

دنخفا فریدی اچھل پڑا اور اچھٹے ہی نے جان بچالی ورنہ گولی جو ابھی کان کے پاس سے نکل گئی ثابت پیشانی ہی پر پڑھی۔

”اُذ من پر لیث گیا اور آہ سہ آہ سہ رینگتا ہوا ہمہ دی کی باڑھ کی طرف بڑھتا رہا۔ ویسے اُسے نہ شکار کے فائز کس جگہ سے ہوا ہے۔“

پھر اسکی آواز اُنی ہیسے کوئی اٹھ کر بھاگا ہو۔ اب تو فریدی کو بھی ہمہ دی کی باڑھ چلا گئی پڑی۔ اُدھر فائز کی آواز نے آس پاس کی عمارتوں کے لوگوں کو چوکنا کر دیا تھا۔ چاروں طرف سے میلانے لگی تھیں۔ اور کچھ لوگ تو ایک دوسرے کے نام لے لے کر پکار رہے تھے۔ پوچھ بھی کیا معاملہ ہے۔

فریدی فائز کرنے والے کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ دھنٹا ایک جگہ بھاگنے والا لاکھڑا۔ غالباً نہٹو کر کھائی تھی۔

اُس نے سنجھٹے کی کوش تو کی تھی لیکن پھر ڈھیر ہی ہو گیا۔ قبل اُس کے دوبارہ اٹھ سکتا ہی نہ کافی فاصلے سے اُس پر چھلانگ لگادی اور دوڑ لک ریگد تا چلا گیا۔

نقاب پوش کو شکر رہا تھا کہ کسی طرح اُس کی گرفت سے آزاد ہو جائے۔ فریدی کو نوع دشالا۔ لیکن فریدی کی فولادی گرفت سے نکل نہ سکا۔

ہرے.... آپ.... یعنی کر....!“
ہم میں ہوں۔ فریدی نہ کربولا۔ ”چلو پہچانا تو تم نے۔“
”ل..... لیکن یہ نقاب پہچان؟ اور آپ یہاں کہاں؟“
”یہ صرف نزد اسٹیٹ ہی نہیں بلکہ پورے ملک کادمن ہے۔“ فریدی نے کہا
”اڑے اچھا تو.... چلیں اسے دیوان صاحب کے سامنے اٹھوا لے چلیں۔“
”ہرگز نہیں.... ان کو بینیں لاو۔ میں ان گواہوں سے محروم ہوں پسند نہیں کروں گا
تکے سامنے میں نے اُسے ایک طویل جوہر کے بعد قابو میں کیا تھا۔ جنہوں نے مجھ پر کئے
نے والے فائز کی آواز سنی تھی.... جن کے سامنے یہی نقاب پوش کے قبضے سے ایک ایسا ریو اور
آد کروں گا جس سے کچھ دیر پہلے ہی کوئی چلاجاتی ہو۔ اور مشیر نامہ تیار کروں گا۔“
”یہ سب کچھ دیوان صاحب کے سامنے ہی ہو سکے گا۔۔۔ بھلا گواہ مخفف کیوں ہونے لگے؟“
”یہ نہ کہو ڈیڑھ۔“
”اڑے جتاب ہم سمجھیں جنک آئے ہوئے تھے اس بدجنت سے۔ دیوان صاحب تو کچھ
کے.... اسٹیٹ بدمام ہو رہی تھی اس کی بدولت.... عام طور پر لوگوں کا خیال تھا کہ یہ ہر
لائس ہی کا کوئی گرگاہے۔ اس طرح ہر ہائی نس کے لئے لڑکیاں فراہم کرتا ہے۔“
”اچھا اگر یہ بات حق ہی نہیں تو....!“
”ہرگز نہیں جتاب.... ہمارے ہر ہائی نس نہ پہلے کبھی ایسے تھے اور نہ اب ہیں۔ خیر اچھی
تھے میں دیوان صاحب کو اطلاع بھجوار ہاہوں۔“
پھر شائد اُس نے یہوش مجرم کی نقاب کشائی کا ارادہ کیا ہی تھا کہ فریدی بول پڑا۔ ”اُبھی
ٹھیک... اپنے دیوان صاحب کو آہی جانے دیجئے۔“
فریدی یہوش نقاب پوش کے پاس دوزانو بیٹھ کر اُس کے ہاتھوں میں ہلکی چھکڑیوں کا جوڑا
لائک لائک ہو داپنے ساتھ ہی لایا تھا۔
”ہاں جتاب.... یہ آپ کے سار جنث حید صاحب شادی کب کر بیٹھے۔ یہاں مقیم ہیں۔
اُن کا میان ہے کہ یہی نقاب پوش ان کی بیگم کو بھی لے گیا۔“
”جب سب ٹھیک ہو جائے گا....!“ فریدی نے کہا۔

”کون ہے.... کیا ہے۔“ آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ ساتھ ہی ہلکی ہی
بھی کبھی کبھی ان پر پڑ جاتی تھی۔ غالباً آنے والوں میں سے کسی کے ہاتھ میں پڑو میکس لیپ م
”آؤ.... آؤ....!“ فریدی نے جواب اچھ کر کہا۔ ”آج چور پکڑا گیا ہے۔“
”کون ہے کیا ہے۔“ پھر آوازیں آئیں۔
نقاب پوش و حشائش انداز میں فریدی کی کلاسیوں پر منہ مارنے کی کوشش کر رہا تھا۔
دفعاتا وہ دونوں پیڑو میکس کی روشنی میں آگئے۔
”اڑے کون ہے؟“ کوئی جیجا۔ ”اوہ ہو۔۔۔ نقاب پوش.... نقاب پوش....!“
پھر وہ دونوں گھیر لئے گئے۔
”جانے نہ پائے.... جانے نہ پائے۔“ مجھ چھپ رہا تھا۔
اٹھے میں فریدی نے اُسے قلعہ جنگ کے داؤں پر مارا اور وہ سر کے مل پیچے چلا آیا۔
”واہ.... وا.... دبوچ لے۔“ ہلکا بڑھتا گیا۔
فریدی نے محسوس کر لیا کہ نقاب پوش ڈھیلا پڑ رہا تھا۔ بس اُس نے کہنی سے اُس کا
کپٹی پر گھے لگانے شروع کر دیئے.... نقاب پوش ست ہوتا چلا گیا۔
یہ سب کچھ ہو رہا تھا لیکن مجھ میں سے کسی نے بھی آگے بڑھنے کی زحمت یا ہمت نہیں
نقاب پوش بالکل ہی بے سدد ہو گیا۔
اتقی دیر میں چاروں طرف نقاب پوش کا ہلکا ہو گیا تھا۔ لوگ ہر جانب سے امننا۔
 محل کے مسلح پھرہ دار بھی آگئے۔
نقاب پوش زمین پر چلت پڑا تھا.... اور فریدی قریب ہی کھڑا اس طرح ہاتھ جھاڑ رہا
کہنے والا ہو۔ ”چلو یہ بندل بھی اٹھاؤ۔“
”کیا یہ مر گیا....؟“ پھرہ داروں کے کمانڈر نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ وہ فریدی کا
دیکھ سکا تھا۔ کیونکہ خود اُس کی آنکھیں پیڑو میکس کی تیز روشنی کی زد پر تھیں اور فریدی کا
اندھیرے میں تھا۔
”غیب دوست....!“
”تم کون ہو....!“ اُس نے بھنا کر پوچھا اور فریدی روشنی میں آگیا۔

بنے ہھکڑیاں ڈالی ہیں.... کیوں رے دیوان صاحب.... تو خاموش کیوں ہے۔ اے یوں ہرام کے جتنے۔"

"دیوان کا چہرہ جرتوں کی آماج گاہ بننا ہوا تھا۔ اُس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "سر کار یہ چھوٹے سر کار ہی نقاب پوش تھے۔"

"چل ہٹ! حرای کے پلے۔" بیچوں نے کہا پھر فریدی کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ "یہ کون ہے؟"

"انپکڑ احمد کمال فریدی سر کار....!" دیوان نے پرستور ہاتھ جوڑے ہوئے کہا۔ "مرکزی ٹکڑے سراغ رسانی سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"کیوں بھیا۔.... تم نے کیوں میرے پچے کو باندھ رکھا ہے۔ چھوڑو جلدی ورنہ میں رینڈنٹ کو بلوالوں گی۔"

"ضرور بلوایتے۔" فریدی نے کہا اور پھر دیوان سے پوچھا۔ "آپ کی تعریف....!"

"سک.... سر کار ہیں.... بڑھائی نس نزددا...." دیوان نے کہا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔



حمد ہرے انہاں سے کہانی سن رہا تھا۔ فریدی سگار سلاکنے کے لئے رکا۔

"تو کیا دیوان وغیرہ کو علم نہیں تھا کہ وہ بیچوں کی سی زندگی بر کر رہا ہے۔"

"ہرگز نہیں....!" فریدی سگار کا کاش لے کر آہستہ آہستہ دعواں نکالتا ہوا بولا۔ "وہ نہیں ہلتے تھے۔ اے یہ وہی راجہ تھے جہاں ہے۔ شیروں کا مشہور شکاری جس نے کبھی مچان پر بیٹھ کر ٹھلنگیں کیا۔ درجنوں شیر مار دا لے۔ بڑے جیزٹ کا آدمی تھا۔ ایک ماہر نشانہ باز.... اچاک اُس کی بھنس بدلنے لگی.... اور وہ گوشہ نشین ہو گیا۔ ان دونوں پہلوانوں کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ راجہ کی جس بدل گئی ہے.... اگر سنتوں کا معاملہ نہ ہوتا تو وہ بھی باہر نہ آتا.... بے حد پلاتا ہے اسے۔"

"کب سنتوں کا کیا بنے گا۔"

"اُن لوگوں نے مجھ پر ریاستی روکنے کی کوشش کی تھی.... لیکن پھر انہیں رینڈنٹ ہی کو

تموڑی دی بعد دیوان بھی وہاں پہنچ گیا۔ پھر وہاروں کے کمائشوں نے فریدی کا تعارف کرنا ہوئے کہا۔ "میں دراصل انہیں کی اسٹیٹ کا باشندہ ہوں۔"

"اوه بڑی خوشی ہوئی جتاب آپ سے مل کر۔" دیوان نے فریدی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ تو بہت ہی اونچے آدمی ہیں۔ سنا ہے کہ سراغ رسانی کے شوق میں اسٹیٹ نیجوں کی حوالے کر دی ہے۔"

"شوق ہی شہرا....!" فریدی مسکرا یا۔

وہ سمجھی بے چین تھے کہ کسی طرح نقاب پوش جلد بے نقاب ہو جائے لیکن جب اُس کے چہرے سے نقاب ہٹائی گئی تو بہتری چھیننے تک لگتے۔ خود فریدی کو بھی اپنی آنکھوں پر یقین نہ کیوں کہ یہ تو کنور سنتوں کمار تھا.... شر میلا کنور سنتوں کمار.... کنور سنتوں کمار جو ایک بہت بڑا پوزیشن پر لات مار کر ساڑھے چار سوروں پر کی معلمی کرتا تھا.... اور جسے اعتراف تھا کہ وہ خوب کے لئے ملازمت نہیں کرتا بلکہ اپنے ذوق کی تسلیکن کے لئے معلمی کا پیشہ اختیار کئے ہو۔ کنور سنتوں کمار جسے شیلا کے اغوا پر بے حد دکھ پہنچا تھا.... وہ کنور سنتوں کمار را ہٹا لڑکوں کو اٹھالے جاتا تھا.... وہ کنور سنتوں کمار لڑکوں کی تجارت کرتا تھا.... انہیں اُن اعزہ سے زبردستی چھڑاتا تھا.... اور پھر کالے کوسوں بھجوا کر فروخت کرادیتا تھا۔

محلاں میں کھلبی پر گئی.... نقاب پوش ہوں میں آچکا تھا اور خود اپنے ہی پیروں سے ہٹا مخصوص محل کی ڈیوڑھی تک آیا تھا۔ بڑھائی نس راجہ تھے جہاں جی اسی محل میں گوشہ نشین تھے۔ دیوان ہی کے مشورے کی بیان پر اسے یہاں لاایا گیا تھا۔ اور اسی وقت وہ ملاقات کے کمرے راجہ صاحب کے حکم کے منتظر تھے۔

کچھ دیر بعد اُن دونوں پہلوانوں نے راجہ کی آمد کی اطلاع دی جو اُس کے ساتھ اُسی مخصوص محل میں رہتے تھے۔

دوسرے ہی لمحے میں ایک مغربی طرز کا بیچوں کرے میں داخل ہوا جس نے نارنجی اسکن اور سفید بلاوز پہن رکھا تھا۔ پنڈلیوں پر جسم کی رنگت سے مناسبت رکھنے والے اٹاگنگ تھے۔ پہلوان میں ناپ ہیل جوتے.... کنور سنتوں کے چہرے پر نظر پڑتے ہی بیچوں ہی کے انداز میں چیخنا۔ "اے ہے.... نکالو ہھکڑی میرے پچے کے ہاتھوں سے.... یہ کون گزوڑا"

جاسوسی دنیا نمبر 90

اشاروں کے شکار

(کمل ناول)

بلو انڈپل اُس نے کہہ دیا کہ وہ اس محالٹے میں پکونہ کر سکے گا۔ برلن انڈیا کی حکومت جانے کے بھی تو خارکھائے بیٹھا تھا کیونکہ دو تین انگلکو انہیں لڑکیاں بھی نزد ایشیٹ سے اٹھ چکی تھیں۔ بہر حال اُس کا پورا اگر وہ گرفتار ہو چکا ہے اور حکومت مشرق وسطیٰ کے ان حمالک کی حکومتوں سے بھی گفت و شنید شروع کر چکی ہے جہاں جہاں اُس کا یہ گندہ بڑنس چل رہا ہے۔

”بیچاری سیا...!“ حمید نے مختدی سانس لی۔ ”اب اسے بھی عدالت میں بخش ہوا پڑ گا... اور اُس کے شوہر کو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔“

”شوہر...!“ فریدی نے حیرت سے کہا۔ ”ہمس اُن نہیں کھا گئے۔ ارے ڈفر وہ ایک پڑھوئی طوائف ہے۔ زیادہ تر بیر ونی سیاحوں کے ساتھ بڑنس کرتی ہے۔“

”جان سے مار دوں گا...!“ حمید مٹھیاں بھینچ کر بولا۔

”کے...؟“

”بمبینو کے نیجر کو حرامز اورے نے مجھ سے کھا تھا کہ وہ ایک بڑے سرمایہ دار کی یہاں ہے اور ایڈ ونچر کی شائق ہے۔ کوئی اسکی ولی نہیں۔“

”بڑنس نیکت...!“ فریدی مسکرا یا۔ ”اس طرح وہ زیادہ پیسے کمائی ہے اور نیجر کو زیادہ کیش ملتا ہے۔“

”خیر گھوول گا اُس نطفہ خزیر سے بھی۔“ حمید بڑوں کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ ”آخر از سے سیما کو اٹھانے کی حیات کیوں سرزد ہوئی تھی۔“

”وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اُس کے لئے اُسے چارہ ہا کر لے جا رہے ہو۔ لہذا مجھے اور نہ مرعوب کرنے کے لئے یہ حرکت کر بیٹھا تھا۔“

”لیکن وہ بیچارہ راجج تھے بھاں..... لیکن بھلا بیچارہ کیوں..... بتائیے اُسے پچارہ کیسے گئے۔ بیچاری.... میرے خیال سے تو یہ کہنا چاہئے۔ حمید نے کہا۔ اور پھر اٹھا کر پیڈ پر لکھ دیا ”بیچاری۔“

تمام شد

کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں اگر آپ ایسا کریں تو ہم تمن کی بجائے
تین روپے میں وہ کتاب خریدیں گے۔

شکریہ جناب! لیکن صرف آپ ہی خرید سکتے گے۔ بقیہ پچاس پیسے فی
بیر کے حساب سے فروخت کرنی پڑتیں گی۔ تراجم کا حشر آئے دن پیش نظر
رہتا ہے اور پھر میں کیوں کروں انگریزی نالوں کا ترجمہ۔ کیوں نہ میرے ہی
نالوں کا انگریزی میں ترجمہ کیا جائے۔ شاید جلد ہی آپ میرے نالوں کے
انگلش ایڈیشن بھی دیکھ سکتے ہیں۔ ایک صاحب فرماتے ہیں جو نک کی واپسی
میں تسلسل نہیں ہے۔ خدا جانے تسلسل سے کیا مراد ہے.... نالوں یک رخی
ٹکنیک میں لکھا گیا ہے۔ لہذا تسلسل میں فرق آنے کا سوال ہی نہیں پیدا

پیشہ

اشاروں کے شکار ملاحظہ فرمائیے! دیر ضرور ہوئی لیکن کہانی آپ کو

پسند آئے گی۔ آہستہ آہستہ ہی فارم میں آسکوں گا.... ادھر بتیرے پڑھنے
والوں کا اصرار رہا ہے کہ فریدی اور حمید کی کچھ کہانیاں لگاتار پیش کی جائیں۔

کیونکہ میری صحت یابی کے بعد سے اب تک عمران کے چار نالوں آچے
ہیں اور جاسوسی دنیا کا یہ دوسرا نالوں ہے۔ لہذا پڑھنے والوں کی اس خواہش
کے احترام میں فریدی اور حمید کی کچھ کہانیاں لگاتار پیش کروں گا یعنی اس
نالوں کے بعد والا نالوں عمران سیریز کا نہیں بلکہ جاسوسی دنیا کا ہی ہو گا۔

پچھلا نالوں ”بیوک کی واپسی“ خاصا پسند کیا گیا ہے.... ناپسندیدگی کے

سلسلے میں تادم تحریر صرف تمن حضرات کے خطوط موصول ہوئے ہیں۔

ان کا انداز نگارش کچھ ایسا ہے جیسے ”رد عمل“ کے طور پر جواب میں۔

دلچسپ قسم کا پیش رس چاہتے ہیں.... مجبوری ہے پیشہ طویل نہیں

ہو سکے گا.... کیونکہ کہانی زیادہ صفحات کھاگئی۔ البتہ ان صاحب سے ایک

بات ضرور کہوں گا جنہوں نے مجھے انگریزی کے جاسوسی نالوں کے تراجم پڑھا

والسلام

ابن صفحہ

”نگارخانہ نہیں... نگارخانہ....!“
 ”نوم سے مطلب...“ قاسم اس طرح اٹھا جیسے ماری تو بیٹھے گا۔
 لیکن اس کی بیوی بے تعلقانہ انداز میں اس ”نگارخانے“ کا جائزہ لیتی رہی۔
 بہت بڑا کرہ تھا جس میں چاروں طرف تجربی آرٹ کے بے شمار نمونے نظر آرہے تھے۔
 ان میں سے کچھ تو خود قاسم کی بوکھلا ہوں کا نتیجہ تھے اور کچھ دوسرے مصوروں کی کوششیں۔
 قاسم میں مصوری کے جرا شیم کیپن حمید نے دریافت کئے تھے اور قاسم نے چھاتی ٹھوک کر
 کہا تاکہ وہ تجربی مصوری میں بڑا تم پیدا کرے گا۔

شہر کے ایک ثاقبی سرگرمیوں کے مرکز میں کسی مصور کی تجربی کا دشون کی نمائش ہو رہی
 تھی۔ قاسم اور حمید بھی جا پہنچنے تھے۔ قاسم نے حمید کو اطلاع دی تھی کہ اٹلی سے ایک طائفہ آیا
 ہے جو دہا رقص و سرور کی نمائش کرے گا.... لیکن دہاں جنپنچھے پر معلوم ہوا کہ ملک کی مشہور
 آرٹ محترمہ مکھوس آؤزیں اس کی تصویریوں کی نمائش ہو رہی ہے۔
 حمید کو بے حد غصہ آیا اور اس نے قاسم سے بھی کہہ دیا تھا کہ وہ اس کی غلط بیانی کے سلسلے
 میں قینی طور پر کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے گا جس سے اس کو بھی بھگتا پڑے۔
 پھر وہ اس ہال میں آئے تھے جہاں تصویریوں کی نمائش ہو رہی تھی اور قاسم حیرت سے منہ
 پہاڑ کران تصادر کر کو دیکھنے لگا۔

”اے.... یہ کیا بنا لیا ہے سالوں نے۔“ اس نے حمید کے کانڈھے پر ہاتھ مار کر کہا تھا۔
 ”آہستہ..... بیٹھے اور نہ اگر کسی سالے نے سن لیا تو تمہاری یہی تجربی کر کے رکھ دے گا۔“
 ”کیا کر کے رکھ دے گا....؟“ قاسم نے آنکھیں نکالی تھیں۔
 ”یاد ختم کرو.... تصویریں دیکھو....!“

”یہ تصویریں ہیں؟.... کاہے کی تصویریں ہیں بھلا....!“
 ”یہ دیکھو اور اس حسینے....!“

”تمہاں ہے حسینے....!
 ”وہ سامنے...!“

”اے جاؤ....!“ قاسم منہ پر رکھ کر ہنسا تھا ”آنے سے بھیں اور جیچے سے ناشتہ دان

بے ہوشی

بعض قلمی گیت اس بُری طرح ذہن سے چک کر رہ جاتے ہیں کہ زبان انہیں غیر شطر پر دہراتی رہتی ہے۔ زبان بھی تمک جائے تو ان کے بول ذہن میں گونجتے رہتے ہیں۔
 انھیں خاصے باریش کو دبی زبان میں ”میں ان کی بن جاؤں گی“ کہتے سن گیا ہے۔

پھر قاسم تو تھا ہی ہوتا.... بڑی دیر سے گارہا تھا ”اللہ کرے میں بھی دلہن بن جاؤں۔
 ساتھ ہی غیر شعوری طور پر لپکتا بھی جارہا تھا.... ظاہر ہے اس پہاڑ جیسے ڈیل ڈول کی
 بھی کیسی ہو گی۔

اس کی نغمی منی ہاڑک سی بیوی نے بلا خرچ گل آکر کہا۔ ”اللہ تمہاری یہ خواہش بھی!
 نہیں کرے گا؟“

”خیا.... مطلب....!“ قاسم چونک کر پلٹا.... چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر کھیاٹ
 آثار چہرے پر ظاہر ہوئے۔ غالباً اس اسے احساس ہوا کہ وہ پنسل چھیلیتے وقت کیا گارہا تھا۔
 ”یہ تمہیں مصوری کی کس نے بھائی ہے۔“ بیوی آنکھیں نکال کر بولی۔

”نوم سے مطلب.... بھاگ جاؤ۔“ قاسم ہاتھ ہلا کر غرایا۔

”نہیں جاؤں گی! سارے گمراہ بھیشار خانہ بناؤ کر رکھ دیا ہے۔“

”نگارخانہ....!“ قاسم آنکھیں نکال کر دھاڑا۔

”نگارخانہ....!“ بیوی نہ پڑی۔ انداز مٹھکہ اڑانے کا ساتھ۔

”ہائیں.... تمہارا دیمانگ تو نہیں خراب ہو گیا۔“

معلوم ہوتی ہے۔ نہیں پیداے بھائی تھا تو یہ کیسی تصویریں ہیں۔

حمد کوئی جواب دیئے بغیر گلری میں چکر لگانے والی لڑکوں کا جائزہ لیتا رہا۔ ایک پینٹنگ کے قریب ایک ولی ٹپی لڑکی خاموش کمری تھی۔

”یہ چھپاۓ یعنی کون ہیں یا...؟“ قاسم نے اس طرف اشارہ کر کے پوچھا تھا۔

”شاید سبھی مصوری ہیں ان تصاویر کی۔“

”اے جاؤ...! ابھی تو شاید اس کی شادی بھی نہ ہوئی ہو گی۔“

”بھلا شادی اور مصوری کا کیا تعلق...!“

”الیکی حركتیں میاں کو جلانے کے لئے کی جاتی ہیں۔“ قاسم مصوری کے نمونے کو خارہ سے دیکھتا ہوا بولا۔

”یار سنو...!“ حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”کیوں نہ تم الکھی حركتیں لے بیوی کو جلانے کیلئے شروع کر دو۔ نام کاتاں ہو گا اور بیوی بھی ہر وقت انگاروں پر لوٹی رہے گی۔“

”اے تو واقعی یہ مصوری ہے...!“ قاسم نے دوبارہ حیرت ظاہر کی تھی۔

”ہاں.... بھی....!“

”میری سمجھ میں تو نہیں آتی...!“ قاسم نے بے بی سے کہا تھا۔

”ادھر آؤ...! میں سمجھتا ہوں.... دیکھو، اس تصویر میں دیکھو... یہ کیا ہے۔“

”یہ.... یہ.... اودہ.... ملک ہے شاید... پانی سے بھری ہوئی۔“

”غلط سمجھے.... یہ عورت ہے۔“

”اے جاؤ...!“ قاسم منہ پر ہاتھ رکھ کر پھوہڑپن سے ہٹا تھا۔

”یقین کرو میرے دوست... اچھا یہ تھا... کیا ہے....!“

”یہ تو... یہ تو مولی ہے۔“

”غلط... یہ مرد ہے۔“

”اچھا بیٹا... ہاتھ بھر کھاں ہیں اس کے۔“

”سیکی تو کمال ہے۔“

”چکد ہو تم...!“

”اڑکے پور خود ادرا یہ تصویر فروخت بھی ہو جگی ہے۔ اس پر ”فروخت شدہ“ کی چٹ گلی

”لی ہے۔ شہر و ذر اپو چیس تو کتنے میں فروخت ہوئی ہے۔“

”جید نے خود معاور سے پوچھا تھا اور قاسم یہ سن کر تھیر رہ گیا تھا کہ ملک اور مولی پانچ سو روپیں میں فروخت ہوئے ہیں۔

”اے اگر یہ وائی مصوری ہے تو پھر میں مصروف ہوں.... دیکھا جائے گا۔“

”بیا رکھا جائے گا۔“

”میں بھی کر دوں گا مصوری.... اچھا! اگر ملک کی بجائے پنچ چکلی بناوں تو کیسی رہے گی۔“

”لیکن بات پیدا کی ہے یار واقعی تم بہت ذہن آدمی ہو.... جس کمرے میں تھماری بیوی

ہیں گلے کر پیٹھی ہو اُسی میں نگار خانہ بنا دالت۔“

”غاؤں....!“ قاسم نے بے دھیانی میں کہا تھا اور پھر تصاویر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”دوسرے دن پہلے تو اُس کی بیوی کا مخصوص کمرہ نشست کباڑا خانہ بنا تھا اور پھر نگار خانہ بن

لیا تھا۔

”یکنکلروں روپے رنگ برش، کیخواں، ایزیل اور فرمیوں پر صرف کئے گئے اور شروع ہو گئی

بیوی مصوری۔

”بیوی نے بہت غل غپڑا چایا تھا۔ مگر کون ستا ہے.... اور پھر کچھ دنوں کے بعد کچھ بیوی

کافی جلانے لگا تھا.... ایک دن کوئی تربوز نما پیزیر پینٹ کر کے اس میں ڈاڑھی لگادی اور نیچے لکھ

بیوی کے باپ کا نام.... اس پر تو گویا تیامت ہی آگئی تھی.... غصے نے اس کی ایسی درگت بنا لی

تھی میں ہے، مسیاہ کا درہ پر گیا ہو اور قاسم کو وقتی طور پر گھر چھوڑ کر بھاگنا پڑا تھا۔

”آج پھر کچھ ایسی عیاقوٰت پڑنے والی تھی۔ کیونکہ اس کی بیوی کے تیر کچھ ایسے ہی تھے جیسے

چانسے کے موڈ میں ہو۔

”کیا تم بھی نہیں بتاؤ کے کہ تمہیں مصور کس نے بتایا ہے۔“ اس نے کہا۔

”میں کھد بن گیا ہوں بتائے غا کون؟“

”نہیں....!“ بیوی سر ہلا کر بولی۔ ”کوئی معوقت ہے اس پر دہنگاری میں۔“

”قیا...!“ قاسم نے آنکھیں نکالیں۔

”ہوں....!“ وہ ایزل پر نظر جائے رہی جس پر کئی رنگ دارے کی ٹھکل میں گمراہے تھے۔

”مشوق....! یہ تم کیا بک رہی ہو.... اور یہ سالا پر دہ انگاری کیا ہے۔“

”زگاری....!“

”وہی.... وہی.... ہے کیا.... اور تم مشوق مشوق کرتی ہو۔ شرم نہیں آتی۔“

”کیوں نہ کروں۔“

”ہمیں....!“ قاسم اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ”ماگ سمجھی ہے یا نہیں۔“

”تم اپنے دماغ کی خبر لو....!“

”اچھا.... اچھا....!“ قاسم اسے گونہ دکھا کر بولا۔ ”اگر تمہارے لامبا دا کی بھی تحریک تو کچھ نہ کیا۔“

”اے زبان سنبل کے....!“

”نہیں سنبلوں گا....!“

”اپنے پچاکی تنان میں گستاخی کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔“

”ہاں....!... نہیں آتی....!“

”اوہ اگر: کہوں تمہارے باپ کو....!“

”تو پھر وہ ہمارے پچانہ نہیں رہ جائیں گے.... جرور کہو.... وہ اسی قابل ہیں۔“

”قیا....!“ غیر شوری طور پر قاسم کی بیوی کی بیوی کی زبان سے لکلا۔ اس میں مزاج کو قلعی روشنی تھا۔ کوئی نکد و بے حد غصے میں تھی۔

اسنے میں باہر سے کسی نے گھنٹی بھائی اور وہ دو توں ہی چوپک پڑے۔

گھنٹی بجائے والے نے ایک بار مبنی دبائے پر اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ برا بر دبائے جا رہا تھا۔

”یہ تمہارے بھائی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ سالوں کو گھنٹی بجائے کی بھی نہیں۔“ قاسم نے بیوی کو گونہ دکھا کر کہا۔

”تم بکواس بند نہیں کرو گے اپنی.... منع کر دوں گی اب نہ آیا کرے کوئی....!“

”بیتل منع کر دو....!“

”خیالی ہوئی کمرے سے جلی گئی۔ قاسم دروازے کی طرف گھورتا رہا۔ طرح طرح کے منہ پہاڑ اور دانت پیش تارہ۔

کچھ دیر بعد ایک ملازم نے چاندی کی ٹیکٹری میں کسی کاؤنٹینگ کارڈ پیش کیا۔

”ہمیں....!“ وہ کارڈ پر نظر جائے ہوئے تمیرانہ لجھ میں بربادیا۔ ”مس روزا سنہا یکمیری پلٹ گر سنتر۔“

”ابے.... مس روزا سنہا.... یعنی کہ مس۔“ قاسم نے تھوک نگل کر سرگوشی کی اور ملازم سکرانے لگا۔

”قق... قیسی ہے...؟“ اس نے پر اشتیاق لجھ میں پوچھا اور نچلے ہونٹ پر زبان پھیرنے لگا۔

”جنان ہے....!“ ملازم نے دوسرا طرف منہ پھیر کر بھی روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہد ”ابے تو ہنسنا کیوں ہے؟“ قاسم نے آنکھیں نکالیں.... اور پوچھا۔ ”دلی پتکی ہے....!“

”میں جناب.... لمبی تر گئی....!“

”کبے تو ایسے بولتا.... ہی۔ ہی۔“ وہ احمقانہ انداز میں ہنستا ہوا اللھ گیا۔

”نوك آگے تھا اور وہ پیچھے۔ یک بیک قاسم راہداری میں رک کر بولا۔“ ”ابے سن تو سہی۔“

”نوك بھی رک کر مڑا۔

”آئی کیوں ہے....؟“

”تیلائیں صاحب....؟“

”تم لوگ سالے اتنے چکد ہو۔ ابے تم یہ نہیں معلوم کر سکے کہ کیوں آئی ہے.... اچھا چحا

”کہاں ہے۔“

”کپٹے کرے میں۔“

”انہیں مالوم ہے۔“

”میں جناب....!“

”اے باپ رے۔“ قاسم پیٹ پر ہاتھ پھیر کر رہا گیا۔

اب شاید سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے.... آخر الی کھوپڑی میں بیک آیا کہ پہلے بیوی کے پاس ہجا گئے۔ لہذا اس کے کمرے میں پہنچ کر غون غون کرنے لگا۔

پھر سہری خاموشی طاری ہو گئی۔ کچھ دیر تک شاید ہر ایک اپنی جگہ پر بھی سوچتا رہا کہ اب کہہ
کھانا پانے۔ پھر لڑکی ہی نے سکوت توڑا۔
”تھیف دعی کی معافی چاہتی ہوں۔ میں کچھ ستر کی سیکریٹری ہوں۔ آپ جانتے ہیں ہوں
جس کے ہم لوگ اکثر ثقافتی تقریبات منعقد کرتے رہتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں ایک اچھی معلوم...
کی تصادیر کی نمائش کا انظام کیا تھا۔“
”میں ہاں.... ہی ہاں.... میں وہاں غیا تھا۔“ قاسم بوکھلا کر بول۔
”ہم خود ہی اچھے آرٹسٹوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ کوشش کرتے ہیں کہ ان فن کاروں کو
جو گروہ گمناہی میں پڑے ہوئے ہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر مظفر عام پر لاائیں۔“
”میں بہت اچھی بات ہے۔“ قاسم سر ہلا کر بول۔

”ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ بھی بڑے اچھے مصور ہیں۔“
”ابھی میں کیا... ہی۔ ہی۔ ہی۔... قسم لاسک ہوں۔“ قاسم نے از راہ اکسار دانت
ٹھال دیے۔
قاسم کی بیوی میں روزا سنہا کو گھورے جا رہی تھی اور قاسم اپنے خنک ہوتے ہوئے ہونٹوں
پر بار بار زبان پھیر رہا تھا۔

”آپ کو کس نے بھیجا ہے؟“ دھنٹا قاسم کی بیوی پوچھ بیٹھی۔
”کسی نے بھی نہیں۔“ روزا نے جواب دیا۔ ”کہیں تذکرہ آیا تھا۔ میں نے کہاں ہی لوں۔
جسے اچھی طرح یاد نہیں کہ کہاں بات چھڑی تھی۔“
”بہر حال آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔“ قاسم کی بیوی کچھ دیر بعد بولی۔ ”کسی نے ان کا مشکلہ
ٹلانے کی کوشش کی ہوگی۔“

”جب تو مجھے افسوس بھی ہے اور شرمندگی بھی....!“
”نہیں افسوس نہ کچھ۔“ قاسم جلدی سے بول پڑا ”آرٹ و ارٹ ان کی سمجھ میں نہیں آتا
یہ کیا جائیں۔“
”اوہ تو پھر میں نے غلط نہیں ناتھا....!“ روزا خوش ہو کر بولی۔
”میں ہاں.... بھائی صاحب.... غیر... مخفیب یہ کہ میں ہاں.... چلے میں آپ کو اپنی

”آنے... ام... یہ حق توں آئی ہے؟“
”مجھ سے پوچھ رہے ہو۔“ بیوی آنکھیں نکال کر بولی۔
”پھر قس سے پوچھوں....؟“ قاسم نے بے بی سے کہل
”باؤسے....؟“ اس نے فون کی طرف اشارہ کیا۔
”اچھا....!“ قاسم ردمیں فون کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ پھر یک بیک رک کر بول۔
”دماغ تو نہیں خراب ہو گیا....؟“
”تم بتاؤ... یہ کون ہے اور کیوں آئی ہے۔“ بیوی اچھل کر کر سے اٹھتی ہوئی چھین۔
”م... میں.... قیامتاؤں.... میں تو جانتا بھی نہیں۔“
”ابھی معلوم ہوا جاتا ہے....!“ وہ دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔
”اڑے باپ رے۔“ قاسم کراہ کر پہنچ پھیرنے لگا۔
وہ دروازے پر رک کر مزدی اور جلے کئے لجھ میں بولی۔ ”آتا...!“
”م... میں.... گک... کیوں! نہیں تم ہی جاؤ....!“
”مجھ سے ملنے نہیں آئی۔“
”بھکارو... تم بھکارو جا کر....!“
”میری جو تی کو غرض پڑی ہے؟ لیکن یہ ضرور پوچھوں گی کہ کیوں آئی ہے۔“
”جرور... جرور...!“ قاسم بوکھلا کر بول۔
ڈرڈر کر دہ بھگی قدم اٹھاتا رہا۔ پہلے اس کی بیوی ہی ڈر انگ روم میں داخل ہوئی۔ قاسم
دروازے پر شنکا۔ کچھ سوچتا رہا۔ پھر خود بھی اندر داخل ہو گیا۔ اس دوران میں دونوں عورتوں
کے درمیان رسی قسم کی مفتگلو ہو چکی تھی.... لیکن قاسم نہیں سن سکا تھا۔ جیسے ہو وہ اندر پہنچ
اس کی بیوی بولی۔ ”میں ہاں بھی ہیں قاسم صاحب۔“
”آداب بجا لاتی ہوں جتاب۔“ بڑی شیریں آواز میں کہا گیا۔ قاسم نے ٹھک دیکھی تو
بوکھلاہٹ کے باوجود نہال ہو گیا۔ دانت نکل پڑے۔
”ترشیف... تفریش.... تشریف رکھئے۔“ وہ ہانپتا ہوا بولا۔
”واقعی بی ترangi صحت مندا اور خاصی دلکش لڑکی تھی۔“

تصویریں دکھاؤں۔“

”مجھے بے حد خوشی ہو گی جتاب۔“

بیوی نے قاسم کو گھور کر دیکھا لیکن وہ تو کسی دوسرا ہی دنیا میں بیٹھنے چکا تھا۔ وہ اس سے بھی گھرتی تو کیا ہوتا۔

موج میں آیا تو پھر بکتا ہی چلا گیا۔ ”جی بات یہ ہے کہ لوگ میرے آرٹ سے بیٹھے ہیں جب تو یہی چیز سمجھ میں نہیں آتی۔۔۔ تو۔۔۔ جی ہاں۔۔۔ وابیات ہو جاتی ہے سالی۔۔۔ مظاہر کہ جی ہاں۔“

”کیا آپ کانگار خانہ کہیں اور ہے۔“ روزانے پوچھا۔

”جی نہیں تینک ہے۔۔۔ گھر ہی۔“

”تو پھر۔۔۔؟“

”جی ہاں چلے۔۔۔!“ قاسم امتحا ہوا بولا۔

اس کی بیوی کے چہرے پر عجیب آثار تھے۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے جھینپ بھی رہی ہوا تصاویر کی نمائش بھی ہونی چاہئے۔ شدید ترین غصے کو بھی دبائے کی کوشش کر رہی ہو۔

لیکن وہ انکے ساتھ اس کرے ملک آتی گئی۔ جہاں حماقتوں کے شاہکار بکھرے پڑے تھے۔

”اوہ۔۔۔ وڈر فل۔“ روزانے چاروں طرف دیکھتے ہوئے تمحیر لجھ میں کہا۔

”جی غال۔۔۔!“

”تمکال ہے۔۔۔ اف فو۔۔۔ آپ نے تو تمکال کر دیا۔“

”آجی میں کیا۔۔۔ ہی۔۔۔ ہی۔۔۔ ہی۔۔۔!“

”قوم کی بد قسمتی ہے کہ وہ آپ سے واقف نہیں۔“

”بہت ہو چکا۔۔۔!“ قاسم کی بیوی غصیلی آواز میں بولی۔ آپ ہمارے ہی گھر میں ہا۔

معنکھ اڑا رہی ہیں۔“

روزا بوكھائے ہوئے انداز میں اس کی طرف مڑی۔

”میں نہیں سمجھی محترم۔۔۔!“ اس نے حیرت زدہ آواز میں کہا۔

”کیا یہ تصویریں ہیں۔“ قاسم کی بیوی آنکھیں نکال کر بولی۔

”میں سمجھی۔“ روزانے طویل سافنس لی پھر مسکرا کر بولی۔ ”عام طور پر لوگ تجربی آرٹ“

”وہ مجھے نہیں پاتے۔“

”ہیا آپ سمجھدی گی سے کہہ رہی ہیں کہ یہ صوری ہے۔“

”جی ہاں۔۔۔!“ روزا سر ہلا کر بولی۔ ”پوری سمجھدی گی اور یقین کے ساتھ۔۔۔!“

”اللہ رحم کرے۔۔۔!“ قاسم کی بیوی آہستہ سے بڑبوائی اور روزا پھر تصویر کی طرف متوجہ ہو گئی۔

”واہ کیا آئندیا ہے۔۔۔!“ وہ ایک تصویر کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”ور بارہ شاہی۔“

”بھلا مجھے بھی تو بتائیجے کہ کیا آئندیا ہے۔“ قاسم کی بیوی نے جملے کئے لجھ میں کہا۔

”کیڑے مکوڑے اور نا مکمل سادا اسرہ بننا کر قاسم صاحب نے جس نازک خیالی کا مظاہرہ کیا ہے

”اں کا جواب مشکل ہی سے ملے گا۔“

قاسم نے فخر یہ انداز میں بیوی کی طرف دیکھا اور اکٹھ گیا۔

روزا اس مخصوص تصویر کی خوبیاں گزارنے جا رہی تھی۔ پھر اس نے تجویز پیش کی کہ قاسم کی

”آپ ہمارے لئے مخلکات پیدا کر رہی ہیں محترم۔۔۔!“ قاسم کی بیوی نے کہا۔

”کیسی مخلکات۔۔۔؟“

”یہ سب کچ سمجھ رہے ہیں۔“

”میں غلط نہیں کہہ رہی۔ آپ کو کیسے یقین دلوں۔“

”تو آپ ان تصاویر کی نمائش کریں گی۔۔۔!“

”جی ہاں۔۔۔!“

”میں کیا کروں۔۔۔!“ قاسم کی بیوی اپنی بیٹھانی ملتی ہوئی آہستہ سے بڑبوائی۔

”تم قوں مری جا رہی ہو۔“ قاسم نے سر گوشی کی۔ ”ہونے دو نمائش اور قیا۔“

روزانہ تصاویر میں کھوئی ہوئی ایک کو بغور دیکھتی پھر رہی تھی۔۔۔ قاسم کی با جھیں کھلی پڑیں اور قاسم کی بیوی کے تیواریے تھے جیسے ابھی ڈنڈا سنبلے گی اور انہیں کمرے سے باہر

ہلکا کر ساری تصاویر میں آگ لگادے گی۔۔۔

دنھلاروزا ایک جگہ رک کر مری اور اس کے چہرے پر خوف کے آثار تھے۔ ایسا معلوم ہوا رہا

تحاچیے اُس کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہ ہو۔ چہرہ زرد ہو گیا تھا۔
”یہ.... یہ....!“ اُس نے سامنے والی تصویر کی طرف اشارہ کیا۔ ... دوستِ جھولہ

اردمم سے فرش پر آ رہی.... قاسم اور اس کی بیوی بوکھلا کر آگے بڑھے۔ روزِ اگرہی
سامنے لے رہی تھی.... وہ اسے آوازیں دیتے رہے لیکن بے سودا وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

کیمرہ

انہوں نہیں کہنا چاہئے۔ حیداب بھی تھیر تھا۔ فریدی اور کھمرے سانے صرف خود آیا۔
حید کو بھی گھیٹ لایا تھا۔

سرشام ہی اس نے کہا تھا۔ ”کیوں؟ کیا آج کل تم اس شہر میں نہیں ہو۔“

حید کیا جواب دیا صرف استفہامیہ انداز میں اُسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

”نیاگرہ میں ایک اٹالوی پارٹی آئی ہوئی ہے....“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مکرلا
”میں نے لہو ولعب سے توبہ کر لی ہے....!“

”فون کر کے ایک میز مخصوص کرالو.... دو آدمیوں کے لئے ڈنر....!“

”میرا خیال ہے کہ دپارٹی کھمرے ہیں کرتی ہے....!“

”میرا بھی یہی خیال ہے۔“ اس نے خلک لجھ میں کہا تھا اور سامنے کھلی ہوئی کتاب،
بجاوی تھی۔

رات کا کھانا نیاگرہ میں کھایا گیا تھا اور ابھی وہ فکور شود کر رہے تھے۔ اسپاٹ لائٹ رقص
ساتھ ہی حرکت کر کے جسم کے خلط و داع خ کر رہی تھی۔

حید شروع ہی سے محسوس کرتا رہا تھا کہ وہ زیادہ تر تماشا یوں کا جائزہ لے رہا ہے۔

کبھی کبھی وہ اس مودی کیسے کو بھی دیکھنے لگتا تھا فریدی کے سامنے میز پر رکھا ہوا تھا۔ وہ

تھا کیا وہ اس نیم عربیاں رقص کی تحرک تصویریں لے گا۔ کیا تجد نے جنی کجردی کی شکل
کر لی ہے؟

بلد نمبر 29

آخر جب ھٹھن بہت زیادہ بڑھ گئی تو اس نے فریدی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”بس اب
روز ہو جائیے۔“

”یا مطلب....؟“ فریدی چوک کر بولا۔

”بڑے غضب کے پوزوںے رہی ہے ظالم! کبھرہ اخھائیے اور شروع ہو جائیے۔“

”ش اپ....!“

حید نے ٹھنڈی سانس لی اور پھر رقصہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ہال میں بلند آہنگ مو سیقی گونج رہی تھی.... اور حید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ساری
نکات ایک انگڑا یاں لیتے اور لپکتے ہوئے جسم میں تبدیل ہو گئی ہو۔

ایک پل کے لئے وہ اس کی میز کے قریب بھی آئی تھی اور اسپاٹ لائٹ سے اس کی آنکھیں
بڑھیا گئی تھیں۔ ورنہ وہ اس لپکتے ہوئی کائنات کا جائزہ قریب سے بھی لے سکتا۔

پھر وہ آگے بڑھ گئی تھی اور اب جس میز کے پاس تحرک رہی تھی اس پر سے ایک آدمی اخھا
رہا۔ لکل اسی کے سے انداز میں لپکنے لگا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے گھرے نشے میں ہو۔ ... ہال میں تعقبہ
لہو ہوئے.... رقصہ بھی شاید اس کی اس حرکت سے محفوظ ہو رہی تھی۔ اس نے وہ وہیں رک
راپے جسم کو تھر کاتی اور لپکاتی رہی.... وہ دونوں ہی اسپاٹ لائٹ کے دائرے میں تھے۔

دفعتاً حید نے مودی کیسے کے چلنے کی آواز سنی اور چوک کر مرا۔ فریدی ان کی تصویریں
لے رہا تھا۔

لیکن ٹھیک اسی وقت کسی طرف سے ایک بوٹل آکر اس کے ہاتھوں سے ٹکرائی اور کیمرہ
زش پر جا گرا۔ ... فریدی اسے اٹھانے کے لئے جھکا ہی تھا کہ قریب بیٹھے ہوئے ایک آدمی بنے
الا پر چھلانگ لٹکائی.... اور شاید کیسے پر قبضہ بھی کر لیا۔ ... لیکن فریدی کی ٹھوکر اسے دور لے
لگی۔ پھر حید کو ایسا محسوس ہوا جیسے فریدی اڑتا ہوا اس پر جا پڑا ہو۔

ہال میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ سارے بلب روشن ہو گئے۔ اسپاٹ لائٹ غائب ہو چکی تھی اور
رقصہ ایک جانب سہی کھڑی تھی۔

وہ دونوں فرش پر گئتے ہوئے تھے.... ان کے گرد مجس اکٹھا ہونے لگا۔
”ہٹ جائیے.... ہٹ جائیے یہاں سے۔“ حید نے قریب بیٹھنے کر بلند آواز میں کہا۔ ”پولیس“

”پولیس کی ایسی تھی....!“ کوئی نہ میں غرایا۔ ”یہاں بھی پولیس! وہاں بھی پولیس!
خواب گاہوں میں پولیس.... قبر میں پولیس.... جہنم میں بھی پولیس.... بہینے....!“

پھر حمید نے دیکھا کہ فریدی صدر دروازے کی طرف بھاگ رہا ہے۔ اس کے آگے
کیسرے پر جھٹپتی والا تھا۔

باہر نکل کر اس نے گاڑی اشارت ہونے کی آواز سنی.... فریدی اس طرف دوڑا قائم
انہوں نے لکن پارک کی تھی۔

حمدی کو اچھی طرح یاد نہیں کہ وہ بھی لکن میں کیوں نکر بیٹھا تھا۔

پھر لکن کی رفتار کیا پوچھنا۔ فریدی ڈرائیور کر رہا تھا.... اور شاید کسی کے تعاقب میں
سننان سڑک پر بہت دور کسی گاڑی کی عقبی سرخ روشنی دکھائی دے رہی تھی۔

”کچھ بتائیے بھی تو....!“ حمید جھنجلا کر بولا۔ ”اس طرح بھاگنے کی کیا ضرورت ہے
رقاصہ پیچا کر رہی ہے۔“

”خاموش ہیں...!“

”کیا وہ کیسرہ لے گیا۔“

”ہاں....!“

”آپ بھی تو مکمال کر رہے تھے۔ مجھ سے کہتے.... میں ہزاروں پن اب لڑکوں
تصویریں جی اسٹریگ والی مہیا کر دیتا۔“

”ہوں.... تو میں اس لئے اس کی تصویریں لے رہا تھا....؟“ فریدی غرایا۔

”چلنے تسلیم کہ کسی نیک مقصد کے لئے آپ ایسا کر رہے تھے.... لیکن پھر بھی....!“

”بکومت....!“

”اللہ رحم کرے....!“ حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

دونوں گاڑیوں کا فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا.... فریدی نے رفتار کچھ اور تیز کر دی۔ حمید
کر بیٹھ گیا۔

”آخر دیکھ رہے کیوں لے بھاگا.... کون تھا....؟“

”یہی تو دیکھنا ہے؟“

دنٹا گنی کا درک گنی اور کوئی اتر کر بھاگا.... فریدی نے پورے بریک گائے۔ لکن دھجے
کے ساتھ رک گئی۔ دوسرا سے لمحے میں فریدی بھی اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔
دوں باسیں جانب کی ڈھلان میں اتر گئے تھے۔ حمید نے سوچا کہ وہ اسے دوسری طرف سے
بکھڑا کر لے.... اسی خیال کے تحت وہ اسٹریگ پر آبیٹھا اور کیڑی کو آگے نکال لے گیا۔
ہاروں کی چھاؤں میں دونوں صاف نظر آ رہے تھے.... اگلے موڑ پر گاڑی روک کر وہ خود
بھی ڈھلان میں اترنا چلا گیا۔

کبھر اڑا لے جانے والا سامنے سے بڑھتا آ رہا تھا.... حمید ایک نیکے کی اوث میں دبک
گیا.... وہ بڑی تیزی سے دوڑتا ہوا اسی طرف آ رہا تھا.... جیسے ہی قریب آیا حمید نے زمین پر
خیلیاں نیک کر ٹانگ ماری اور وہ اچھل کر دور جا گرا.... ساتھ ہی حمید نے اس پر چھلانگ لگائی۔
فریدی تریک پہنچ چکا تھا۔ حمید اسے چھاپ بیٹھا تھا۔
”بہت اچھے۔“ فریدی جیب سے نارچ نکالتا ہوا بولا۔ لیکن پھر جیسے ہی نارچ کی روشنی گرنے

والے پر پڑی اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔ ”یہ کیا کیا۔“
گرنے والے کامنہ بھرتا بن گیا تھا.... متعدد جگہوں سے خون پھوٹ رہا تھا۔
”بیو ش ہو گیا ہے...!“ حمید اسے چھوڑ کر ہٹتا ہوا بولا۔

”لیکن کیسرہ....!“ فریدی کا الجھہ نہ تشویش تھا۔ نارچ کی روشنی آس پاس چکر اڑتی تھی۔ بے
ہوش آدمی کو بھی الٹا پلٹا گیا۔ لیکن کیسرہ نہ مل سکا۔

”کہیں گاڑی ہی میں نہ چھوڑ آیا ہو۔“ حمید بولا۔

”ہو سکتا ہے.... اچھا اسے اٹھاؤ....!“
”بھی....!“ حمید جھنجلا کر بولا۔ ”چھاپ بیٹھنے کی ذمہ داری میری اٹھائے بھرتا بس سے باہر ہے۔“

”کو اس مت کرو۔“

”کہاں لے چلے گا۔“

”گاڑی تک۔“

”چلنے صاحب....!“ حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔
ان دونوں نے اُسے اٹھایا اور لکن مک لائے۔ چھلی سیٹ پر ڈال دیا۔ وہ گھری گھری سانس میں

”ٹھہر و... ٹھہر و... خدا کے لئے ٹھہر جاؤ... مجھے بچاؤ۔“ وہ جیخ رہا تھا۔

حمدیں اس کی پرواد کئے بغیر گاڑی کو پیچھے بھاگتا رہا۔ پھر اسے پیچھے کسی دوسری گاڑی کی ہیئت پہنچانی دیکی۔

کرنی کے علاوہ اور کون ہو گا۔ اس نے سوچا اور گاڑی کو اسی طرح بیک کرتا ہوا ہارن بجانے پہنچیں گاڑی کی رفتار کم ہو رہی تھی۔

بالآخر حمید بھی بریک لگاتا ہوا چینا۔ ”میں ہوں... خطرہ۔“

گاڑی روک دی گئی لیکن ہیئت لیپ روشن ہی رہنے دیئے تھے۔ دوسری گاڑی میں فریدی ہی تھا۔ اتر کر قریب آیا۔

”کیا بات ہے؟“

”وہ دیکھئے...!“ حمید نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا۔ وہ آدمی اب بھی ان کی طرف دوڑا آ رہا تھا۔

”میں دیکھ رہا ہوں.... تم زبان بلاؤ۔“

”جس سڑک پر آ کھڑا ہوا تھا... گاڑی رکوانا چاہتا تھا۔“

”ہوں... ٹھہر و... آنے دو۔“

وہ آدمی قریب آیا اور ہانپا ہوا آگے پیچھے جھونلنے لگا۔

”بب.... بچاؤ...“ اس نے گرتے گرتے کہا۔ حمید نے کوشش کی تھی کہ سنجال لے لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

”یہ بھی بیہو ش ہو گیا۔“ حمید نے احمقانہ انداز میں کہا۔

”اسے بھی اٹھا کر اس گاڑی میں ڈالو۔“

حمدیں نے پھر سختی سائنس لی لیکن کچھ بولا نہیں۔ دونوں نے اس بیہو ش آدمی کو بھی اٹھا کر گاڑی میں ڈال دیا۔

”میں آگے چلتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”تم یہ گاڑی ذرا کنارے کرلو۔“

حمدیں نے انجن اسارت کر کے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے لیکن کوئی کوئی لے جانے کا اشارہ کیا۔

اب لیکن آگے جا رہی تھی۔ حمید نے جماں لے کر نہ اسامنہ بیٹایا۔ دیر سے پاپ نہیں پیا تھا۔

ہائے نہیں.... ہائے نہیں۔“ پچھلی نشست سے الیسی ہی آواز آئی جیسے کوئی خواب میں

لے رہا تھا۔

”تم نے عقل مندی سے کام لیا۔“ فریدی انجن اسارت کرتا ہوا بولا۔

حمدیں کچھ نہ بولا۔ لیکن حرکت میں آچکی تھی۔ وہ پھر اسی جگہ آئے جہاں بھاگنے والے اپنی گاڑی چھوڑی تھی۔

فریدی نے ثالث کی روشنی میں اس کی گاڑی بھی دیکھ دیا لیکن کیسرہ نہ ملا۔

”ارے میں دوسرا خرید دوں گا.... پیچھا بھی چھوڑیے منہوس کا...!“ حمید نے کہا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر حمید سے مخاطب ہوا۔ ”تم یہ گاڑی کو تو ایسے جاؤ... میں اسے ہسپتال لے جاؤں گا۔“

حمدیں نے خاموشی سے تعقیل کی۔ انجن اسارت کیا اور فریدی سے حمید کچھ پوچھے بغیر گاڑی آگے بڑھا دی۔

تفصیل کر کر ہو چکی تھی۔ بڑی موج میں نیمیں سے لطف اندوڑ ہو رہا تھا کہ کیسے؟

چرخ چل گیا۔ اور اب نتیجے کے طور پر ایک آدمی ہسپتال جا رہا تھا اور وہ خود اس کی گاڑی سنبھالے ہوئے کو تو ایسے جا بہر رواں دواں تھا۔

یہ زندگی ہے.... وہ سوچ رہا تھا۔ کہیں چین میں! تفصیل میں بھی ڈیوٹی سر پر سوار ہو جاتی ہے

کی بار ایسا ہوا کہ شہر ہی چھوڑ بھاگا طویل رخصت پر۔ لیکن کیا ہاں کام سے پیچھا چھوٹا تھا بعض اوقات تو وہ سوچنے لگتا کہ کوئی بدروج ان کے لئے لاشیں مہیا کرنے کاٹھیکے لے بیٹھی ہے۔

کار تیز رفتاری سے راستے طے کرتی رہی اور وہ بور ہوتا رہا۔۔۔ ایک بار بھی مزکر غمیں دیکھا کہ فریدی بھی آرہا ہے یا نہیں۔

دفعتا سامنے کچھ دور پر ایک آدمی نظر آیا جو نقش سڑک پر دونوں ہاتھ بھاٹھا کر رکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

حمدیں نے بریک لگائے۔ اور گاڑی کو ریورس گیر میں ڈال دیا۔۔۔ گاڑی پیچھے بھاگنی چلی گئی

سڑک سنسان تھی۔۔۔ خطرے کی بوسوگہ لینے کے بعد آگے بڑھنا حمافت ہی ہوتی۔ دیے

ریورس گیر میں ڈال کر گاڑی پیچھے بھاگنا بھی عقل مندی کا کام نہیں تھا۔ بہر حال وہ دیکھی ہی رہا تھا کہ ہاتھ ہلا کر گاڑی رکوانے والے نے اب گاڑی کی طرف دوڑنا شروع کر دیا تھا۔

بڑی بڑا ہاں۔

”کیا تم زندہ ہو؟“ حمید نے طنزیہ لبجھ میں پوچھا۔ لیکن جواب نہ ملا۔

گاڑی کے انہن کی آواز سے اسی لگی جیسے خود اس کی کھوپڑی سے نکل رہی ہو۔ قروڑ بعد کچھلی نشست سے پھر آواز آئی۔ ”بچاؤ.... بچاؤ.... میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔“

”آہاک....!“ حمید کے سینے سے ایک جگہ خراش آہ نکلی اور وہ اس طرح منہ چلانے لے بیہوش آدمی کو کچھا ہی چبا جائے گا۔

”میں کہاں ہوں.... میں کہاں جا رہا ہوں۔“ کچھلی نشست سے آواز آئی۔

”تم زندہ ہو....!“ حمید نے پوچھا۔

”ہاں میں زندہ ہوں.... تم کون ہو۔“ اس کی آواز خوفزدہ تھی۔

”میں کواریوں اور کواروں کا ٹھیکدار رہوں۔“

”نہیں نہیں.... میں شادی نہیں کروں گا۔ اس سے بہتر تو یہی ہے کہ تم مجھے گول ماردا۔“

”تو یہاں اس ویرانے میں شادی ہو رہی تھی.... کیوں؟“

”میرے حواس بجا نہیں ہیں.... حق بتاؤ تم کون ہو....؟“

”تم چیختے ہوئے میری گاڑی کی طرف آ رہے تھے۔“

”اوو.... ہاں.... یاد آ رہا ہے اب.... بہت بہت غیرکریہ.... لیکن آپ کون ہیں؟“

”ایک امن پنڈ شہری۔“

”یہ بہت اچھی بات ہے.... یہ بہت اچھی بات ہے.... مم.... مگر....!“

”کہتے رہو.... رکنے کی ضرورت نہیں۔ میں غور سے سن رہا ہوں۔“

”میں دنیا کا بد بخت ترین آدمی ہوں۔“

”ایسا نہ کہو دوست ورن شادی سے قبل ہی شادی سے دور بھاگنے کی کوشش نہ کرتے۔“

”میں نہیں سمجھا! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔“

”لوگ عموماً شادی کر لیتے کے بعد شادی سے دور بھاگتے ہیں۔“

”ارے تو میں ان بد بخنوں سے کب کہتا ہوں کہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔“

”کن بد بخنوں کا تذکرہ ہے۔“

”میں خود بھی نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔“

”پاکیں تم بہت زیادہ تو نہیں پا گے۔“

”ہر گز نہیں.... میں نہیں میں نہیں ہوں۔“

”تو پھر کسی رسالے کے ایڈیٹر ہو گے جسے جاگتے میں بھی سالانہ خریداروں کے خواب لئے ہوں۔“

”نہیں جتاب میں تو سکول ماشر ہوں۔“

”کسی گرلز سکول کے۔“

”وہاں مخلوط تعلیم ہوتی ہے۔“

”مرض سمجھ میں آگیا۔“

”جی....!“

”پچھے نہیں، کوئی خاص بات نہیں تم ہر اس طالبہ کو اپنی عاشق سمجھ لیتے ہو جو تم سے اخلاقی پیش آتی ہے۔“

”بالکل غلط.... جب میں شادی کرنا ہی نہیں چاہتا....!“

”خیر.... خیر.... تم بعض بد بخنوں کا تذکرہ کر رہے تھے۔“

”ہاں.... لیکن میں ان کی نشاندہی نہ کر سکوں گا۔“

”تم ایک پولیس آفیسر سے گفتگو کر رہے ہو اس لئے مختار ہو۔“

”میرے خدا.... پپ.... پولیس آفیسر....!“

”ہاں اب بتاؤ کیا قصہ ہے؟“

”قص.... قصہ.... بخدا میں بھی نہیں جانتا کہ کیا قصہ ہے۔“

”پھر کو اس شروع کردی تم نے۔ اس وقت یہاں اس ویرانے میں کیا کر رہے تھے۔“

”وہ لوگ مجھے پکڑ لائے ہیں.... مجبور کر رہے تھے کہ میں شادی کر لوں۔“

”کس سے....?“

”وہ کہتے ہیں کہ وہ ایک بڑے سرمایہ دار کی بڑی ہے؟“

”بڑی دیکھی ہے تم نے....!“

”نہ نہیں جناب...!“

”میا پہلی بار پڑھا تھیں...!“

”نہیں جناب کی بار میری پائی کر پکے ہیں.... آپ کو میرے سارے جنم پر ان آئیں گے۔“

”اپنا نام اور پتہ بتاؤ۔ کس سکول میں پڑھاتے ہو۔“

”سیفیت جوزف سکول میں.... مجھے واحد علی کہتے ہیں! دولت گنج میں رہتا ہوں مگر تین سو چودہ۔“

”بھلا داد تمہیں کس طرح پکڑتے ہیں.... پچھے تو ہو نہیں۔“

”دھوکا کھا جاتا ہوں۔ آج شام کو کیفے شبانہ میں چائے پی رہا تھا۔ چائے پی کر باہر نکلا۔ ہی فٹ پا تھے سے لگا ہوا ایک موڑ رکشہ کھڑا تھا۔ میں اس میں بیٹھ گیا۔ دولت گنج چڑھا تو ہوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ وہ غلط راستے پر جا رہا ہے۔ میں نے اعتراض کیا تو ڈرائیور بوا ادھر ایک کام ہے۔ آپ جتنا ہمیشہ دیتے ہیں اتنا ہی دیجئے گا.... میں خاموش ہو رہا.... پھر سے باہر نکل آیا۔ میرے چینے چلانے پر بھی میری طرف متوجہ نہ ہوا۔ پچھے ایک کار تھی میں سمجھ گیا کہ آج پھر اسی پر اسرا رچکر میں پڑ گیا ہوں۔ ایک جگہ موڑ رکشہ کا... پچھے والی کار بھی رکی.... چار آدمی اس پر سے اترے اور مجھے پکڑ کر ایک طرف گھیٹ لے گئی۔“

”بڑی عجیب کہانی ہے...!“

”آج وہ حکم دے رہے تھے کہ اگر میں نے رضامندی ظاہرنہ کی تو مجھے جان سے مار دیں۔“

”تم آخر تیار کیوں نہیں ہو جاتے۔“

”نہیں جناب۔ موت گوارا ہے.... لیکن شادی.... ہرگز نہیں۔“

”میرا چیف تم سے مل کر بے حد خوش ہو گا...!“

”میں نہیں سمجھا جناب۔“

”وہ بھی اس معاملے میں تمہاری ہی طرح عدم المثال ہے۔“

”خداجانے...!“ وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑیا کر رہ گیا۔

”تو پھر اب تم کیا چاہتے ہو۔“

”مجھے میرے گھر پہنچا دیجئے.... ہمیشہ احسان مانوں گا۔“

”جید پکھنے بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس کہانی میں جھوٹ کتنے فیصد ہو سکتا ہے۔“ تو پھر تم ان

”جید کے سر طرح نکل بھاگے۔“ حمید نے پکھا دیر بعد اس سے پوچھا۔

”وہ سڑک تک میرے پیچھے آئے تھے.... بس کسی طرح نکل بھاگا تھا....!“

”تھاہرے گھر میں کتنے افراد ہیں....!“

”میں تھاہر ہوں.... گھر والے گاؤں میں رہتے ہیں۔“

”بن تو وہ تھاہرے گھر میں بھی گھس سکتے ہیں.... تم کیا بگاڑلو گے اُن کا۔“

”پھر تباہیے.... میں کیا کروں....؟“ اس نے سمجھی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”رنٹی ہیڈی یہ پ لئکن پر پڑی جو کچھ فاصلے پر سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔ حمید نے ہارن

”فریدی نے کھڑکی سے ہاتھ نکال کر رکنے کا اشارہ کیا تھا۔“

”گاؤں لئکن کے قریب ہی جا رکی۔

”کیا بات ہے....!“ حمید نے پوچھا۔

”پڑول ختم ہو گیا ہے.... ذرا دیکھو تو اس گاڑی کی کیا پوزیشن ہے۔“

”میں کی سے نکالنے گا کیسے....؟“

”تم فکر نہ کرو....!“

”مید گاڑی سے اترے.... گاڑی لئکن کے برابر ہی کھڑی تھی۔

”یہ لو....!“ فریدی نے اسے ربراکا ایک پلاس اپاپ دیتے ہوئے کہا۔ ”اسی پاپ سے نکال

”لی لوں گا۔“

”پھر وہ بھی لئکن سے اتر آیا.... حمید گاڑی کی میکنی میں ربر کا پاپ ڈال رہا تھا۔ فریدی بھی۔

”لے کے قریب آگیا۔

”اچاک ایک ہوا فائر ہوا اور وہ دونوں اچھل پڑے.... بارود کے دھوکیں کی بو فضا میں پھیس

”گاٹھی۔

”فریدی لئکن کی طرف چھپا۔

”اوہ....“ حمید نے اس کی آواز سنی۔ ”کھوپڑی میں گولی ماری گئی ہے۔“

حمدہ اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ کی طرف پکا۔۔۔ شادی سے ڈرنے والا گائب تھا لیکن میں پڑے ہوئے بیویش آدمی کی کھوپڑی سے خون امیں رہا تھا۔

چار لکیریں

”یہ کیا ہو گیا۔۔۔“ حمید نے بوکھارے ہوئے لجھ میں پوچھا۔

”وہ آدمی کہاں گیا۔۔۔!“

”وہ آدمی۔۔۔!“ حمید چاروں طرف اندر ہیرے میں آنکھیں چھاڑنے لگا۔ ”تلائش کرو۔۔۔ ادھر۔۔۔!“ فریدی نے باکیں جانب والی ڈھلان کی طرف اشارہ باکیں جانب اترتا چلا گیا۔

حمدہ ڈھلان سے نیچے اتر آیا تھا۔۔۔ اندر ہیرے میں کہیں کوئی متحرک چیز نہ دکھائی کہاں دوڑتا پھرے اندر ہیرے میں۔۔۔ اس نے سوچا اور اسے اپنی حماقت پر بھی عنہ تھا کہ وہ کتنی صفائی سے الو بنا گیا۔

سرک، ہارن کی آواز آئی۔۔۔ شاکر فریدی اسے واپس بلا رہا تھا۔۔۔ وہ اور فریدی لیکن میں بیٹھے چکا تھا۔

”اس گاؤں کے نمبر نوٹ کر کے تم بھی ادھر ہی آ جاؤ۔۔۔!“ اس نے حمید سے کہا ”میا نہیں ملا۔۔۔؟“ حمید نے پوچھا۔

”تھیں۔۔۔!“

حمدہ نے تارچ کی روشنی میں گاڑی کے نمبر نوٹ کے اور اگلی نشست پر جا بیٹھا۔ ”احمق۔۔۔!“ فریدی بڑا بڑا۔

”خواہ مخواہ بورنے کیجئے۔۔۔!“

”میں نے کہا تھا گاڑی میں پڑوں نہیں ہے۔۔۔“ فریدی نے کہا اور ربر کا پاپ۔۔۔ ”نیچے اتر گیا۔۔۔ حمید نے اسامنہ بنائے ہوئے پاپ میں تمباکو بھر رہا تھا۔۔۔“

”قہوڑی دیر بعد فریدی پھر لیکن میں آبیٹھا۔۔۔“

اب، ”شہر کی طرف جا رہے تھے۔۔۔“

”ماری منت بر باد ہو گئی۔۔۔“ فریدی بڑا بڑا۔ ”بیشکل تمام ایک آدمی ہاتھ آیا تھا۔۔۔“

”میں نہیں دوہاتھ آئے تھے۔۔۔“ حمید پاپ کا کش لے کر بولا۔

”میں اس لالش کی بات کر رہا ہوں۔۔۔“

”کے جائے۔۔۔!“ حمید نے لاپرواہی سے شانوں کو جبیش دی۔

”اے علم نہیں تھا کہ ان دونوں فریدی کے پاس کوئی کیس بھی تھا۔۔۔“

”کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر فریدی ہی بولا۔“ میرا خیال ہے کہ نیا گرا سے یہ خالی ہاتھ ہی

”فائدہ بڑوں میں کسی اس سے لے لیا ہو گا۔۔۔“

”بجلائیں کیا عرض کر سکتا ہوں اس سلسلے میں۔۔۔!“

”بہت چڑچڑے ہو رہے ہو۔۔۔“

”مجھے علم نہیں۔۔۔!“

”یا ایک حیرت انگیز کیس ہے۔۔۔!“

”میکن ہے۔۔۔؟“ حمید نے لاپرواہی سے کہا۔

”پھر فریدی نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔۔۔ لیکن سنہان سڑک پر تیرتی رہی۔۔۔“

”کام اب شروع ہو گا حمید صاحب۔۔۔!“ فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

”ارشاد۔۔۔!“ اکپنی حمید خود کو ایک ناچپ لاکڑ سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔۔۔“

”یہ لالش ایک بڑے آدمی کی کوئی خی کے سامنے چھوڑ دی جائے گی۔۔۔“

”خیال اچھا ہے۔۔۔ اس طرح ہمارا فنگر پر نت سیکش بڑی آسمانی سے ہماری انگلیوں کے

مات کے فتوٹے کے گا۔۔۔“

”خوشی ہوئی کہ تمہاری سوچ جو بوجھ بوجھ رہی ہے۔۔۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن ہم انہیں اس کا

تفہ نہیں دیں گے۔۔۔ اس کے جسم سے وہ ساری چیزیں علیحدہ کر دیں گے جن پر انگلیوں کے

مات مل سکتے کے امکانات ہوں۔۔۔“

”اس کے جوتے اتار کر بھاگنے گا۔۔۔“

”خالی درست ہے۔۔۔ جو توں ہی پر امکانات ہو سکتے ہیں لہذا اتارنے کی بھی ضرورت۔۔۔“

نہیں۔ صرف رومال پھیر دینا کافی ہو گا۔
”اب یہ وقت رہ گئی ہے ہماری کہ لاشوں کے جو تے صاف کرتے پھریں۔“
بولा۔

”لیکن جناب....!“ حمید نے کچھ دیر بعد دانت پر دانت جما کر کہا۔ ”ابھی شہر میں پہلی ہو گی۔ ہم یہ لاش وہاں ڈالیں گے کیسے؟“
”نہیں وہ علاقہ قطعی طور پر ویران ہو چکا ہو گا.... لیکن پھر بھی تمہاری بوکھاہر ہو گی۔“

”میں نہیں سمجھا۔“
”وہیں چل کر سمجھ لیتا....!“

حید بنجھے ہوئے پاپ کو دوبارہ سٹاگاہ تھا۔
کار شہر کے اس حصے میں داخل ہو رہی تھی جہاں بہت بڑے بڑے تاجروں تھیں۔ یہاں ساری سڑکیں سنسان نظر آئیں.... عمارتوں کی کھڑکیوں سے گہری نیلے رنگ کی روشنیاں پھوٹ رہی تھیں۔

لئکن ایک عمارت کے چانک سے چند گز دور جا کر رک گئی۔
”کیا....؟“ حمید کے لمحے میں بچھ بوکھاہٹ تھی۔

”؟....!“ فریدی مسکرایا۔ ”غالباً محبوبہ دلوaz کی کوٹھی ہے....!“
”بنی کہ یہاں....؟“

”خود اور....!“

”مم... مگر....!“

”کچھ نہیں....!“ فریدی نے سخت لمحے میں کہا۔ ”نیچے اترو....!“
حید اتر انہیں بلکہ لا حک آیا۔

”آپ جانتے ہیں یہاں کون رہتا ہے....؟“ حمید نے سر گوشی کی۔
”وقت نہ ضائع کرو....“ فریدی نے اُسے پچھلی نشست کی طرف دھکیل دیا۔

دونوں نے پچھلی نشست سے لاش اٹاری اور عمارت کے چانک کے قریب تھا۔

”نہیں تھی ہو گئی تھیں۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کافوں میں سیپیاں کی نگری ہوں۔
ہماری پھر گاڑی میں آئی۔.... گاڑی چل پڑی.... حمید کبھی فریدی کی طرف دیکھنے لگتا
ہوا۔“

”لادٹھیلڈ کی طرف۔
نہیں خاموش تھا.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ گھنٹوں سے صرف خیالات
دبارہ ہو۔ تاکہ پیروں کو جتنش بھی نہ دی ہو۔
”اپ نے اچھا نہیں کیا....؟“ حمید کھاکار کر بولا۔
”میں مطلب؟“

”وہ بہت کمزور دل کا آدمی ہے.... کہیں حرکت قلب بند نہ ہو جائے۔
”پڑھ نہیں تم کس کی باتیں کر رہے ہو۔“

”پھر آپ نے محبوبہ دلوار کا حوالہ کیوں دیا تھا۔“

”یام آج کل روز استھا سے پیٹکیں نہیں بڑھا رہے....؟“

”اس لئے آپ چاہتے ہیں کہ سرستھا کا ہارت فیل ہو جائے۔“

”یکم شیخم آدمی ہے۔“

”دل کے دورے پڑتے ہیں اس پر.... آخر لاش اسی کے دروازے پر کیوں ڈالی گئی ہے۔“

”داغ مت چاؤ.... ابھی گاڑی دھونی ہے....!“

”کیا زبان سے دھوئی جائے گی....؟!“ حمید جھنجھلا کر بولا۔

”نہیں کچھ نہ بولا۔“

”حمد نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔ ”وہ کون تھا اور آپ کا کیمرہ کیوں لے بھاگا تھا؟“

”میں نے کچھ تصویریں لی تھیں۔“

”کیا اس کا تعلق اسی ڈانسگ پارٹی سے تھا....؟“

”اُم....!“ فریدی ہلکے سے قہقہے کے ساتھ بولا۔ ”تم شاید یہ سمجھ رہے ہو کہ میں نے اس

مر کی تصویریں لی تھیں....!“

”ہم....؟“

”تصویریں اس آدمی کی تھیں جو نئے میں خود بھی ناچنے کی کوشش کر رہا تھا۔“

”اب کچھ نہیں پوچھوں گا...!“ حمید نے بے اعتباری سے کہا۔
”یقین کرو....!“

بیٹا پاپے جید کو گھور تارہ پھر بولا۔ ”تم نے میری زندگی بر باد کر دی ہے؟“
”میں بوس کرو....!“ حمید نے جھنجلا کر کہا۔
”یقین کر کے کیا کروں گا جبکہ اس کے باوجود بھی کچھ سمجھے میں نہ آئے۔“ حمید
ہاتھ مار کر بولا۔
جید کو گھور کر دیکھا۔

”فی الحال میں کچھ سمجھانا بھی نہیں چاہتا۔ تم جانتے ہو جب تک کوئی چیز خود میرے
میں صاف نہیں ہو جاتی۔ اسے زبان پر نہیں لاتا۔ عرصہ سے کچھ لوگوں کی گرفتاری کر دی جائے۔
بالآخر وہ لوگ ہوشیار ہو ہی گئے.... اور کم از کم ان کی آج کی حرکت سے یہ تو ثابت ہوئے
میری محنت بر باد نہیں ہوئی۔“

”یقین....!“ وہ بوکھائے ہوئے انداز میں انھوں کرہاتھ پیشانی تک لے گیا۔
”یقین....!“ فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”لیکن جید کو اسی طرح چھاڑ کھانے والے انداز میں گھور تارہ۔
قام پیٹھے گیا....“
”صوری اور زندگی کی بر بادی سے کیا تعلق....؟“ حمید نے اس سے پوچھا۔
”ہاکل تعلق ہے....!“ قاسم غرایا۔ ”میں کہہ رہا تھا کہ میں مصور نہیں بن سکتا۔ قہنے لگے
بن سکتے ہو....!“ اب بتاؤ۔“

”بہتر ہے تم تھوڑی دیر خاموش رہو۔“ فریدی نے کہا۔
”تھاں تک رہوں خاموش....!“
”اب تو آخر کیا ہوا....؟“ حمید نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔
”تھاری ایسی کی تیسی ہوا....!“
”ہوا نہیں ہوئی....!“

”میگے سے.... تم سالے بتاؤ میں اب کیا کروں۔“
”میا تم آدمیوں کی طرح گفتگو نہیں کر سکتے۔“ فریدی نے خنک لہجے میں پوچھا۔

”ہر سکا ہوں.... مگر نہیں کروں گا۔“
فریدی نے حید کو غصیل نظروں سے گھورنا اور کمرے سے نکل گیا۔

”مید قاسم کے قریب آکر اس کا شانہ سہلانے لگا اور اس نے کسی خریلی عورت کے سے
ڈرائیکٹ روم میں قاسم ہی ان کا منتظر تھا۔ رہ رہ کر اس طرح آنکھیں چھاڑنے لگا۔
انکھیں اس کا ہاتھ جھک دیا۔“

”اب کچھ نہیں پوچھوں گا....!“ حمید نے بے اعتباری سے کہا۔
”یقین کرو....!“

”فی الحال میں کچھ سمجھانا بھی نہیں چاہتا۔ تم جانتے ہو جب تک کوئی چیز خود میرے
میں صاف نہیں ہو جاتی۔ اسے زبان پر نہیں لاتا۔ عرصہ سے کچھ لوگوں کی گرفتاری کر دی جائے۔
بالآخر وہ لوگ ہوشیار ہو ہی گئے.... اور کم از کم ان کی آج کی حرکت سے یہ تو ثابت ہوئے
میری محنت بر باد نہیں ہوئی۔“

”حید ہن پر زور دینے لگا۔ اس نے ان دونوں فریدی کو اکثر مودوی کیسرہ استعمال کر
تھا۔ راہ پلے تصویریں لینے لگا۔“

”تو کیا.... وہ کیسرہ؟“
”ہاں.... کیسرہ ہی تو بعض چیزیں اجاگر کرنے کا باعث بتاتا ہے۔“
”کیا آپ مجھے کیسرے ہی کے بارے میں مزید کچھ بتا سکیں گے۔“
”بتاؤ گا....!“ فریدی نے کہا اور مزید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

”لئکن فریدی کی کوئی کی کپاڈ نہ میں داخل ہو رہی تھی۔ لیکن انہیں یہ دیکھ کر حیرت
چھاک بند نہیں تھا.... چوکیدار چھاک کی طرف آتا دکھائی دیا.... پورچ میں ایک گاڑی
نظر آئی۔“

”مادر والا....!“ حمید کرہا۔
”کیوں....؟ کیا ہوا....؟“
”قاسم کی یوں معلوم ہوتی ہے۔“

”کیا تم کسی طرح اس سے اپنا پوچھا نہیں چھڑا سکتے۔“ فریدی نے ناخوٹگوار لہجے میں کہا
”حید کچھ نہ بولا۔ فریدی گاڑی کو کیراج کی طرف لے جا رہا تھا۔“
”ڈرائیکٹ روم میں قاسم ہی ان کا منتظر تھا۔ رہ رہ کر اس طرح آنکھیں چھاڑنے لگا۔
سے پوچھا چھڑانے کی کوشش کر رہا ہو۔ انہیں دیکھ کر سیدھا ہو بیٹھا۔ چند لمحے منہ کو۔“

نومبر 29

”ابے کیا میں روز اسہنا ہوں کہ بتاؤں....؟“ قاسم جھلا کر بولا۔
”نہیں نہیں! تم تو نیلم پری ہو۔“

”اور کیا....؟“ قاسم نے رو میں سر ہلا کر کہا۔ پھر سنجھل کر بولا۔ ”تیقیا۔“
”کچھ بھی نہیں! تم شروع سے بتاؤ کہ کیا ہوا تھا۔“

قاسم نے اپنی کہانی شروع کر دی۔ حمید غور سے سنتا رہا۔۔۔ فریدی اس وقت کرنے میں
رافل ہوا جب قاسم کہہ رہا تھا۔ ”وہ میری تصویریں دیکھتی پھر رہی تھی ایک تصویر دیکھ کر نہ جانے
کیوں ڈر گئی۔ پھر گری اور بیہوش بھی ہو گئی۔ بڑی مشکل سے ہوش میں آئی۔۔۔ اور اب کہتی
ہے کہ میں کوئی سے باہر قدم نہ نکالوں گی۔“

فریدی دروازے کے قریب ایک کرسی پر خاموشی سے بیٹھ گیا تھا۔

”کوئی وجہ بھی بتاتی ہے یا....؟“

”اے کچھ بھی نہیں! لاکھ لاکھ پوچھا۔ جواب ندارد۔۔۔ اور وہ ظالم جہاں بیگم میرا کلیچہ
کھائے لے رہی ہے۔ کہتی ہے تم لوگ ڈرامہ کر رہے ہو۔۔۔ اس طرح اس عورت کو گھر میں
ذلتے کا ارادہ ہے۔۔۔ اب بتاؤ سالے میں کیا کروں۔۔۔ مصور تو بنادیا تھا۔۔۔!“

”واقعی تمہاری بیوی آپے سے باہر ہو رہی ہو گی۔“ حمید نے پر تشویش لجھ میں کہا۔

”زندگی حرام کر دی ہے۔“

”کیا روز اسہنا باب بھی کوئی سی میں ہے۔“

”اے تم ہوش میں ہو یا نہیں! کوئی سی میں نہ ہوتی تو میں یہاں بیٹھا ہوتا۔“

”کیا قصہ ہے....؟“ فریدی نے پوچھا۔

”بھوک کے مارے بولا نہیں جا رہا مجھ سے۔ اب پھر قصہ سناؤں۔“ قاسم پیٹ پر باتھ پھیر
کر مردہ کی آواز میں بول گا۔ ”ابھی رات کو کھانا بھی نہیں کھایا۔ ستم نے کھانا بھی نہیں پکنے دیا۔ قہتی
ہے بھوکا ماروں گی حرامزادی کو۔“

حمدی نے جلدی جلدی فریدی کو پوری کہانی سنائی۔۔۔ فریدی تھوڑی دیر میک کچھ سوچتا رہا پھر
بولا۔ ”وہ تصویر کیسی تھی۔“

”وہ میری تھی ہی نہیں۔“

”پچھے بولو بھی پیارے....“ حمید نے کہا۔

”اب یہ بولوں گا کہ اللہ کرے تم مر جاؤ۔۔۔!“

”ٹھیک ہے مر بھی جاؤں گا۔۔۔ لیکن تم....؟“

”نہیں ابھی مر و....؟“

”ابے ہوش ہے یا نہیں....؟“

”میں تو ہوش میں ہوں۔۔۔ مگر وہ سالی کیوں بے ہوش ہو گئی تھی اور کیوں میرا
سوار ہے۔“

”کون کس کی باتیں کر رہے ہو۔“

”روز اسہنا کی....؟“

”کون روز اسہنا۔۔۔ میں نہیں جانتا۔“

”وہی جو میری نمائش کرنا چاہتی تھی۔“

”تمہاری نمائش....؟“ حمید نے حیرت سے کہا۔ ”تمہاری نمائش کوئی عورت کرنا چاہتا
ہے۔“

”میری نہیں میری تصویروں کی....!“

”آہ تو یہ کہو۔۔۔ بڑے صور ہو رہے ہو۔“

”جی نہیں میں بالکل چکد ہو رہا ہوں۔“ قاسم نے جلے کئے لجھ میں کہا۔

”تو روز اسہنا تمہاری تصاویر کی نمائش کرنا چاہتی ہے....!“

”اے تم میری جان بچاؤ۔۔۔ ہاں۔۔۔!“ قاسم آنکھیں نکال کر گھونسہ دکھاتا ہوا
”تصویروں کی نمائش سے....!“

”نہیں اپنے بادا کے کفن سے.... تم سمجھتے قوں نہیں۔“

”سمجھنے ہی کی کوشش کر رہا ہوں۔“ حمید سر ہلا کر بولا۔ ”تو وہ روز اسہنا کیا کہتی ہے۔“

”میری ہی کوئی سی میں رہ پڑی ہے.... کہے گی کیا۔“

”کیا مطلب....؟“

”کہتی ہے میں اب اس گھر سے باہر قدم نہ نکالوں گی۔“

”مگر کیوں....؟“

”تو کیا تم نے دوسروں کی تصاویر بھی اپنے نگار خانے میں رکھ چھوڑی ہیں۔“
”ہرگز نہیں! مجھے کیا پڑی ہے کہ دوسروں کی تصویریں اپنے نغار خانے میں رکھتا ہو تو
”وہاب تصویر کہاں ہے؟“
”ساتھ لایا ہوں.... سمجھ میں نہیں آتا سالی قیسے آئی وہاں.... جب میں کمرے
اس وقت تو نہیں تھی۔“

”لاؤ مجھے دکھاؤ....!“
”وہ رکھی ہے۔“ قاسم نے میز کی طرف اشارہ کیا جس پر پرانے اخبار میں لپٹا ہوا یک
تصویری فریم رکھا ہوا تھا۔

حید نے جھپٹ کر اسے اٹھایا۔
یہ سرخ رنگ کی تین متوازی لکریں تھیں۔ جنمیں سیاہ رنگ کی چوتھی لکیر درمیان نے
کرتی تھی۔

فریدی انہیں غور سے دیکھتا ہے۔ پھر قاسم سے بولا۔ ”بہتر ہے تم یہیں کھانا کھاؤ۔“
قاسم منہ چلانے لگا۔ فریدی نے گھٹنی بجائی۔ ایک ملازم کمرے میں داخل ہوا۔ فریدی
کچھ ہدایات ذیں اور قاسم کو اس کے ساتھ بیچ دیا۔
اب وہ حید کو گھور رہا تھا۔

”ہوں اب تم بتاؤ۔“ فریدی نے اس سے کہا۔
”میں کیا بتاؤں....؟“

”مجھ سے بھی اڑنے کی کوشش کرو گے؟“
”میں نہیں سمجھا آپ کیا پچھنا جائتے ہیں۔“
”روزانہ کو اس کے گھر کس نے بھیجا تھا۔“
”میں نے....!“
”کیوں؟“
”تفریجیا! اس نے بتایا تھا کہ پلچر سنتر کا فنڈ ختم ہو گیا ہے۔ میں نے سوچا اس طرح وہ
سے کچھ وصول بھی کہے گی۔“

”لیکن وہ اس کی کوئی بھی میں جرم کر رہا تھا۔“ فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔
”جیسے میری ایکیم میں شامل نہیں تھی۔ خود مجھے بھی اس پر حیرت ہے۔“
”روزانہ کو کب سے جانتے ہو۔“
”ردا پہلے پلچر سنتر کے کسی فناش میں کسی نے تعارف کر ایا تھا۔“
”ردا پہلے پلچر سنتر کے موقع پیدا کرتی رہی ہو گی کیون....؟“
”پھر وہ خود ہی تم سے ملنے کے موقع پیدا کر دیا۔“
”بب بات تو کچھ ایسی ہی ہے۔“ حید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”پتہ نہیں کیا چکر ہے۔ ابھی ابھی
بلاش اس کی کوئی بھی کے سامنے پھینکی گئی اور خود اس مصیبت میں گرفتار ہے۔“
فریدی کچھ نہ بولا۔ قاسم کچھ دیر بعد پھر دکھائی دیا لیکن اس بار چہرے پر جھلامٹ کی بجائے
اکون پایا جاتا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کوئی بے حد خوش اخلاق آدمی ہو۔
فریدی نے اس کے ساتھ اس کی کوئی تک جانا منظور کر لیا تھا۔
”قریل صاحب۔“ قاسم چیک کر بولا۔ ”میں صرف یہی چاہتا ہوں کہ وہ اس وقت تو کوئی
چلی ہی جائے۔“
”اور اس کے بعد....؟“ فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔
”میں ہی ہی ہی ہی....!“ قاسم آنکھیں چراتا ہوا اکھیانی نہیں ہنسا۔
”اس کے بعد تو یہ اپنے والد صاحب سے اس کا نکاح پڑھوادیں گے۔“ حید نے کہا۔
”اے اے....!“ قاسم مکاتاں کر بولا۔ ”ابھی میں تمہارے باپ کا نکاح پڑھوادوں تو کیا
گھاگھا۔“

فریدی نے بیچاڑ کرایا اور نہ قاسم تو آپ سے باہر ہو گیا تھا۔
کوئی پہنچ کر معلوم ہوا کہ روزانہ سورہ ہی ہے۔ قاسم اس لکر میں تھا کہ فریدی کسی نہ کسی
ٹھنڈائے کوئی سے لے جائے لیکن فریدی تو دراصل یہ معلوم کرنے گیا تھا کہ وہ تصویر قاسم
کے نگار خانے میں کیسے پہنچی تھی۔ اس نے اس کے سارے ملازموں کو طلب کر لیا۔ ان میں
سے ایک بہت زیادہ نرس نظر آ رہا تھا۔ فریدی نے سوالات کی بوچھاڑ کی تو اسے اعتراف کرنا ہی
چاکرہ غلطی اسی سے سرزد ہوئی تھی۔ اس نے بتایا کہ جب قاسم ذرا لٹک روم میں روزانہ سے
لٹکو کر رہا تھا باہر ایک آدمی نے اسے وہ تصویر دے کر اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ وہ ان کے نگار

خانے میں پہنچنے سے قبل عی وہاں رکھ دے اس کام کا صلہ اسے میں روپوں کی شکل میں طافر پھر اس نے اس آدمی کا جو حلیہ بتایا اس سے حمید نے بھی اندازہ لگایا کہ وہ یقین طور پر اپ میں رہا ہو گا۔

پھر وہ روز اسہنہ والے کمرے کا دروازہ کھلوانے کی کوشش کرتے رہے لیکن کامیاب نہ ہوا۔

چیخیں

سر فیڈر ک سہا شہر کے متول تین آدمیوں میں سے تھا۔ دوسری جنگ عظیم سے پلا صرف فیڈر ک سہا تھا۔۔۔۔۔ جنگ کے زمانے میں مٹڑی کے ٹھیک لئے اور حرث اگری طور پر صرف دولت مند ہوتا گیا بلکہ جنگ ختم ہونے سے قبل عی تاٹ ہڈ بھی نصیب ہو گئی۔ آزادی کے بعد صنعتی کاروبار میں سرمایہ لگا۔ پھر اور تیزی سے بھلے چھوٹے لگا اور بپورے ملک میں دوچار ہی اس کی ٹکر کے رہے ہوں گے۔

یحیم شیخ آدمی تھا۔ لیکن سننے میں آتا تھا کہ ول کے دورے اسے کچوے سے بھی بڑے دیتے ہیں۔

آج وہ دیر تک سوتا رہا تھا۔۔۔۔۔ اٹھنے کے بعد یہٹی کے لئے گھنٹی جگائی تھی لیکن کوئی گی آیا۔۔۔۔ آختر جھلا کر خود ہی اٹھا۔ خواب گاہ نے لکھا لیکن گھر میں سننا محسوس ہوا۔۔۔۔ وہ ایسا نوکروں کو نام لے کر پکارا مگر جواب نہ ملا۔ جھلا کر آگے بڑھتا چلا گیا۔

ہر طرف سناتا ہی تھا۔ اسی طرح چلا ہوا وہ بیر و فی برآمدے تک آیا۔ نظر و سمع لانے سے کر پھانک تک پہنچی جہاں بھیڑ نظر آرہی تھی۔ پولیس کی دو گاڑیاں کھڑی دکھائی دیں۔ اس کے م Laz میں نے شاید اسے دیکھ لیا تھا اس لئے وہ جھپٹتے ہوئے اس کی طرف آئے۔

”کیا بات ہے؟“ سر سہا نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”حضور....!“ ایک ملازم ہانتا ہوا بولا۔ ”پھانک پر لاش....!“

”کیا....!“

”پھانک پر کسی کی لاش پڑی پائی گئی ہے۔ پولیس آفیسر آپ کو پوچھ رہا تھا۔“

”م..... مجھے پوچھ رہا تھا۔“ سر سہا نے کہا۔ اس کا چہہ یک یہک زرد پڑ گیا تھا اور ایسا معلوم رہا تھا جیسے پلکیں کسی دباؤ کی بناء پر جھکی پڑ رہی ہوں۔ اگر نوکر آگے بڑھ کر اُسے سہارا نہ دیتے تو اپنے گری پڑا ہو گا۔

وہاں سے سہارا دیتے ہوئے ڈرائیکٹر روم میں لائے اور ایک آرام کر سی پر لادیا۔ ایک طازم ڈاکٹر کو فون کرنے لگا۔ برآمدے میں قدموں کی چاپ سنائی دی۔ دوسرے طازم اُدھر جھپٹا۔ آئے والا پولیس انسپکٹر تھا۔

”صاحب پر ول کا دورہ پڑ گیا ہے.... میں نے انہیں لاش کے متعلق بتایا تھا۔“ اس نے لیں انسپکٹر سے کہا۔

”اوہ.... مجھے افسوس ہے۔“

”ڈاکٹر کو فون کیا گیا ہے۔“

انسپکٹر پھر واپس چلا گیا۔۔۔۔۔ سر سہا آنکھیں بند کئے گئے سانسیں لیتا رہا۔ کچھ دیر بعد انھیں کھول کر اُس نے خیف آواز میں کہا۔ ”بے بی کو بلاو۔“

”بی.... بی.... وہ تو نہیں ہیں۔“ ایک نوکر نے جواب دیا۔

”کہاں گئی....؟“

”بی وہ تورات بھی نہیں تھیں۔“

”رات بھی نہیں تھی۔“ سر سہا نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے حرث سے کہا۔

”بی صاحب! رات نہیں آئی تھیں۔“

وہ حرث سے آنکھیں پھاڑے خالیں گھورتا رہ پھر آہستہ سے پوچھا۔ ”کس کے ساتھ گئی تھی؟“

”تھا.... یہاں کوئی نہیں آیا تھا....؟“

”یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ کہاں جا رہی ہے۔“

”بی نہیں۔“

”اس کے دوستوں کو فون کر کے معلوم کرو۔“

”ہم کسی کو بھی نہیں جانتے صاحب۔“ اس طازم نے کہا اور دوسرے ول کی طرف مستفرانہ انداز میں دیکھنے لگا۔۔۔۔۔ لیکن انہوں نے فنی میں سر ہلانے۔

”کچھ کرو....!“ سر نہانے جھلائے ہوئے لبجھ میں کہا۔

”جی ہاں....جی ہاں....جی اچھا۔“ ملازم نے بوکھلائے ہوئے لبجھ میں کہا۔

انتے میں برآمدے میں پھر قدموں کی چاپ گوئی... ایک ملازم باہر گیا اور واپسی پر وزینگ کارڈ لایا۔

سر نہانے وزینگ کارڈ پر نظر جائے ہوئے آہستہ سے کہا۔ ”کرٹل فریدی...!“ پھر کچھ سوچتا ہا پھر بولا۔ ”اندر بلا لو۔“

فریدی کے ساتھ حمید بھی تھا۔

”معاف کیجئے گا۔“ سر نہانے لیئے ہی لیئے کہا۔ ”میں آپ کے استقبال کے لئے انھوں نکلے۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“

”کوئی بات نہیں! آپ لیئے رہئے۔ نادقت تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔“

”ملازموں نے بتایا کہ یہاں میرے چھانک کے قریب ایک لاش پڑی ہوئی ہے۔ دل رہے ہیں۔“ ساگا... اور اب میرے ہاتھ پر قابو میں نہیں ہیں... میں دل کامر یعنی ہوں۔“

”ملازموں کو احتیاط برتنی چاہئے تھی۔“

”جالی ہیں نہے...!“ سر نہانے غصیلی آواز میں کہا۔

”میں دراصل ایک ضروری کام سے آیا تھا۔ آپ کی صاحبزادی۔“

”اوہ.... وہ کہاں ہے؟ مجھے بتائیے.... میں بہت پریشان ہوں۔ ملازموں نے بتایا ہے چھلی رات بھی نہیں آئی تھی۔“

”وہ کسی شافتی تحریک سے بھی نسلک نہیں۔“

”جی کلپر سنتر کی سیکریٹری ہیں آپ بتائیے وہ کہاں ہے۔“

”وہ قطعی محفوظ ہیں آپ مطمئن رہئے۔“

”میں پوچھ رہا ہوں وہ ہے کہاں....؟“ سر نہانے کسی قدر ترشوی سے پوچھا۔

”اس وقت.... عاصم ولا میں ہیں۔“

”عاصم ولا میں....!“ سر نہا کے لبجھ میں تحریقہ۔ ”کیوں....؟“

”وہ ہاں ایک مصور کی تصویریں دیکھنے گئی تھیں۔ ایک تصویر پر نظر پڑتے ہی جاؤ۔“

”اوہ.... ہوش آنے پر بے حد خوفزدہ نظر آرہی تھیں.... اور پھر انہوں نے کوئی سے باہر نہ مل کا لئے سے انکار کر دیا۔ چھپلی رات وہ وہیں سوئی تھیں۔“

”عاصم ولا کہا ہے؟“

”آپ سیئہ عاصم سے تو واقعہ ہی ہوں گے۔“

”اوہ.... وہ.... مگر کیوں؟“ سر نہا مختصر بانہ انداز میں بڑھ دیا۔

”میا آپ وہ تجویز دیکھیں گے....؟“ فریدی نے پوچھا۔

”کیوں نہیں.... ضرور ضرور....!“

فریدی نے حمید کی طرف دیکھا اور حمید نے کاغذ میں لپٹا ہوا فرمیں اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ ان چار لکریوں کو بغور دیکھتے رہئے کی بعد بولا۔ ”اول تو یہ تصویر نہیں ہے۔ صرف چار لکریں ہیں.... دوم ان میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کسی کی بے ہوشی کا باعث بن سکے؟ کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں۔“

”بھلا میں آپ کا وقت کیوں برداشت کرنے لگا۔“ فریدی نے خنک لبجھ میں کہا۔

”آپ نے اس سے پوچھا تھا...؟“

”وہ کچھ بتانے پر تیار نہیں....!“

”بڑی عجیب بات ہے۔“

”وہاب بھی کوئی سے ہاہر نکلنے کو تیار نہیں....!“

”مجھے لے چلتے.... لیکن لیکن.... یہ لاش.... مجھے اس لاش کے متعلق بتائیے۔“

”میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ میں آکر معلوم ہوا تھا کہ کوئی لاش آپ کے چھانک پر پائی گئی ہے۔“

”میں لاشیں نہیں دیکھ سکتا۔“ وہ خوفزدہ لبجھ میں بولا اور خاموش ہو کر نیچلے ہونٹ پر زبان پھریرنے لگا۔

”لیکن وہ تو آپ کو دیکھنی ہی پڑے گی.... کاروائی شاخت میں آپ کی شرکت ضروری ہو گی۔ کیونکہ لاش آپ کے چھانک پر پائی گئی ہے۔“

”میرے خدا.... میں دل کامر یعنی ہوں....؟“

”تو پھر آپ کتنی دیر بعد میرے ساتھ چل سکیں گے۔ کیونکہ عاصم ولا والے بھی اس والہ

کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔

”میاداہ بے بی کو بچانے نہیں۔“

”ہو سکتا ہے عام صاحب بچانے ہوں لیکن وہ اس عمارت میں نہیں رہتے۔“

”پھر وہاں کون رہتا ہے۔“

”عام صاحب کا لڑکا قاسم...!“

”خیر.... خیر.... میں ذرا....!“

”ہاں آپ اطمینان سے فارغ ہو جائے.... میں انتظار کروں گا۔“

سر سہا نہیں وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ حید فریدی کو ٹوٹنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا

دیر بعد اس نے آہستہ سے کہا۔ ”آپ نے اس کا تذکرہ نہیں کیا کہ یہ تصویر وہاں کیوں کر پہنچی تھی

فریدی مفترسی ”ہوں“ کے ساتھ دوسری طرف دیکھنے لگا اور وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

تصویر میز پر سکھلی پڑی تھی۔ کچھ دیر بعد ایک ملازم نے آپ کو پوچھا۔ ”صاحب نے پوچھا ہے

آپ کافی پیانا پسند کریں گے۔“

”نہیں شکر یہ....! ہم ناشتہ کر کچے ہیں۔“ حید بولا۔

ملازم تصویر کی طرف بخوردیکھ جا رہا تھا۔

”کیوں؟ کیا اس تصویر میں کوئی خاص بات ہے؟“ حید نے اس سے پوچھا اور وہ پوچھا

پڑا۔۔۔ پھر ہلاکر بولا۔ ”جج جی.... نہ نہیں تو۔“

حید نے فریدی کی طرف دیکھا جس کے ہونٹوں پر معنی خیز سی مکارہٹ تھی۔ وہ چلا

فریدی نے حید سے کہا۔ ”میں سر سہا کو لے جاؤں گا۔ تم چھانک پر رکنا میرا خیال ہے کہ وہا

تصویر کے مقلع پکھنہ کچھ ضرور جاتا ہے۔“

”میں دیکھ لوں گا....!“ حید بولا۔

لتیریا پندرہ یا میں منٹ بعد سر سہا پھر ڈرائیک رومن میں داخل ہوا۔

”میں بے حد شرمندہ ہوں۔“ اس نے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیا آپ چل رہے ہیں میرے ساتھ۔“

”مجی ہاں۔“

وہ باہر آئے۔ ذرا بیجور نے گاڑی نکالی۔ اتنے میں انکی بھی تیزی سے ان کی طرف آتا

کمال رہا۔ ”اوہ....!“ سر سہا بڑا بڑا۔ ”یہ حضرت لاش مجھے ضرور دکھائیں گے.... میرے خدا۔“

بہر حال اسے لاش دیکھنی ہی پڑی تھی۔ اس کے بیان کے مطابق مرنے والا اس کے لئے

نہیں تھا۔

پھر فریدی اسے اپنے ساتھ لے گیا تھا اور حید وہیں رک گیا تھا۔ وہ پھر کپاؤٹھ میں داخل

ول سارے ملازمین دوبارہ باہر آگئے تھے۔

حید نے اس ملازم کو ایک طرف بلا یا جس سے تصویر کے متعلق گنتگو ہوتی تھی۔

”تم لوگوں نے رات کو کسی قسم کی کوئی آوار نہیں سن سکتی۔“ اس نے اس سے پوچھا۔

”نہیں صاحب۔“

”کسی گاڑی کے رکنے کی آواز....؟“

”ہو سکتا ہے۔ صاحب گاڑیاں تورات بھر گزرتی رہتی ہیں۔“

”یہاں کوئی چوکیدار بھی ہے۔“

”مجی ہاں جناب....!“

”میاداہ بچھلی رات ڈیوٹی پر نہیں تھا۔“

”تھا جناب....!“

”بڑی بحیر بات ہے۔“

”اچھا یہ مس روزا سہا اکٹھ گھر پر نہیں رہتیں۔“

”ایسا تو کبھی نہیں ہوا جناب۔ یہ پہلا موقع تھا۔“

”ان کے احباب تو آتے رہتے ہوں گے۔“

”مجی ہاں.... بھی بھی۔“

”ان میں کسی کا نام اور پتہ بتا سکو گے۔“

”نہیں جناب۔“

”تم اس تصویز کو بہت غور سے دیکھ رہے تھے؟“

”نہیں تم مطمئن رہو۔ اگر ان کے دوستوں کے متعلق کچھ بتا سکو تو بہتر ہے۔ مثال کے طور پر کوئی ایسا آدی بھی ملتا ہے ان سے جسے دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتی ہیں۔“
”نہیں صاحب! مجھے کبھی اتفاق نہیں ہوا۔“

”غیر... جاؤ...!“
لازم چلا گیا۔ حمید پھر شہزادہ ہوا پیٹک کی طرف آیا۔ لاش اخنوائی جاری تھی۔ سب انسپکٹر حمید کے قریب آ کر بولا۔ ”آپ لوگوں نے لاش کا معافہ نہیں کیا۔“
”ہم اس لئے نہیں آئے تھے انسپکٹر...!“ حمید نے خوش اخلاقی سے کہا۔ ”دوسرے معاملہ تھا۔ لاش کے بارے میں تو یہیں آکر معلوم ہوں۔ ویسے پتہ چلا کون تھا۔“
”جی نہیں! اس کے پاس سے بھی کوئی ایسی چیز برآمد نہیں ہوئی جو اس کی شخصیت پر روشنی
ڈال سکتی۔“

”وکھوکیا ہوتا ہے۔“ حمید نے کہا اور دوسری طرف مڑکر بجھا ہوا سارے سلگا نے لگا۔
کچھ دیر تک وہیں کھڑا رہا۔ پھر ایک جانب چلنے لگا۔ وہ روزا سنہا سے ملنے اور گفتگو
کرنے کے لئے بے چین تھا۔ بچھلی رات وہ چینتے ہی رہ گئے تھے لیکن روزا نے دروازہ نہیں کھولا
تھا۔ صبح بیشکل تمام اس تک پہنچے تھے لیکن اس نے کچھ نہیں بتایا تھا بس یہی کہتی رہی تھی۔ ”پتہ
نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں خود بھی نہیں سمجھ سکتی۔“
لیکن فریدی نے اس سے یہ نہیں کہا تھا کہ اسے اپنے گھر چلا جانا چاہئے اور نہ خود گھر تک پہنچا
دینے کی پیش کش کی تھی۔

وہ لکریں کیسی تھیں؟ وہ سوچ رہا تھا۔ اور پھر نوکر کے بیان کے مطابق وہ فریم کچھ دن
روز کے بضہ میں بھی رہ چکا ہے۔ قاسم کی کوئی تکمیل اسے کس نے پہنچایا تھا۔
وہ خیالات میں کھویا ہوا چلتا رہا۔ دفعٹا پے درپے ہارن کی آواز سن کر گاڑی کی طرف
 متوجہ ہوا جس کی رفتار کم ہو چکی تھی۔ یہ فریدی کی لئکن تھی۔ فرید۔ اسے اشارے
سے بلا یا۔ حمید گاڑی میں بیٹھے چکا تو اس نے کہا۔ ”روز اپنے باپ کی گاڑی میں ہے۔ میں پھر سر
سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں اس لئے ہم وہیں جل رہے ہیں۔“
”روزانے کچھ بتایا...؟“ حمید نے پوچھا۔

”جی... جی ہاں... جی نہیں....!“
”کیا بات ہوئی۔“
”پتہ نہیں....!“
”تم نے پہلے بھی کہیں دیکھی تھی۔“
”دیکھی تھی.... جی نہیں۔ پتہ نہیں مجھے کیا کہنا چاہئے....“ وہ منظر بانہ انداز میں
ہوا اپنی پیشانی ملنے لگا۔
”وہی خود تم حقیقتاً کہنا چاہتے ہو۔ پتہ بات۔“
”یہ تصویر مس صاحب کے لئے بڑی پیشانیاں لاتی ہے۔“
”میں نہیں سمجھا۔“
”ایک باروہ اس تصویر کو دیکھتے دیکھتے بے ہوش ہو گئیں تھیں۔“
”کیا یہیں گھر پر...!“
”جی ہاں اپنے کمرے میں پھر یہ تصویر غائب ہو گئی تھی۔“
”غائب ہو گئی تھی۔“
”جی ہاں جتاب.... اس دوران میں مس صاحب بہت زیادہ خوفزدہ نظر آتی رہی تھیں۔
”آئی کہاں سے تھی۔“
”پتہ نہیں مس صاحب نے مجھے پوچھا تھا کیونکہ میں ہی ان کے کمرے کی دیکھ بھال کرتا ہا۔“
”صاحب کو علم ہے اس کا۔“
”بی نہیں انہوں نے منع کر دیا تھا مجھے کہ ان کی بے ہوشی اور تصویر کے بارے میں ہو
کونہ تباہی۔“
”وجہ بھی بتائی تھی۔“
”جی نہیں....!“
”تعجب ہے۔ اگر وہ کسی چیز سے خائف تھیں تو انہیں اس کا تذکرہ سر سنہا سے ضرور
چاہئے تھا۔“
”دیکھنے انہیں بتائیے گا نہیں کہ میں نے آپ کو کچھ بتایا ہے۔ میں اس خاندان کا خیر خواہ ہوں۔“

”ہاتھی پڑے گا۔“

”یا یہ قانون دست ہو گا۔“

”مصلحت ضروری ہے۔“ فریدی نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”بذریعہ اسے بولنے پر آمادہ رہو گا... ورنہ اس کا ناپ تینی بتاتا ہے کہ زبان بند ہوئی تو پھر نہ کھل سکے گی۔“

”بھی میں آنے لگا عورت توں کا ناپ....!“

”کب نہیں آتا تھا...!“

”لیکن عورت کے دل کی گہرائیوں میں جھانکنے کا سلیقہ نہیں ہے۔“

”دل کی گہرائیوں میں خون کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔“

”چلنے والے ذہن کی گہرائی سکی...!“

”حسب ضرورت جھانک لیتا ہوں۔“

”میرا مطلب ہے.... جذبات کی تہیں۔“

”جذبات کی تہیں....!“ فریدی نے حیرت سے کہا۔ ”تم یقیناً کوئی برا تیر مارنے والے

ہوں.... جذبات کی تہیں ماہرین نفیات کے لئے چونکا دینے والی ہوں گی۔“

”مراد یہ کہ محبت....!“

”شٹ اپ....!“

لئن سر نہایا کی کوئی میں داخل ہو رہی تھی۔ پورچ میں خود سر نہایا کی گاڑی کھڑی نظر آئی اور وہ روزا کو سہارا دے کر بیچے اندر رہا تھا۔

”کیا تم روزا سے کیپٹن حمید کی حیثیت سے ملتے تھے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”ہاں.... کیوں....؟“

”کچھ نہیں....؟“

لئن بھی پورچ تک جا بیکھی۔ فریدی یعنی اتنا لیکن حمید گاڑی ہی میں بیٹھا رہا۔

”آپ کو بڑی تکلیف ہوئی کرتی صاحب۔“ سر نہایا کی کہا۔

”کوئی بات نہیں....!“ فریدی بولا اور حمید کو اشارہ کیا کہ وہ بھی گاڑی سے اترے۔

سر نہایا نہیں ڈرائیکٹ روم میں لایا۔

”میں نے ابھی پچھے پوچھا ہی نہیں....!“

”اچھا پہلے یہ بتائیے کہ آپ نے وہ لاش یہاں کیوں لا دالی تھی۔ کیا سر نہایا...؟“

”یہ بھی روزا ہی کے لئے تھا... لیکن وہ کہیں اور تھی۔ خیر یہ تصور والا معاملہ بھی کارکردی ثابت ہو سکے گا۔“

”آپ یہ بھی جانتے تھے کہ روزا میری شناسا ہے؟“

”کیوں نہ جانتا... جبکہ روزا اکی بھی گمراہی ہوتی رہی ہے۔“

”آخر کیوں....؟“

”بعض مشتبہ آدمیوں سے اس کے تعلقات کی بنا پر....!“

”لیکن وہ مشتبہ آدمی؟... ان پر کسی بات کا شبہ کیا جا رہا ہے۔“

”تہی کہ یا تو ان کے دماغوں میں خلل ہے یا پھر ان کی لامعنی حرکات کوئی مقصود رکھتی ہیں۔“

”مثال کے طور پر بھی کچھ فرمائیے۔“ حمید رضا ہو کر بولاتا ہے۔

”مثلاً ہماری پہچلی رات والا تجربہ! میں ایک ایسے آدمی کی تصاویر لے رہا تھا جو بظاہر نئے کو

جوہک میں اوت پانگ حرکتیں کر رہا تھا لیکن کوئی میرا کسہ ہی لے جھاگا۔“

”او، پھر خبھی کر دیا گیا۔ لیکن کسہ اس کے پاس نہیں تھا۔“

”مجھے یقین ہے کہ وہیں نیا گرہ کے ہاں میں کسی دوسرے نے اس پر کسہ لے لیا تھا۔“

”اس کے باوجود بھی میں آپ کی اس طویل نظم کے مرکزی خیال تک نہیں پہنچ سکا۔“

”سموک پر ستری ہے....!“ فریدی مکریا۔

”تب تو مرکزی خیال بھی آپ ہی بتائیں گے۔“

”لہم کمل کہاں ہوئی ہے....!“

”بہر حال...؟ کیا آپ کا خیال ہے کہ روزا اس آدمی سے واقف تھی؟“

”یقیناً... ورنہ یہاں لاش لا پھیکنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔“

”تو اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ اسے کارروائی شناخت میں شامل کریں گے۔“

”فی الحال ضروری نہیں سمجھتا! یہ کام بعد میں لاش کے ونوں کے ذریعے بھی ہو سکے گا۔“

”گویا آپ خود ہی اتنے دونوں نکل اس معاملے کو تالیں گے۔“

ہرے کچھ بتاؤ بھی تو بیٹھی! کیوں چیزی تھی۔ میرے خدا میں دل کا مریض ہوں۔ کہیں میرا۔
میرا نہ ہو جائے۔ صح آنکھ کھلنے سے لے کر اب تک جھکلے ہی جھکلے لگتے چلے جا رہے تھے میں
میں نہ ہوں؟ سر سہارو نہیں آواز میں کہتا رہا۔ ”رحم کرو مجھ پر...“ کچھ منہ سے بتاؤ بھی تو۔ کرع
پتا یکے۔“

”میں کیا بتاؤں جناب۔“ فریدی نے پر سکون لجھے میں کہا۔ ”میں نے بھی انہیں اسی حالت
لیا تھا۔“

”بے بی مجھ پر رحم کرو.... رحم کرو۔“ سر سہارو نوں ہاتھوں سے بیاں پیلو دبائے کری پر
بچھ گیا۔ اور فریدی سے بولا۔ ”دیکھئے میرے پیر کا نپ رہے ہیں۔ یہ علامت ہے اس کی کہ اب
میں کچھ دنوں کے لئے پڑ جاؤں گا...!“

”کیا میں آپ کے فیملی ڈاکٹر کو بلواؤں...!“ فریدی نے پوچھا۔

”یقیناً... میں مشکور ہوں گا۔“ سر سہارا مضمحلہ سی آواز میں بولا۔

”کون ہے...؟ فون نمبر بتائیے...!“

”کسی بھی نوکر سے کہئے گا وہ فون کر دے گا۔“

”حید جاؤ...!“ فریدی نے حید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
حید روز اسہا کو پر تشویش نظروں سے دیکھتا ہوا کرے سے چلا آیا۔... سب سے پہلے اسی

لازم سے ملاقات ہوئی جس سے تصویریکے متعلق گفتگو ہوئی تھی۔

”فیملی ڈاکٹر کو فون کر دو... سر سہارا کی حالت بھی بگزری ہے۔“ حید نے اس سے کہا اور
اس کے ساتھ چلتا ہوا اس کمرے تک آیا جہاں فون تھا۔

ڈاکٹر کو فون کر چکنے کے بعد ملازم اس کی طرف مڑا۔

”میں صاحب کو کیا ہوا ہے؟“ اس نے حید سے پوچھا۔

”تم نے جیخیں سنی تھیں۔“

”جی ہاں...؟“

”لیکن تم میں سے کوئی بھی وہاں نہیں پہنچا تھا۔“

”حکم نہیں ہے۔“

حید نے محسوس کیا کہ روزا پہلے سے بھی زیادہ خوفزدہ نظر آرہی ہے۔

”میرا خیال ہے کہ آپ آرام کریں؟“ فریدی نے اس سے کہا۔

”نجی ہاں...!“ وہ چوک کر بولی۔ ”شکریہ...!“

اٹھی اور اندر چلی گئی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے حید بھی اس کے لئے بالکل اجنہی ہو۔

”میری کچھ میں نہیں آتا۔“ سر سہارا نے کمزور آواز میں کہا۔ ”آپ کسی تصویر کا نظر
کر رہے تھے۔ لیکن وہ کہتی ہے کہ بس سر چکر لایا تھا اور وہ گر پڑی تھی اور ہوش آنے پر ایک انجلہا
خوف محسوس کیا تھا جو بڑھتا ہی گیا۔ جی ہاں وہ خوفزدہ معلوم ہوتی ہے لیکن خود بھی نہیں جانتا
وہ کس چیز سے خاکہ ہے۔“

”گوئی نہیاتی وجہ ہوگی۔“

”خدابانے میں بہت پریشان ہوں۔ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔“

”کسی ماہر نفیات سے مشورہ لیجئے۔“ فریدی نے کہا۔

”دفعہ عمارت کے اندر وہی حصوں سے ایک نوافی جیج امہری... پھر پے در پے کئی چیز
شانی دیں۔ لیکن آواز ایک بھی تھی۔“

ویٹر کی جیخ

”اوہ.... اوہ....!“ سر سہارا بوكھلا کر اٹھا۔ لڑکھر لایا اور گر پڑا۔ حید اسے اٹھانے کی کو
کرنے لگا۔ اتنی دیر میں فریدی دوسرے کمرے میں پہنچ چکا تھا۔

حید نے اسے اٹھایا اور بوكھلانے ہوئے لجھ میں بولا۔ ”دوڑیے... دوڑیے... دوڑیے... دوڑیے...
ہی کی آواز تھی۔“

پھر سر سہارا نے روزا کے کمرے تک اس کی راہنمائی کی۔... فریدی وہاں پہلے ہی پہنچ چکا
حید نے دیکھا کہ وہ خاموش کھڑا ہے اور روزا بستر سے پر اونڈھی پڑی بڑی طرح کانپ رہی تھی
”بے بی... بے بی۔“ سر سہارا سے جھنجوڑ کر بولا۔ ”کیا بات ہے.... کیا ہوا....؟“
روزا کچھ نہ بولی۔... اسی طرح اونڈھی پڑی کانپتی رہی۔

”کس کا حکم...!“

”مس صاحبہ کا.... انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ جب تک میں خود نہ بلاوں کوں عرا
کرے میں نہ آئے خواہ کچھ ہوڑا ہو۔“
”کیا پہلے بھی کچھ ہو چکا ہے۔“

”نوكرنے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔ چرے پر ٹپکچاہت کے آثار تھے۔“

”ہاں کوھو.... ڈرنے کی ضرورت نہیں.... تم جو کچھ بھی بتاؤ گے اس کا علم تمہاری
صاحبہ کو نہ ہو سکے گا۔“

”صاحب وہ کی بار اس طرح جیچ کچی ہیں.... لیکن پہلے کبھی صاحب ایسے موقع پر نہ
نہیں رہے.... ہمیں حکم تھا کہ ہم اس کا تذکرہ صاحب سے بھی نہ کریں۔“

”حید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا ہا پھر روزا کے کمرے میں واپس آگیا۔ اب وہ ایک ار
کری پر ٹھال سی پڑی تھی اور فریدی اسے دیکھے جادہ تھا۔ سر سہماں جھکائے خاموش بیٹھا
کرے کی فصالی سی ہی تھی جیسے ان میں سے کوئی بھی دیر سے بولانہ ہو۔
دفعہ فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ”اچھا سر سہماں اب اجازت چاہوں گا۔“

”میں بے حد شکر گزار ہوں کرتی.... آپ سے رابطہ قائم رکھوں گا۔“ سر سہماں اٹھ
مصافنے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

اس نے حید سے بھی گرم جوشی کے ساتھ مصافنے کیا تھا۔

وہ دونوں باہر آئے.... فریدی خاموش تھا۔ لیکن سڑک پر نکل آئی۔ بڑی دیر تک
سوچتا ہا کہ آج کادون تو بوریت کی نذر ہو چکا ہے اب کیا کیا جائے۔ پھر دفعہ اس نے محسوس کی
گاڑی شہری آبادی سے بہت دور نکل آئی ہے۔

”اُف فوہ.... اب کہاں؟“ اس نے بوکھلا کر کہا۔

”فکر نہ کرو.... ناشیت تو کرہی چکے ہو.... لئے میں ابھی دیر ہے۔“

”بولتے رہئے تو ہی نہ اکتا ہے۔“

فریدی سر کو خفیف جبش دے کر مسکرا یا.... آنکھیں وٹشیلڈ پر تھیں۔

”ہم کیرے کی تلاش میں جا رہے ہیں.... ہو سکتا ہے وہ وہیں رہ گیا ہو جہاں تم نے
”اُس سے دور کھڑا تھا.... کوئی سفیدی چیز تھی۔“

لہ نمبر 29

”لہ ناگ مار کر اسے گرایا تھا۔“

”لیکن اس وقت شائد ہی میں اس جگہ کی نشاندہی کر سکوں....!“

”دیکھا جائے گا۔“

”کچھ دیر بعد فریدی نے ایک جگہ گاڑی روک کر کہا۔ ”یہی جگہ تھی یہاں اُتر کر میں نے اس کا
کچھ دیر بعد فریدی نے ایک جگہ گاڑی روک کر کہا۔ ”یہی جگہ تھی یہاں اُتر کر میں نے اس کا
ان بکایا تھا۔“

”ہذا آپ یہیں اُتر جائیے۔“ حید نے بڑے خلوص سے کہا۔ ”میں گاڑی آگے بڑھا لے
اُن گا.... آپ پیدل چل کر دہاں جنپنچ کی کوشش کیجئے جہاں میں نے اسکے ناگ ماری تھی۔“

”یہی کروں گا....!“ فریدی نے کہا اور گاڑی سے اُتر گیا۔

”دُوڑتے ہوئے جائے گا....!“ حید نے اسٹرینگ سنبھالتے ہوئے کہا۔ لیکن آگے بڑھ گئی
پیدا صورت رہا تھا کہ پہلے ہی موڑ پر تو اس نے بھی گاڑی چھوڑ دی تھی۔ لیکن ضروری نہیں کہ وہ
نیچ قدم تک پہنچ ہی جائے۔

بہر حال اُس نے پہلے موڑ پر گاڑی روک دی اور اندازے سے چل پڑا۔ فریدی بھی دکھائی دیا
لمرداہ بھی دور تھا۔

”یہاں خون کی جھیلیں ہیں۔“ حید نے کہا۔

”اسے میں فریدی بھی قریب آگیا۔

”یہاں خون کی جھیلیں ہیں۔“ حید نے کہا۔

”فریدی بھی جھک کر دیکھنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”وہ یہیں گرا ہو گا لیکن۔“ جملہ پورا
کے اندر خاموش ہو گیا۔

”حید اس کا انہاں دیکھ کر جھنجلا گیا۔

”آپ سوئی تلاش کر رہے ہیں یا کیرہ؟“ اُس نے کہا۔

”ہو سکتا ہے.... کچھ!....!“ اُس نے پھر جملہ اور سورا چھوڑ دیا۔

”وہ آس پاس کی زمین کو بغور دیکھتا پھر رہا تھا۔ ایک بار حید نے اسے کچھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔

”اُس سے دور کھڑا تھا.... کوئی سفیدی چیز تھی۔“

شہر پہنچ کر فریدی نے گاڑی قاسم کی کوئی طرف موڑ دی اور جب وہ کپاٹ میں داخل ہوئے تو قاسم برآمدے ہی میں کھڑا نظر آیا۔

گاڑی پورچ میں رک گئی۔ قاسم مظہربانہ انداز میں دونوں ہاتھ ہلا تا ہوا ان کی طرف چھٹا۔

”قیا ہوا....؟“ اس نے فریدی سے پوچھا۔

”اُن بھی بیک تو کچھ بھی نہیں ہوا۔“ فریدی نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔

”بھی ہو چکے گا....؟“ قاسم رو میں کہہ گیا۔

”کیا چاہتے ہوئے....؟“ فریدی نے اسے گھوڑتے ہوئے کہا۔

”کسی تھانے میں چل کر مر غائب ہو جائے گا۔“ حمید بولا۔ ”اب یہ بھی چاہتا ہے....؟“

”تھانے کی ایسی تیسی....ہاں میں نے قیا کیا ہے؟“ قاسم نے آستین چڑھا کر آنکھیں نکالیں۔

”تمہیں شرم نہیں آتی ایسی شریف یہودی کوڈھرو کادیتے ہوئے۔“ حمید نے کہا۔

”ابے....اب تم بھی بھی کہو گے۔“

”چیزیں بھی جانے کی۔“

قاسم نے سہے ہوئے انداز میں پلٹ کر صدر دروازے کی طرف دیکھا اور فریدی سے بولا۔ ”اب دیکھئے...اب دیکھئے...خواہ خواہ پھر گھپلا ہو جائے گا۔“

”کیسا گھپلا....؟“ فریدی مسکرا یا۔ ”کیا تم ہمیں بیٹھنے کو بھی نہ کہو گے۔“

”اندر ابا جان موجود ہیں اور ان کے قان بھرے جا رہے ہیں۔“

”چلو....؟“ فریدی اسے صدر دروازے کی طرف دھکلایا ہوا بولا۔ ”پچھو دیر بیٹھیں گے۔“

وہ ابھی برآمدے کی سیر ہیوں تک بھی نہیں پہنچے تھے کہ اندر سے ایک ملازم سر پر بڑے بڑے فریموں کا بذل انجام ہے ہوئے باہر نکلا۔

قاسم رونما نئی آواز میں کراہتا ہوا بولا۔ ”یہ دیکھئے... یہ ظلم ہونے جا رہا ہے مجھ پر....!“

”کیا مطلب....؟“ فریدی نے ملازم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”آغ لانا ہیں.... آگ لائیں گے ان میں۔“

”کون....؟“

”والد صاحب....؟“ قاسم جلا کر بولا۔ ”ایسے کو صاحب کون کہے والدوا....!“

”کیا ہے؟“ اس نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔

”ایک وزینگ کارڈ....!“

”چلے کچھ ہو تو....؟“ حمید نے مہندی سانس لے کر کہا۔

”ضروری نہیں کہ یہ مرنے والے ہی سے تعلق رکھتا ہو۔“ فریدی وزینگ کارڈ جائے ہوئے بولا۔ ”لیکن اس کی حالت بتاتی ہے کہ یہ زیادہ عرصہ سے یہاں نہیں پڑا۔“

حمد نے بھی اسے دیکھا۔ یہ کسی پروین چینگزی کا وزینگ کارڈ تھا۔

”کیا نام ہے؟“ حمید نے سرہا کر کہا۔ ”پروین چینگزی... یہک وقت پچکلا اور خون پانچ ریکھیں میں رہتی ہے۔ پھر کیا خیال ہے؟“

”پچھے نہیں آؤ چلیں...!“

”وہ گاڑی میں آبیٹھے... حمید نے اسے اپنی اور روزا کے ملازم کی گفتگو سے متعلق بتا شد؟“

”شدو کے بغیر وہ کچھ نہ بتائے گی۔“ فریدی نے کہا۔

”کیا اس کے لئے کوئی قانونی جواز موجود ہے؟“ حمید نے پوچھا۔

”بھی تو دشواری ہے کہ ایسا نہیں ہے۔“ فریدی بولا۔

”حید تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔“ اس لاش کا کیا ہو گا جو....!“

”اس کی تصویر جلد از جلد حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ روزالاش نہیں دیکھ سکی تھی اب اس کا تو علم ہو ہی گیا ہو گا کہ وہاں کوئی لاش پائی گئی تھی۔“

”آخر آپ کو اس پر کس بات کا شہر ہے۔“

”میں کہہ چکا ہوں کہ بعض مشتبہ آدمیوں کے ساتھ دیکھی گئی تھی۔“

”آن مشتبہ آدمیوں پر کس بات کا شہر ہے۔“

” مختلف النوع معاملات ہیں۔“

”بہر حال آپ بتانا نہیں پا جاتے۔“

”تم جانتے ہو کہ جب تک خود کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچ جاتا زبان نہیں کھولتا۔“

”کتنی دیر لگے گی کسی خاص نتیجے پر پہنچنے میں....؟“

”بکواس مت کرو....!“

دوسرا طرف منہ پھیرے کھڑا بسوار تارہ۔
جب سارے فریموں نے آگ پکڑی تو عاصم صاحب نے فریدی کی طرف مصافحہ کے لئے
ہاتھ پر ہاتھ لئے ہوئے کہا۔ ”اچھا مجھے اجازت دیجئے۔“

عاصم صافحہ کر کے وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے..... اور حمید قاسم کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جو ہونوں
عی ہونوں میں بدبداتا جا رہا تھا اور تیواریے ہی تھے جیسے کہہ رہا ہو۔ ”اچھی بات ہے میں بھی دیکھ
لوں گا۔“

”صد مہہ گہرا ہے....!“ حمید ٹھنڈی سائنس لے کر بولا۔ ”لیکن کیا کیا جائے... باپ ہی
ٹھہرے.... ایسا باپ تو خدا کتے کو بھی نہ عطا کرنے۔“

عاصم صاحب کی گاڑی چھانک سے گزر کر نظروں سے او جھل ہو چکی تھی۔ ”فریدی نے قاسم کی کمر
”چلو اندر چلو.... ورنہ تم سے یہ آتش باری نہ دیکھی جائے گی۔“ حمید نے قاسم کی کمر
چھپتا کر پیار بھرے لبجے میں کہا اور قاسم نے کسی تیز مزاج اور نکھڑی عورت کے سے انداز میں
اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

”بھی.... تمہاری بیگم سے اس سلسلے میں کچھ پوچھنا ہے۔“ فریدی نے قاسم سے کہا
”پوچھے ووچھے جا کر میں کچھ نہیں جانتا۔ لانت ہے ایسی زندگی پر۔“

فریدی میر ہیاں طے کر کے بڑا آمدے میں آیا۔.... جہاں اس کی بیوی کھڑی فریموں کے
بلیے کامنزدہ کیکھ رہی تھی۔ ہونوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی اور آنکھیں چک رہی تھیں۔
”یاد صبر کرو۔“ حمید نے پھر قاسم کو چھیڑا۔

”کاہے کاہے کا صبر کروں....!“ قاسم جھلا کر بولا۔ ”ایک بات ہو تو.... اسے ہر معاملے
میں سر پر سوار.... میں کیا جاؤں سالی قیوں ڈر گئی تھی۔“

”وہ تو کوئی اور ہی چکر ہو گا۔“ حمید نے بلند آواز میں کہا۔ اتنی بلند آواز میں کہ قاسم کی بیوی
بھی بھی سن سکے۔

”کیسا چکر....!“ قاسم نے آنکھیں نکالیں۔

”اب یہ تم جانو یا وہ بے ہوش ہونے والی۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم نے اسے اپنے غیر
شادی شدہ ہونے کا یقین دلایا ہو، محبت کی پیغامیں بڑھائی ہوں اور پھر جب وہ یہاں آئی ہو اور ہوئی

حمد بے ساختہ ہنس پڑا۔.... اتنے میں دوسرا ملازم دیسا ہی دوسرا بندل اٹھائے ہوئے تھے
ہو۔ اس کے پیچھے عاصم صاحب تھے۔

قاسم کی طرح لبے تو نہیں تھے... لیکن ان کا پھلاو بھی کم نہیں تھا۔ بھرپوری ہوئی لاز
ڈاڑھی تھی... اور آنکھیں پچھے خونخوارتی کی جا سکتی تھیں۔

فریدی کو دیکھ کر بلند آواز میں سلام کیا اور بولے۔ ”تبا خبط دیکھا آپ لوگوں نے... بلے
بکھی سیدھی لکیر نہیں کھٹکیں سکتیں۔ کا اور صاحبزادے مصوری فرمائیں گے۔“

پھر ملازوں کو لکارا۔ ”ذیہر کر کے آگ لگادو۔“ ”مگر اس میں ان کی مصوری کا کیا قصور ہے؟“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”تو کیا آپ نے اس حرام زادے کی بات پر یقین کر لیا ہے۔“ ”میرا خیال ہے کہ ان کا بیان غلط نہیں ہے.... میں لڑکی سے بھی پوچھ چکا ہوں۔ اس کی
ہوشی میں ان کا کوئی قصور نہیں۔“

”سر نہہ سے میرے بڑے اچھے تعلقات ہیں...!“ ”وہ اچھے ہی رہیں گے۔ ظاہر ہے کہ لڑکی کسی قسم کا جھوٹ بولنے پر تیار نہیں۔ بل وہ
چیز سے خائف ہو گئی تھی۔“

”کس چیز سے خائف ہو گئی تھی۔“ عاصم صاحب نے دہا کر قاسم سے پوچھا۔
”مم.... میں قیا بتاؤں...!“

عاصم صاحب نے نوکروں کو پھر لکارا۔ ”منہ کیا دیکھ رہے ہو گا وہ آگ۔“ ”میرا خیال ہے کہ ایسا نہ کیجھ۔“ فریدی نے کہا۔ ”غفل کے لئے کچھ تو ہونا ہی چاہئے۔“

”یعنی مصوری.... آپ بھی کمال کرتے ہیں.... یہ مصوری ہے۔“ ”تجربیدی مصوری کہلاتی ہے۔“ حمید نے کہا۔

”یہ کیا ہوتی ہے۔“ ”بس ایسی ہی ہوتی ہے۔“

”نہیں صاحب.... لہو و لعب کی حوصلہ افزائی کرنا میرے بس سے باہر ہے۔“ ”آپ کی مرضی....!“ فریدی نے کہا اور فریموں میں آگ لگائی جانے لگی.... ۃ

ہی نہارے ساتھ گزارنی۔ لیکن رہے تم بدھو کے بدھو۔
”نہیں....!“ قاسم کی آنکھیں جیرت سے پھیل گئیں۔

”لیکن تم قطعی اس قابل نہیں ہو کہ آئندہ تمہیں اپنے ساتھ رکھوں گا۔“ حمید آنکھیں
ہل کر بولا۔
”تو یوں قوں....!“

”میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ تم اتنے گھاٹر ہو گے۔ اب وہ رات بھر تمہارے گھر میں رہی
وہ تجھوں کے چکر میں پڑے رہ گئے۔“

”تباہوں پیارے بھائی وہ بہت چالاک ہے۔“

”خیر.... خیر.... چلو کپڑے پہنو۔ میں اب تمہیں یہاں نہیں رہنے دوں گا۔ اس نامقوقل
روت نے تم جیسے عظیم آرٹسٹ کی مٹی پلید کر کے رکھ دی۔.... ہائے.... ہائے کیسے کیسے نادر
ونے را کھکاڑھیر ہوئے جا رہے ہیں۔“

حمدیکی آواز گلوکر ہو گئی تھی۔ قاسم کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور دوسرا طرف مژکر طرح
رہ کے منہ بنانے لگا۔

”خوڑوی دیر بعد آنکھیں مل کر حمید کی طرف مڑا اور بولا۔“ واکنی اب میں یہاں نہیں رہوں
اٹھنے دنیا میں کچھ قرنا ہے۔“

”بالکل.... بالکل....!“
”لیکن میں جاؤں گا کہاں۔“

”ایگل نچ پر تمہارا ایک ہٹ خالی پڑا ہو گا۔ وہاں تو آج کل بڑی روشنی ہو گی۔“

”آہاں.... بالکل بالکل۔“ قاسم خوش ہو کر بولا۔ ”ٹھیک ہے.... میں ابھی آتا ہوں۔“

”میرے ساتھ نہیں۔“ حمید نے جلدی سے کہا۔ ”تم اپنا سامان لے کر اپنی گاڑی سے
بلو۔.... میں وہیں مل جاؤں گا۔“

”اچھا.... اچھا.... یہ بھی ٹھیک ہے۔ ورنہ یہ سالی....!“ قاسم جملہ پورا کئے بغیر اندر چلا گیا۔
فریدی اٹھ گیا تھا۔ حمید نے اسے پورچ کی طرف آتے دیکھا۔ قریب آکر اس نے اسے
کلکیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

ہو تمہاری بیگم سے مدد بھیڑ۔ ابے تو ایسے میں بے ہوش نہ ہو جاتی تو اور کیا کرتی۔“
قاسم نے بوکھلا کر بیوی کی طرف دیکھا جو سر جھکائے فریدی کے کسی سوال کا جواب دے
رہی تھی۔ پھر دانت پیش کر آئتے سے بولا۔ ”او..... مردود کیوں میرے پیچھے پڑ گیا ہے.... اب
کیادوں کو بھی سوتا نصیب نہ ہو گا۔“

”یہ بات ابھی تک سو بھی نہیں شاید بیگم صاحبہ کو....!“ حمید نے کہا۔
”اور سالے اگر تم نے بھائی تو غولی مار دوں گا.... کصہ ختم ہو جائے گا ایک بار.... اچھا بیٹا
یہ مصوری کا پچکر کس نے چلایا تھا؟ پہلے مصوری کرائی.... اب جان جلا رہے ہو.... مرد مر
سالے بہت جلد مر دے گے.... کیڑے پڑیں گے بدن میں تمہارے سڑ جاؤ گے۔“
”ارے تو میں تمہاری بیگم کو تھوڑا ہی تباہوں گا....!“ حمید نے اس طرح جیچ کر کہا کہ وہ بھی
ان کی طرف متوجہ ہو گئی۔

”نہیں مجھے ضرور بتائیے گا۔“ قاسم کی بیوی نے یہی بلند آواز میں کہا۔
”ارے بات پڑے۔“ قاسم دانت پر دانت جما کر آئتے سے بولا۔ دبی زبان سے حمید کو کبھی
گالیاں دیتا اور کبھی خوشامد کرنے لگتا۔

”ارے وہ نہیں کوئی ایسی بات نہیں۔“ حمید نے ہنس کر کہا۔
”میں سمجھتی ہوں۔“ جواب ملا اور پھر وہ فریدی کے کسی سوال کا جواب دینے لگی۔
”اچھا یہ بتاؤ لڑکی کیسی تھی۔“ حمید نے قاسم سے آہنگی سے پوچھا۔
قاسم چند لمحے اُسے گھوڑتارہ پھر بولا۔ ”تم سالے دغا باز ہو۔ میں اپنی جبان سے کچھ نہیں
قہوں عا۔“

”تمہارے معیار سے مطابقت رکھتی تھی۔“
قاسم صرف ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ فریدی اور قاسم کی بیوی برآمدے میں کرسیوں
پر بیٹھنے کے تھے۔

”میرا خیال ہے کہ اس نے تمہیں کہیں دیکھا تھا اور عاشق ہو گئی تھی۔“ حمید بولا۔
”اے نہیں.... ہی ہی ہی۔“ قاسم کا موڑیک لخت بدلت گیا۔
”ممکن ہے.... ممکن ہے۔“ حمید سر ہلا کر بولا۔ ”تصویروں کے بھانے آئی اور ایک رات

حمدہ گاڑی میں بیٹھتا ہوا بڑا لیا۔ ”کب پتہ نہیں کہاں کھینچنے پھریں گے۔“ فریدی کو نہیں
”میں آج کل کام کرنے کے موڑ میں نہیں ہوں۔“ حمید نے کچھ دیر بعد کہا۔
”افسوس تاک خبر ہے۔“

”کم از کم ایک ہی بفتے کے لئے بخش دیجئے۔“

”بشرطیکہ تم اس عرصہ میں روزا کو بولنے پر مجبور کر سکو۔“

”بللوں کی طرح نہ چیکنا شروع کر دے تو میرا ذمہ.....!“ حمید خوش ہو کر بولا۔

”اچھا گاڑی سے اُتر جاؤ۔“

”کیا مطلب؟ یعنی کہ میں.....!“

”باکل اسی وقت سے چھٹی۔“ فریدی نے کہا اور گاڑی سڑک کے کنارے لگا کر کھڑی کر دی

”سوال یہ ہے کہ میں جاؤں گا کہاں!“ حمید گاڑی سے اترتا ہوا بولا۔

”جہنم میں.....!“ فریدی بہروادہ بند کرتے ہوئے بولا اور گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

حمید نے جیب سے روپاں ٹکلا اور اسے پیشانی پر پھیرتا ہوا چاروں طرف نظر دوڑانے ا

لیکن آس پاس بکوئی ٹیکسی بھی نہ دکھائی دی۔

سائنسے ایک ریستوران تھا۔ اس نے سڑک پار کی اور ریستوران میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ

سے ملنے کیا صورت ہو گی اور وہ اس سے کچھ معلوم بھی کر سکے گا ہی نہیں۔ اسکے ایک ملازم

چار لکیروں کے متعلق اسے بہت کچھ بتایا تھا۔ لیکن اگر اس نے اسے سرے سے ملکھے خیز قرا

تو کیا ہو گا اور وہ تو پہلے ہی سے کہتی رہی تھی کہ وہ اپنی بے ہوشی کی وجہ خود بھی نہیں جانتی تھی

ویژر کو چائے کا آرڈر دے کر وہ پاپ میں تمبکو بھرنے لگا۔

ویژر نے چائے لانے میں دیر نہیں لگائی۔ لیکن میز پر ٹرے رکھتے ہی چینی مار کر ڈھیر ہو گیا۔

دھماکہ

اس کے ہاتھ میں ایک لفاف تھا اور وہ ہاتھ حمید کی جانب اٹھا ہوا تھا۔ اس کی چیز کو سن کر
کے دوسرے آدمی بھی متوجہ ہو گئے تھے.... حمید دیکھ رہا تھا کہ وہ دم توڑ رہا ہے۔ دیکھتے ہی

ہے حس و حرکت ہو گیا۔

لوگ چاروں طرف سے دوڑ پڑے۔ غالباً ان میں باورچی خانے کے ملازمین شامل تھے۔

مرنے والے کا ہاتھ جس میں لفافہ تھا بدستور اخخارہ۔ غالباً وہ اسی حالت میں اکٹھ کر رہ گیا۔

”یہ خط آپ کے لئے تھا۔“ مجع سے ایک آدمی نے حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”میرے لئے....!“ حمید نے جیت سے کہا اور پھر لوگوں کو لاش کے پاس سے ہٹانے لگا۔

لی نے غصیلے لہجے میں اعتراض کیا۔ اس پر اسے اپنا عہدہ بتا کر انہیں مرعوب کرتا پڑا۔ پھر وہ کاؤنٹر

ی طرف بڑھا اور حلقة کے خانے کو بذریعہ فون مطلع کرنے کے بعد لاش کی طرف متوجہ ہو گیا

اور اس آدمی پر نظر رکھی جس نے کسی خط کی اطلاع دی تھی۔

اتھے میں دو ڈیوٹی کا نیشنل صدر دروازے کے قریب دکھائی دیئے۔ حمید نے انہیں اشارے

سے اندر بلایا اور وہ لاش دیکھ کر بوكھلا گئے۔ اس نے انہیں بتایا کہ وہ کون ہے اور انہیں لاش کی

گرانی کرنے کی بہایت دیتا ہوا اس آدمی کو الگ لے گیا جس نے لاش کے ہاتھ میں دیتے ہوئے

لفافہ کے متعلق کچھ کہا تھا۔

”تم یہیں کام کرتے ہو.....؟“ حمید نے اس سے پوچھا۔

”جی ہاں جناب.... میں باورچی ہوں۔“

”وہ خط اسے کس نے دیا تھا.....؟“

”ایک لڑکی دوسری طرف سے باورچی خانے میں داخل ہوئی تھی اور آپ کی طرف اشارہ

کر کے پوچھا تھا کہ ان کے آرڈر کی قسم کون کرے گا۔ توفیق بولا.... میں.....“ تب اس نے

پرکس سے لفافہ نکال کر اسے دیا اور کہا کہ آپ کو دے دیا جائے۔ ایک روپیہ بخشش بھی دی تھی۔“

”وہ کتنی دیر ٹھہری تھی۔“

”جی ہاں لفافہ دے کر چلی گئی تھی۔“

”حلیہ بتا سکو گے۔“

”جی صاحب جوان تھی۔ اچھی خاصی تھی..... جی ہاں.... گوری رنگت.... پیلی سائزی

پینے تھی۔ بلاؤز تھا..... جی ہاں.... نیلا ہی تھا..... بلکنیلا۔“

”پہلے بھی کبھی دیکھا تھا۔“

"بھی نہیں...؟"

حلقے کے تھانے کا انچارج وہاں پہنچ کا تھا... حمید نے اس سے کہا کہ لاش کے ہاتھ میں دبے ہوئے لفافے کا خاص خیال رکھا جائے۔ وہ ضائع نہ ہونے پائے۔
پکھ دیر بعد لاش کی تصویریں بھی لی گئیں اور جب وہ ہستال لے جائی جانے کی تو لفافے حمید کے ہاتھ لگا جس کے اندر سے ناٹپ کیا ہوا ایک پرچہ بر آمد ہوا۔
چار کلیریں.... مضمون کے نیچے چار کلیریں نظر آئیں۔ تین متوازی اور ایک انیل درمیان سے قطع کرتی ہوئی۔

حمید نے مضمون پر نظر ڈالی

خواہ مخواہ ناٹک اڑانا اچھی عادت نہیں ہے.... اگر تم لوگ بازنہ آئے تو ایسے ہی درجنوں لفافے تم تک پہنچیں گے۔ اسی حساب سے لاشوں کی تعداد کا اندازہ آسانی کیا جاسکتا ہے۔
تمہارا کیمرہ بھی کسی لاش ہی کے توسط سے تم تک پہنچ جائے گا۔

”زبردست غاظی“ وہ زیر لب بڑی بڑیا... وہ سوچ رہا تھا کہ جائے واردات پر فریدی کی موجودگی ضروری نہیں۔ اس سے پہلے لاش ہٹائی ہی نہ جانی چاہئے تھی۔ یعنے سے باہر نکل کر اس نے پیک ٹھیں فو بوتحہ سے فریدی کے نمبر ڈائل کرنے والے گھر پر موجود نہیں تھا لیکن دوسرا طرف سے اطلاع ٹلی کہ ابھی ابھی اس نے فون کر کے کہا تھا کہ اگر حمید کی کوئی کال آئے تو اسے تین چار دوچھنپو پر رنگ کرنے کو کہا جائے۔

حمد نے انہیں نمبر پر اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ نیا گردے نمبر ہیں۔ دوسرا طرف سے کسی نے جواب دیا۔ ”جی ہاں وہ موجود ہیں ہولڈ آن کیجھ۔“
پکھ دیر بعد فریدی کی آواز آئی۔ ”حید تم کہاں ہو....؟ میں نیا گردے بول رہا ہوں.... یہیں آجائو۔“

اس کا انتظار کئے بغیر دوسرا طرف سے سلسہ مقطع کر دیا گیا۔

حمد تکمیلی میں نیا گردہ پہنچا اور باہر سے ہی اندازہ کر لیا کہ یہاں بھی کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے کیونکہ کپاؤٹ میں کئی پولیس دین کھڑی تھیں ایک ریڈ یوکار بھی تھی۔

”وہ اندر آیا۔ ڈرائیور ہاں میں ایک بیرے کی لاش نظر آئی۔... فریدی دوسرے بیروں سے ہے۔“

”پہنچ میں مصروف تھا۔“

”جید چپ چاپ اس کے قریب جا رکا۔ وہ مژا اور حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

”کیا کیمرہ وابس آجیا۔“

”ایسا مطلب....!“ فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔

”مطلب یہ کہ کیا اس لاش کے ہاتھ میں کیمرہ تھا....؟“

”جب معلوم ہے تو کیوں دماغ چاٹ رہے ہو۔“ اس نے تاخو شکوار لجھے میں کہا اور پھر بیروں

طرف متوجہ ہو گیا۔

”جید لاش کے قریب آکر اس کا جائزہ لینے لگا۔ اس کے ہاتھ بھی کچھ اسی انداز میں اٹھا ہوا تھا۔

”کسی کو کچھ دینا چاہتا ہو۔“

حمد نے سیئی بجانے کے سے انداز میں ہوت سکوڑے اور دم بخود رہ گیا۔ فریدی اپنی

انیں بیروں کے بیانات درج کر رہا تھا۔

”تقریباً ایک گھنٹہ بعد وہ حمید کو باہر چلنے کا اشارہ کرتا ہوا خود بھی صدر دروازے کی طرف

چاہا نظر آیا۔

”وہ دونوں کپاؤٹ میں پہنچ کر رک گئے۔ فریدی ہاتھ میں وہی کیمرہ لئے ہوئے تھا جو پچھل

ت کوئی نامعلوم آدمی اس سے جھپٹ لے گیا تھا۔

حمد نے اپنی جیب سے وہ خط کالا جو اسے کیفے والی لاش کے ہاتھ سے ملا تھا اور اس کی طرف

ماٹا ہوا بولا۔ ”یہ پہلی لاش نہیں تھی۔“

”فریدی نے خط پڑھ لینے کے بعد طویل سانس لی اور بولا۔ ”وہ اس حد تک نہیں سوچ سکتا تھا!

”ملاب پوسٹ مارٹم کی روپرٹیں دیکھنے کے بعد ہی....!“

”جلد پورا کئے بغیر وہ خاموش ہو گیا۔ آنکھیں گھری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

”کیا کیمرے میں فلم موجود ہے۔“

”تمہارا سوال احتفاظ ہے؟ میں یہ حقیقت ہے کہ اس میں فلم موجود ہے۔“

”بھر کس لئے لے گئے تھے....؟“ حمید نے جرأت سے پوچھا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ پھر وہ خاموشی سے لکن میں جا بیٹھے۔

گازی حرکت میں آگئی تو حمید نے پوچھا۔ ”آپ بہاں کیوں آئے تھے۔“

”ظاہر ہے مجھے کمرے کی تلاش تھی۔“ فریدی نے کہا۔ ”میرا خیال تھا کہ وہ بھلے سینیں کہیں چھپا دیا گیا ہو گا اور وہ بھاگنے والا خالی ہاتھ ہی بہاں سے نکلا تھا۔“

حید کچھ دیر بعد بولا۔ ”تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ ہماری کڑی نگرانی کر رہے ہیں۔“

”ہوں.... محتاط رہو۔“ فریدی نے وڈا سکرین پر نظر جماعتے ہوئے کہا۔

”کسراہ کیوں چھینا گیا تھا....!“ حید بروڈ کیا۔ ”پھر واپس کیوں کردیا گیا.... وہ بھی اسی طور پر ہوئے۔“

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس کے ہونٹ پھنسنے ہوئے تھے۔ اور پلکیں جھپکائے بغیر سامنے رکھا۔ لکن سنان سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

شہر سے نیا گردیا نیا گرد سے شہر پھنسنے کے لئے ایک طویل ویرانہ ملے کر پناہ ٹاھد دفعائز نے ایک جگہ لکن روک دی۔

حد نظر تک کوئی دوسرا گازی نظر نہیں آرہی تھی۔

وہ یچے اتر آیا اور کیسرے کو اس طرح ہاتھ میں تو لئے لگا جیسے بہت دور پھینکنا چاہتا ہو۔ حید اسے تحریر آمیز نظر وہ سے دیکھتا ہا... اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے تھے جس اس نے بہت دور پہ دیا لیکن جیسے ہی ذہ زمین پر گرا... ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ اتنا خفاک دھماکہ کہ حید کا جسم جھنجھنا لرہ گیا اور کھوپڑی آسان پر تیرتا ہوا بادل کا کوئی بلکا پھینکا سا نکلا معلوم ہونے لگا۔

جس جگہ کیسرہ گرا تھا وہاں کثیف دھواں اور گرد و غبار کا ایک مرغولہ ساقفا میں بلند تھا۔ فریدی اس کی طرف مڑک مکریا... پھر گازی میں پیٹھتا ہوا بولا۔ ”غلاباں بکرے وابسی کا مقصد سمجھ میں آ گیا ہو گا۔“

حید کچھ نہ بولا۔ اس کے اعصاب ابھی تک معقول پر نہیں آئے تھے۔

”جیسے ہی میں فلم نکالنے کے لئے اسے کھولنے کی کوشش کرتا ہو دھماکے کے ساتھ جاتا۔“ فریدی نے کہا اور جیب سے سکار خون لئے لگا۔ پھر دفتہ بولا۔ ”یہ دھماکہ دور در تک ہو گا۔ میرا مطلب ہے نیا گرد والوں نے اسے ضرور سنائے گا۔ یچے اتر آؤ... وہ اپنے کارنا۔“

”نہیں کچھ ضرور آئیں گے۔“

حید یچے اتر آتے۔ لیکن ایسا محسوس کیا جیسے کسی ناہموار جگہ پر کھڑا ہو۔ چلنے کے لئے قدم اٹھنے کا تو محسوس ہوا جیسے پیر پتھر کے ہوں۔ فریدی کے ساتھ گھستتا ہوا باہمیں جاپ دالے پیپ میں اترنے لگا۔

سامنے جھنڈیوں کی جھاڑیاں تھیں جن کے یچے پہنچ کر وہ باہمی سڑک کی گمراہی کر سکتے تھے اور انہیں سڑک سے دیکھانہ جاسکتا۔

تیریا دس منٹ تک سڑک سنان رہی لیکن پھر نیا گرد کی طرف سے آتی ہوئی ایک کار دھماکا دی۔

لکن کے قریب پہنچ کر اس کی رفتارست ہو گئی تھی۔ پھر اس سے کچھ آگے بڑھ کر وہ بھر کری۔ ایک آدمی ڈرائیور کی سیٹ سے اتر کر لکن کے قریب آیا اور تھوڑی دیر تک اس کا اندر باہر ہے جائزہ لیتا رہا۔ اس کے بعد سڑک کے دونوں اطراف میں نظریں دوڑائیں اور اب انہوں نے اس پر اپنی گاڑی کی طرف واپس جاتے دیکھا۔

لیکن وہ کار شہر کی طرف جا رہی تھی۔ نیا گرد کی طرف نہیں موزی گئی تھی۔ جیسے وہ نظر سے او جمل ہوئی فریدی جھاڑیوں کی اوٹ سے نکل کر سڑک کی طرف جھپٹا۔ اب حید کے اعصاب بھی قابو میں آگئے تھے اور وہ پوری طرح اس کا ساتھ دے رہا تھا۔ وہ گازی میں آپسیں اور لکن تیز رفتاری سے آگے بڑھ گئی۔

”لیکن یہ دھماکہ....!“ حید نے کچھ دیر بعد کہا۔ ”کیا وہ اتنے ہی حق ہیں کہ اسے ہمارا الجامعی سمجھ بیٹھے ہوں.... ظاہر ہے کہ آپ ریل ڈارک روم ہی میں نکلتے۔“

”دوسرے اتفاقات بھی پیش آئتے ہیں....!“ فریدی بولا۔ ”کسراہ ہمازے ہاتھ سے اتفاقات کر بھی دھماکہ پیدا کر سکتا تھا۔“

حید کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کار نظر آئی۔ فریدی نے دونوں کے درمیان کافی فاصلہ برقرار رکھتے ہوئے تعاقب جاری رکھا۔

”ہو سکتا ہے جناب وہ کوئی راہ گیر ہو اور بہاں اس ویرانے میں خالی گازی دیکھ کر اتر پڑا ہو۔“ یہ نہ کہا۔

”امکانات نہیں ہیں..... بہترے لوگ اپنی گاڑی سڑک پر روک کر پیشاب کرنا نہیں اُتر جاتے ہیں۔“

”ارے تو کیا ہم دونوں پیشاب بھی ساتھ ہی کریں گے۔“

”مجھے سونپنے دو.... کچھ دیر خاموش رہو۔“

حید لارڈ والی سے شانوں کو جبکہ دے کر پاپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ شہر میں بھائی گاڑی والے نے اسی حرکتیں شروع کر دیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس تعاقب کا عمل ہے۔ یا اندازہ کرنا چاہتا ہے کہ وہ تعاقب ہی ہے یا محض اتفاق۔ تعاقب بدستور جاری رہا۔ شہر میں کچھ دیر چکراتے رہنے کے بعد وہ کار ایگل نجی والی پر ہوئی۔

”کم از کم پڑوں ہی کادھیاں رکھئے۔“ حید بڑیاں۔

”فلک نہ کرو... ڈکے میں بھی کم از کم بارہ گھنیں پڑوں موجود ہے.... بھی رات چوٹ کافی عرصہ تک یاد رہے گی.... اگر اس کی گاڑی نہ ہوتی تو شاید رات وہیں سڑک کنارے ہی برس کرنی پڑتی۔“

”اللہ....!“ حید نے مٹھنڈی سانس لی۔ ”وپہر کے لہانے کا تواب نہیں کیونکہ دوپہر ہی نہ رہی.... کیا غزانہ غیب سے شام کی چائے بھی نہ مہیا ہو سکے گی۔“

”مجھے کھاؤ گے؟“ فریدی نے جھنجھلا کر پوچھا۔

”ہامنے کی ضمانت دیجئے؟ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔“

”بکواس مت کرو۔“

”میڈی مچپر اور میڈی شلوار میں کیا لگوں گا؟“

”از آئے گھلی باتوں پر....!“

”بھوک مجھے لفگا بنا دتی ہے۔“

”اب ادیبوں کی سی باتیں کرنے لگا۔“ فریدی مکرایا۔

”خوب یاد دلایا۔ جس سماں ہے ادب میں جمود آکیا ہے؟“

فریدی کچھ نہ بولا۔ حید بکار رہا۔ ”میرا مقدر ہی خراب ہے.... ابھی حال ہی میں ا

ہاڑی شروع کی تھی کہ یہ نرمی اطلاع تھی۔ کل شام ریڈ یو پر چند جنادری قسم کے ادیب معاکیک ہد مختصر مہ اردو افسانہ کے انحطاط کے اسباب تلاش کر رہے تھے۔ ایک بزرگ بولے۔ جاسوسی ہاؤں کی وجہ سے لوگ مختصر افسانے بے بے تو جبی بر ت رہے ہیں۔ محترمہ حقارت سے ہنس کر بولیں اور یہ ناول بھی انگریزی کا چہبہ ہوتے ہیں۔ میں نے دل میں کہا۔ محترمہ ہمارا معاشرہ ہی بن انگریزی کا چہبہ بتا جا رہا ہے تو پھر یہ ناول کیوں نہ ہوں۔ ویسے ان جنادری ادیبوں میں ایک صاحب ایسے بھی تھے جو داشٹن ارڈنگ کے انداز بیان اور جان رسکن کے طرز انتقاد کی نقائی کر کے جنادری ادیب بنے ہیں۔ اس تھی کہنا پڑتا ہے کہ اگر وہ خدا کے وجود کے قائل ہوں تو خدا ان کی مغفرت فرمائے۔“

”کیوں دماغ چاٹ رہے ہو....؟“

”ارے آپ کو ادب سے دلچسپی نہیں....!“

”وہ بیچ کالوں کی طرف مڑ رہا ہے۔“ فریدی بولا۔

”جنم میں جائے اب ایک شعر سنئے۔“

پہلے ترساتی رہے خاک میں آخر مل جائے

اور کس کام کی گلیدنی ہوتی ہے

”لاحوال ولا قوا....!“

”کیا مطلب....!“

”ارے یہ شعر ہے.... ایسا لگتا ہے جیسے کسی ندیدے پچے نے جلا کر دل کا غبار کالا ہو۔“

”ساری دنیا کی زبانوں سے لڑ پچ کھنگاں ڈالنے اس ندیدے پچے کے علاوہ اور کچھ ہاتھ پہنچنے آئے گا۔“

”اب بکواس بند....!“

گاڑی بیچ کالوں میں داخل ہو رہی تھی.... چاروں طرف چھوٹے چھوٹے خوشابث

کمرے ہوئے تھے۔ اگلی گاڑی ایک ہٹ کے سامنے رک گئی.... ڈرائیور کرنے والا اتر کر بند

دروازے پر دستک دینے لگا۔

اور پھر دروازہ کھلا تو حید کی کھوپڑی ناچ کر رہ گئی۔ وہ ایک چار فٹ اونچا جیپیزی جس نے

بلند 29

”بھی ہے بھی چالبازی....!“ عورت کی مسکراہٹ بھی گویا شکایت آمیز تھی۔
”میں نہیں سمجھا۔“ فریدی نے تحریرانہ لجھ میں کہا۔

”اصلیں کہہ رہا تھا کہ تم اس کا تعاقب کرتے ہوئے آئے ہو۔“
”کون راجیش....!“ لجھ کی حرمت برقرار تھی۔

”کیا تم جنید ہو....؟“ فریدی کرٹل....!“
”قطیعی....!“

”تو آؤ....!“ بھٹک میں بھٹکو پکھ دیریا۔!

”شکریہ....!“ پھر کبھی میں ذرا ساحل تک جا رہا ہوں۔
”میں بھی چلتی ہوں....!“ پکھو دیر تو غنیمہ گورے گی۔

حید جانتا تھا کہ فریدی اب مزید کوئی عذر پیش نہ کر سکے گا۔ لہذا وہ چپ چاپ الگی سیٹ سے

اڑک پچھلی سیٹ پر جا بیٹھا۔

”یہ میرے استثنت....!“ کیپٹن حید ہیں۔

”اوہ....!“ بھو... باؤڈویوڑو....!“ عورت نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا اور فریدی بولا۔

”لیڈی پر کاش ہیں....!“ سر پر کاش میرے والد کے کلاس فیلو تھے۔

”ان سے پہلے کبھی ملاقات نہیں ہوئی....!“ دیے نام بہت سا تھے۔
حید کچھ نہ بولا۔ بوتا بھی کیسے جبکہ فریدی نے سر پر کاش سے اپنے والد کا تعلق جا ہبھرا یا

قد ہو سکتا ہے فریدی نے اس بھلے کا احتاذ اسی لئے کیا ہو کہ حید متلا رہے۔

گاڑی ساحل کی جانب چل پڑی۔ لیڈی پر کاش کہہ رہی تھی۔ ”راجیش بڑا چھا مصور ہے۔“
اجانے تو کہ میں بھی اس فن سے دلچسپی رکھتی ہوں۔ وہ مجھے مدد دیتا ہے۔ سر پر کاش غالباً اسے

لگائیں سکتے۔ میں نے سوچا ممکن ہے انہوں نے اسے خوفزدہ کرنے کے لئے تم سے مددی ہو۔
”قطیعی نہیں....!“ فریدی جلدی سے بولا۔ ”ان سے تو شاید چھا پسے ملاقات نہیں ہوئی۔“

”اچھا تو پھر تم نے وہاں گاڑی کیوں روکی تھی۔“

”اچھی بات ہے۔“ فریدی نے طویل سافس لے کر کہا۔ بلاشبہ میں اس کا تعاقب کر رہا تھا
کہ اور جو دوسرا نی تھی۔ میں نیا گرد سے شہر واپس آ رہا تھا۔ دھننا ایک زور دار و حماکہ ہوں۔ سڑک

دروازہ کھولا تھا پھر بڑے سلیقے سے ایک طرف ہٹ کر گویا سے اندر جانے کا راستہ دیا تھا
دروازہ پھر بند ہو گیا۔ فریدی نے لفکن ایک ہٹ ہی کے سامنے روکی تھی اور اب اسی پر جھکا ہوا سگار سلکار ہاتھ۔

”بس دیکھ لیا آپ نے....!“ اب فرمائیے۔ ”حید نے مخفی سافس لے کر کہا۔
”اور اس کا اندازہ بھی ہے کہ وہ پچھلے دروازے سے دوسری طرف نکل گیا ہو گا۔“

”پھر اس بھاگ دوڑ کا مطلب....!“
”میں اسے اچھی طرح پہچانتا ہوں۔“

”میں بھی پہچانتا ہوں....!“ غالباً اس کی مادہ چڑیا گھر میں مقیم ہے۔
”میں چینزی کی بات نہیں کر رہا۔“ فریدی نے چھنپا کر کہا۔

”خیر.... خیر....!“ اب چائے کی کیا رہے گی۔“

فریدی نے گاڑی آگے بڑھائی تھی کہ اس نے ہٹ کے دروازے سے آواز آئی۔ ”اب ایسی بھگی کیا یہ مردی۔“

اتھی سریلی آواز تھی کہ غیر ارادی طور پر حید کی کھوپڑی اسی جانب گھوم گئی.... اور پھر بردا

سی ایک چمک گئی.... اور وہ کانپتی ہوتی آواز میں بولا۔ ”کیا وہ ہم سے مطابق ہے۔“

فریدی نے جواب دینے کی بجائے بریک لگائے۔ گاڑی رک گئی اور وہ بھی مڑا.... عورت
دروازے سے باہر آگئی تھی۔

”اوہ....!“ فریدی آہستہ سے بڑھا یا۔ ”آپ بھی ہیں....!“

اور پھر گاڑی سے نیچے اتر آیا۔ حید بیٹھا ہی رہا۔ عورت قریب آجھی تھی۔ اتنی خوبصورت
عورت میں کم ہی نظر وہی سے گزرتی ہوں گی۔ کیا صحت تھی؟.... اعضاء کئے متناسب تھے اور پھر
آنکھیں، نعن کے ہرن چڑکی بھول جائیں۔ عمر پچیس اور تیس کے درمیان رہی ہو گی۔

”یوں چکپے سے لکھے جادے تھے۔“ عورت نے اٹھلا کر کہا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے نہ صرف
اس کی پرانی شاہزادی کے تکلف بھی رہی ہو۔

”میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔“ فریدی مسکرا یا۔ ”اس طرح اپاک ملاقات ہو گی لیڈو
پر کاش....!“

"یا مطلب....!"
«ضول بکواس مت کرو۔ اب وہ اس کی رپورٹ کرے گا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے میرے خلاف شہادت دیں گے اور ہمارے نئے ذی۔ آئی۔ جی صاحب بھی چاہیں گے کہ میں ہنگڑیاں پہنچوئے یہیل ذیل تک لے جایا جاؤں۔»

"آخز کیوں؟ آپ نے کیا کیا ہے؟"
"تم نے دیکھا نہیں تھا کہ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا... اور وہ چینخنگی تھی۔"

"یا چھینا تھا آپ نے اس سے۔"

"نیلے رنگ کی ایک سوئی... اس نے کوشش کی تھی کہ اسے میری ران میں چھاوتے۔"

"اوہ تو کیا....!"
میرا خیال ہے کہ ان دونوں کی زندگیاں اسکی ہی سوئیوں کے ذریعے ختم کی گئی تھیں۔

لیکن انہیں اس کا موقع غمیں ملا تھا کہ کسی قسم کا کامیابی دے سکتے۔"

"پھر اب آپ کیا کریں گے۔"

"فی الحال ہمیں روپوشن ہونا پڑے گا... یہ بہترین موقع ہاتھ آیا ہے اس سے فائدہ کیوں نہ ہمایا جائے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اتھے ہی میں بوکھلا گئے۔ کھوپڑی استعمال کرنے مجرم ہماری مصروفیات سے پوری طرح باخبر ہیں۔ ان کا کوئی نہ کوئی آدمی ہر وقت ہم پر نظر رکھتا ہے۔"

ایسی صورت میں ہم ان کے خلاف کیا کر سکیں گے۔"

"ہوں....!" حمید سر ہلا کر بولا اور مژ کر پیچھے دیکھنے لگا۔ دو کاریں آگے پیچھے نظر آئیں...
ہو سکتا ہے کہ وہ ان کے تعاقب ہی میں آئی ہوں۔

"مجھے علم ہے...." فریدی عقب نما آئینے کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "لوگ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"سب تو آگئی شامت....!"

"ہونہہ... کیا بکواس ہے؟"

کے پائیں جانب نیک میں دھوکیں اور گرد کے باریں اٹھ رہے تھے۔ ہم دونوں گاڑی ہر جو چھوڑ کر نیچے اتر گئے کچھ دیر بعد یہ حضرت آپ کے راجیش صاحب ادھر سے گزرے اور گاڑی روک کر بڑی دیر تک میری گاڑی کا جائزہ لیتے رہے پھر وہاں سے پل پر سے ٹھاکرے مجھے تو دیکھنا ہی پڑا کہ وہ کیا چاہتے تھے؟"

"ارے نہیں....!" لیڈی پر کاش ہنس پڑی۔ "وہ تھوڑا سا کریک ہے اور بن مگر دوام کیا تھا....؟"

"میرا خیال ہے کہ وہاں کسی نے دیکی ساخت کے بم جھپائے تھے جو کسی وجہ سے پھٹکے فریدی نے ساحل پر گاڑی روک دی۔... پھر دفتارِ حمید نے اس کی گردبار آواز سنی۔" لیڈی پر کاش ہنس پڑی۔ اور آگے جھک کر دیکھا۔ فریدی نے لیڈی پر کاش کا ہاتھ سے پکڑ رکھا تھا اور اسے غالباً اپنی ران سے دور ہٹائے رکھنے کیلئے دروازے کی طرف کھک گیا۔

گوریلا

لیڈی پر کاش دم بخود تھی۔ فریدی نے اس کا وہی ہاتھ اوپر اٹھایا اور اس کی چکلی میں دل کوئی چیز اپنی گرفت میں لے لی۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے لیڈی پر کاش اچاک ہوش میں آگئی۔ دفتار اس نے جیتنا شروع کر دیا۔ "کینے ذلیل.... کتے.... چھوڑو میرا ہاتھ۔" ساحل پر لوگ موجود تھے۔ ان میں سے کوئی کار کی طرف دوڑ پڑے۔... لیکن قلم کے کوہ قریب پہنچتے۔ فریدی نے گاڑی کا دروازہ کھول کر لیڈی پر کاش کو دھکایا اور وہ جتنا نیچے جا پڑی۔

کار کا انجمن جاگا اور وہ ایک لمبائی لے کر سڑک پر ہوئے۔ لوگ شور چاہتے تھے کچھ کار کے پیچھے دوڑ بھی پڑنے تھے۔

حمد کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔... کار نرٹک پر فرائی بھر رہا۔

"یہ کیا ہوا....؟" حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "ہوتا ہی رہتا ہے۔"

لے لوگ خاموشی سے کھڑے انہیں دیکھتے رہے... اور وہ آدمی اب بھی زمین پر پڑا ہوا تھا جس کی خر فریدی نے لی تھی۔

دنخا فریدی نے بڑھ کر ریوالوز حمید سے لے لیا اور انہیں کو کرتا ہوا بولا۔

”جید سے چھوڑ کر ہٹ جاؤ۔ مٹھیک... اب تم سب اپنے ہاتھ اختلاط... ہوں... اے تم... ہاتھ اختلاع ورنہ گولی باروں گا۔ حمید اب تم ان سمجھوں کی تلاشی لو...!“

حمد باری باری سے ان کی جیسیں مٹوئے گا۔ لیکن کسی کے پاس سے بھی روایا کوئی

دسری خطرناک چیز برآمد نہ ہو سکی۔

اب فریدی نے اس آدمی کی طرف اشارہ کیا جس نے رویالوز استعمال کرنے کی کوشش کی تھی۔

”اس کی نائی سے اس کے دنوں ہاتھ پشت پر باندھ دو۔“ پھر دفعتاً اس آدمی سے مخاطب ہوئے ”نہیں دوست... خاموشی سے خود کو ہمارے حوالے کرو... ورنہ ٹریگرڈب جائے گا۔“

حمد نے اس کے ہاتھ باندھ دیئے... اب فریدی نے دوسروں سے کہا۔ ”تم لوگ اپنی گاڑیوں میں بیٹھو۔“ اور اس نے مخالف سمت میں اشارہ کیا۔

”مگر... کیا... مطلب...!“ وہ آدمی ہکلایا جس کے ہاتھ باندھے گئے تھے...“

”تم ہمارے ساتھ چلو گے۔“ فریدی مسکرا لیا۔

دوسرے لوگ گاڑیوں میں بیٹھے چکے تھے۔

حمد نے اس آدمی کو لکن کی پچھلی سیٹ پر دھکیل دیا۔ اس سلسلے میں کافی جدوجہد کرنی پڑی اور وہ اس وقت تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا جب تک فریدی نے بھی ہاتھ نہ مٹایا۔

”اے تم لوگ ابھی گئے نہیں۔“ فریدی نے دوسروں کو لکارتے ہوئے ایک ہوائی فائر کا... اور دوسرے ہی لمحے میں دنوں گاڑیوں کے انجن اسٹارٹ ہو گئے۔

پکھ دیر بعد لکن پھر نصیر آباد کی طرف جا رہی تھی... اور قیدی پچھلی سیٹ پر پڑا اگھری کمری سانسیں لے رہا تھا۔



لیڈی پر کاش غصے میں بھری ہوئی اپنے ہٹ میں واپس آئی تھی اور فون پر کسی کے نمبر ڈائل کئے تھے۔ پھر ماڈھے پیس میں میں کہا تھا۔ ”وہ مجھ سے فیک کر نکل گیا... ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کم

کچھ دور چلنے کے بعد اس نے گاڑی نصیر آباد والی سڑک پر موڑ دی۔

”اللہ رحم کرے....!“ حمید بڑھتا ہے۔

دونوں کاریں بدستور پیچھے گئی رہیں... تھوڑی دیر بعد حمید نے محسوس کیا فریدی بڑھ رفتار کم کر رہا ہے۔

”کیا ارادہ ہے....؟“ حمید نے پوچھا۔

”دیکھتے جاؤ...!“ فریدی نے کہا اور گاڑی سڑک کے کنارے لٹا کر روک دی اور خود اپنا بوٹ اٹھانے لگا۔

انتہے میں وہ دونوں کاریں بھی آگے پیچھے آ کر رکیں۔

ان میں سے اتنے والوں کی تعداد پانچ تھی۔ فریدی ان کی طرف توجہ دیئے بغیر یونہ کراچن پر جھک گیا تھا۔

”کیوں جناب....!“ ان سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”یہ کیا حرکت تھی؟“

”کیا مطلب....؟“ فریدی سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

حمد نے دیکھا کہ سوال کرنے والا یوں کھلا کر بغلیں جھاک رہا ہے۔ وہ فریدی کی تیز نظر دن تاب نہ لاسکا تھا۔

”وہ وہاں.... ایک لمحے پر...!“ وہ بالآخر بھکلایا۔

”تمہیں اس سے کوئی سر و کار نہ ہوتا چاہئے۔“

”چوری اور سینہ زوری....!“ ایک اور آگے بڑھا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں فریدی کا گھونسہ اس کے جڑے پر پڑا... پھر ایسا جیسے انہیں ساپ سو گلے گیا ہو گھونسہ کھا کر گرنے والا کہداں لیکر کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

حمد ابھی تک گاڑی ہی میں تھا۔ دفعتاً اس نے دیکھا کہ گاڑی کے قریب کھڑا ہوا ایک آدمی جیب سے رویالوز نکال رہا ہے۔ اس نے پوری قوت سے دروازے کو دھکا دیا جو کھل کر اس آدمی سے اس بڑی طرح نکل رکیا کہ چاروں خانے چت ہو گیا دوسرے ہی لمحے میں حمید نے اس چلا گک اگلی اور اسے دوبارہ نہ اٹھنے دیا۔

ذرا ہی کی جدوجہد کے بعد وہ اس سے رویالوز چھین لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ فریدی اور

بخت کی کھوپڑی کے گرد آنکھیں ہی آنکھیں ہوں..... پیچ پر بڑی بے عزتی ہوئی۔ سول چھوٹا شوہر کے بعد اس نے مجھے گاڑی سے دھکیل دیا تھا.... لوگ جنم ہونے تھے اور میں نے اس طرزی شروع کر دیا تھا جیسے وہ مجھ سے زبردستی کرتا چاہتا ہو.... پھر وہ دونوں بھاگ لٹکے... کوکار دو گاڑیوں میں ان کے پیچے لگ گئے ہیں جن میں نمبر تیرہ بھی شامل ہے۔“

پھر وہ خاموش ہو کر دوسرا طرف کی باتیں سنتی رہی۔

”اچھا... اچھا...!“ اس نے کچھ دیر بعد سرہلا کر کہا۔ ”تو میں روپورت کر دوں۔“

”ہاں.... قطعی طور پر گواہ ملیں گے.... اس کے پیچے جو لوگ گئے ہیں ان میں ہے کم آدمیوں کو میں جانتی ہوں۔“

اس کے بعد وہ پھر سنتی رہی اور اچھا کہہ کر ریسیور گلریڈل پر رکھ دیا۔

وہ بڑی دلکش عورت تھی اور اپنے طبقے کے مردوں میں بے حد مقبول تھی البتہ عورتوں میں اس کے پالتو چینیزی کی وجہ سے بہتیری کہایا۔ مشہور تھیں جنہیں مضخکانہ انداز میں وہاں خوب خوب ناک بھوں سکوڑی جاتی تھیں۔

بڑی سو شش عورت تھی... زیادہ تر دو چار دوستوں کے ساتھ ہی نظر آتی۔

شہر کے بڑے آفیسروں سے اچھے تعلقات رکھتی تھی۔ بعض حلقوں میں تو یہاں تک ا

جاتا تھا کہ سر پر کاش کی روزافروں دولت مندی کا انعامدار ہی لیڈی پر کاش پر ہے۔ ایک پورا امپورٹ کے بڑی سی آج کل شہر میں ان کا کوئی حریف نہیں تھا۔

بہر حال لیڈی پر کاش کی خاکیت پر فریدی کے مکھ کے ڈی۔ آئی۔ جی نے اس معاملہ تفہیق خود اپنے ہاتھ میں لے لی۔ شہادت کے طور پر وہ لوگ پیش کئے گئے جنہوں نے فریدی

تعاقب کیا تھا انہوں نے یہ بھی بتایا کہ وہ ان میں سے ایک آدمی کو بے بس کر کے اپنے ساتھ گیا ہے۔

ای رات کو لیڈی پر کاش پیچ ہوٹل کے بال رومن میں نظر آئی۔ گلری میں اپنی میر پر تھا تھا رقص اجسٹے آر کشرا کی دھن پر حرکت کرتے ہوئے فرش پر ریگنے پھر رہے تھے۔

معلوم ہو رہا تھا جیسے لیڈی پر کاش کو کسی کا انتظار ہو۔

دفعتا اس کی نظر ایک آدمی پر پڑی جس نے اپنی ہم رقص کے ہاتھ چھوڑ کر مضجعہ نہ

کبھی ایک ناگ پر کھڑا دہن شروع کر دی تھی۔ ... کبھی ہاتھوں کو بے ڈھنگے پن سے ہلاتا۔ کبھی ایک ناگ پر کھڑا دہن شروع کر دی تھا۔ ... لیڈی پر کاش اسے بہت غور سے دیکھ رہی۔ پھر جیسے ہی اس نے دوبارہ اپنی پر کھڑتے تھے۔ ... لیڈی پر کاش اسے بہت غور سے دیکھ رہی۔ پھر جیسے ہی اس نے دوبارہ اپنی پر کھڑتے تھے۔ ... لیڈی پر کاش اسے بہت غور سے دیکھ رہی۔ کسی نے نمبر ڈائیل کئے اور اس کے ہاتھ تھا۔ وہ اٹھ کر ہوٹل کے ٹیلی نون بو تھے میں آئی۔ کسی نے نمبر ڈائیل کئے اور اس کے ہاتھ تھا۔ وہ اٹھ کر ہوٹل کے ٹیلی نون بو تھے میں آئی۔ کسی نے نمبر ڈائیل کئے اور اس کے ہاتھ تھا۔ وہ بس کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔ ... فی الحال اس کا کہیں پڑے نہیں۔“

”میں کیا تھا۔ وہ بے بس کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔ ... فی الحال اس کا کہیں پڑے نہیں۔“

”وسری طرف سے کچھ کہا گیا جسے وہ سنتی رہی پھر بولی۔ ”بہت بہتر۔“ میں کوشش کروں گی۔“

”رسیور کر کر وہ باہر آئی۔ تھوڑی درمک کھڑی کچھ سوچتی رہی پھر پار ٹنگ شیڈ میں آکر

انی گاڑی پاہر نکالی اور پیچ کا لاٹی کی طرف روانہ ہو گئی۔“

”چھ ہوٹل سے اس کا بہت زیادہ دور نہیں تھا۔ گاڑی روک کر نیچے اتری۔ ... بہت کے

”وہ بڑی دلکش عورت تھی اور اپنے طبقے کے مردوں میں بے حد مقبول تھی البتہ عورتوں میں

اس کے پالتو چینیزی کی وجہ سے بہتیری کہایا۔ مشہور تھیں جنہیں مضخکانہ انداز میں وہاں

خوب خوب ناک بھوں سکوڑی جاتی تھیں۔“

”بڑی سو شش عورت تھی... زیادہ تر دو چار دوستوں کے ساتھ ہی نظر آتی۔“

”جاتا تھا کہ سر پر کاش کی روزافروں دولت مندی کا انعامدار ہی لیڈی پر کاش پر ہے۔ ایک پورا

امپورٹ کے بڑی سی آج کل شہر میں ان کا کوئی حریف نہیں تھا۔“

”بہر حال لیڈی پر کاش کی خاکیت پر فریدی کے مکھ کے ڈی۔ آئی۔ جی نے اس معاملہ

تفہیق خود اپنے ہاتھ میں لے لی۔ شہادت کے طور پر وہ لوگ پیش کئے گئے جنہوں نے فریدی

تعاقب کیا تھا انہوں نے یہ بھی بتایا کہ وہ ان میں سے ایک آدمی کو بے بس کر کے اپنے ساتھ

گیا ہے۔“

”ای رات کو لیڈی پر کاش پیچ ہوٹل کے بال رومن میں نظر آئی۔ گلری میں اپنی میر پر تھا تھا رقص اجسٹے آر کشرا کی دھن پر حرکت کرتے ہوئے فرش پر ریگنے پھر رہے تھے۔“

”میں نوٹکے پر اس نیچے پر پیچی کر وہ اب تک زمین پر پڑی رہی تھی۔“

”ایک بار پھر اس کی کھصی بندھ گئی۔ ... آنکھیں بند کر لیں۔“ لیکن کتنے تک... اس بار

”آنکھیں کھولوں کر چاروں طرف نظر دوڑائی ایک جاپ ملکجی سی روشنی کا دائرہ نظر آیا۔ زیادہ

مکھیں پھاڑنے پر دو چار تارے بھی دکھائی دیئے۔ اور اس پر لرزہ طاری ہو گیا وہ کم مانگا

تھی جس کے دہانے سے اسے تارے دکھائی دیئے تھے۔ اوہ... تو وہ گوریلا اس نے سوچا کہ اس
غار میں اٹھالا یا ہے... دفتارہ کسی نعمتی سی بیجی کی طرح سک کر رونے لگی۔

پھر سنائی میں ایک پاٹ وار آواز ابھری۔ ”یہاں کون ہے؟“ ساتھ ہی اس پر ٹافار
روشنی بھی پڑی۔ آنکھیں چند ہیا گئیں۔ اب روشنی غائب ہو گئی تھی۔
پھر دو آدمیوں کی گفتگو نے غار کی حدود فضا گو بخنے لگی۔

”یہ کوئی عورت ہے۔“ پہلی آواز۔
”میں بغیر دلیل تسلیم کرنے پر تیار نہیں۔“ دوسرا آواز۔

”اے کیا تم نے دیکھا نہیں۔“
”بعض چیزیں وہ نہیں ہوتیں جو نظر آتی ہیں۔“

”پھر بھی یہاں اس غار میں اس کا کیا کام...؟“
”اگر واقعی کوئی عورت ہی ہے تو تخت الفڑی میں بھی پاپی جاسکتی ہے اس پر حیرت نہ ہونی چاہیے۔

”ہو سکتا ہے اسے ہماری مدد کی ضرورت ہوتی۔“
”لیکن یہ تو سوچو جو... یہاں اس دیانتے میں... اس تار میں...!“

”ہو سکتا ہے محترمہ ایڈوچر کی شائق ہوں... یا شہر غاروں میں رہنے والوں سے بھی بد
ثابت ہوا ہو۔“
”مم... میری مدد کیجیے۔“ لیڈی پر کاش نے جملہ پورا نہیں کیا۔

”ابی یقین کے آیا ہے اس کہانی پر۔“ دوسرا تے زبردی لیج میں کہا۔ یہ آواز لیڈی
پر کاش کو شروع ہی سے زبردگتی رہی تھی۔
”بیکار پاتیں نہ کرو...!“ اس کے ساتھی نے کہا۔

اب لیڈی پر کاش آگے چل رہی تھی۔ وہ دونوں پیچے تھے اور وقتاً فوقاً اسے راستے کے
حقیقتی بدلیات بھی مل رہی تھیں۔

تقریباً پدرہ یا بیس منٹ چلتے رہنے کے بعد وہ میدان میں آنکھ۔ یہاں جنگل گھنا نہیں
قا... لیڈی پر کاش تمکن گئی تھی... اونچی نیچی چٹانوں کے درمیان چلتے رہنا پڑا تھا... سانس

پھونے لگی تھی۔

پھر وہ ایک ایسی جگہ پہنچ کر رک گئے تھے جہاں دو چھوٹے اریاء نصب تھیں۔ ان کا شہر پڑھ میکس کی روشنی تھی۔

وہ ایک چھوٹے اریاء میں آئے۔ جہاں میسے ہی اس نے انکی شکلیں دیکھیں۔ ایک دم پھر پہلا

”اوہ تو تم ہو۔ آوازیں بدلتے رہتے تھے؟“

”ہاں متعدد...!“ فریدی نے بڑے ادب سے کہا۔

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ اتنی شرافت سے کیوں پیش آ رہے ہیں۔“ کپڑا چینہ ٹھہرنا گھنجلہ کر کہا۔

ہر چند کہ انہوں نے میری جان لے لینے میں کوئی سر نہیں چھوڑتی تھی لیکن پھر بھی ”ہم دہر پر جیکٹ پر چلا کر دیکھے چکے ہیں۔“ حید نے کہا۔ ”اور اب تم ہمیں بتاؤ گی کہ ان یہ تو سوچنا ہی پڑے گا کہ سر پر کاش کی بیوی ہیں۔ سر پر کاش سے میرے والد کے بڑے ایوں روں کا مطلب کیا ہے۔“

”ٹھاپ...!“

”خیر... خیر...!“ حید نے اس طرح کہا جیسے لیڈی پر کاش نے صرف اختلاف رائے کیا

”تم دونوں عقریب جنم میں پہنچ جاؤ گے۔“ لیڈی پر کاش دانت میں کر بولی۔

”میں جاذہ ہوں۔“ فریدی مسکرا لیا۔ ”ذی۔ آئی۔ جی صاحب بذات خود اس معاملے کی تفہیق“

”چھوٹے اریاء میں آیا اور لیڈی پر کاش خاموشی سے ایک دوسرے کو فرمارہے ہیں۔ اور لیڈی پر کاش امحقے یقین ہے کہ اس سوئی کا زہرے مختلف نہ ہے جس نے دو دو یہ دریں کوموت کی نیند سلا دیا تھا۔“

”میں نہیں جانتی۔۔۔ تم کیا کواس کر رہے ہو۔“

فریدی لاپرواٹی سے شانوں کو جنتش دے کر بولا۔ ”اس نے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“

”تم مجھے کہاں سے لائے ہو؟“

”میں تمہیں اپنے کیپ میں لایا ہوں؟“

”میں سمجھ گئی۔۔۔ یہ تمہاری حرکت تھی۔ تم نے اچھا نہیں کیا؟“ لیڈی پر کاش آنکھیں نکال کر بولی۔

”اس سے بھی کیا فرق پڑے گا۔“ فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرا لیا۔

”مجھے اس فلم کا پرنٹ بھی مل گیا ہے جو میرے کیرے سے نکالی گئی تھی۔“

واپسی

مگر سراغِ رسانی کا ذی۔ آئی۔ جی۔ جوزف پیرنہ صرف اصلًا بلکہ معنوی اعتبار سے بھی پوری ہی تھا۔ اول ورچے کا کینہ تو ز اور ظالم۔ حال ہی میں کسی دوسرے علاقے سے تجدیل ہو کر

”اوہ...!“ وہ دانت میں کر بولی۔ ”تم چور بھی ہو۔“

”اوہ...!“ وہ دانت ویٹی بیک میں تھی اور ویٹی بیک اس وقت تمہارے ہاتھ میں تھا جب میرے ”ڈاٹھارے“ ویٹی بیک میں تھیں۔ گوریا پالا یونیورسٹی پر کاش۔ ”جیزی تو بڑا حیر سا جانور ہے۔“

”لئے تھے تم پر جملہ کیا تھا...؟ گوریا پالا یونیورسٹی پر کاش۔“

”تم اسے بھی مار ڈالا... درمنے۔“ ”وہ روہانی آواز میں چھپی۔“

”نہیں مل سکتی رہو.... وہ صرف بیووش تھا۔“

”مجھے بھی کچھ بولنے دیجئے یا آپ ہی بولے چلے جائیں گے۔“ حید نے کہا اور فریدی مسکرا

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ اتنی شرافت سے کیوں پیش آ رہے ہیں۔“ کپڑا چینہ ٹھہرنا گھنجلہ کر کہا۔

لیڈی پر کاش حید کو کھا جانے والی نظر وہ سے گھوڑنے لگی تھی۔

”لیڈی پر کاش کی بیوی ہیں۔ سر پر کاش سے میرے والد کے بڑے ایوں روں کا مطلب کیا ہے۔“

”تعلقات تھے۔“

”جہنم میں جھوکنے... اس سے تعلقات نہیں ہیں۔“

”تم دونوں عقریب جنم میں پہنچ جاؤ گے۔“ لیڈی پر کاش دانت میں کر بولی۔

”میں جاذہ ہوں۔“ فریدی مسکرا لیا۔ ”ذی۔ آئی۔ جی صاحب بذات خود اس معاملے کی تفہیق“

”چھوٹے اریاء میں آیا اور لیڈی پر کاش خاموشی سے ایک دوسرے کو فرمارہے ہیں۔ اور لیڈی پر کاش امحقے یقین ہے کہ اس سوئی کا زہرے مختلف نہ ہے جس نے دو دو یہ دریں کوموت کی نیند سلا دیا تھا۔“

”میں نہیں جانتی۔۔۔ تم کیا کواس کر رہے ہو۔“

فریدی لاپرواٹی سے شانوں کو جنتش دے کر بولا۔ ”اس نے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“

”تم مجھے کہاں سے لائے ہو؟“

”میں تمہیں اپنے کیپ میں لایا ہوں؟“

”میں سمجھ گئی۔۔۔ یہ تمہاری حرکت تھی۔ تم نے اچھا نہیں کیا؟“ لیڈی پر کاش آنکھیں نکال کر بولی۔

یہاں آیا تھا۔ مخفی شے کی بناء پر لوگوں کو ایسی اذیتیں دیتا تھا جیسے نازیوں نے یہودیوں یا زنگناپوں نے حریت پسند البارزیوں کو بھی نہ دی ہوں گی۔ حکمے میں سب سے زیادہ قدر نے خارکھاتا تھا۔ اگر فریدی کی پوزیشن معتبر نہ ہوتی تو شاید اب تک اس کا جادل ہی کر پا کا ہوتا لیڈی پرکاش کی روپرٹ ملتے ہی فریدی کے خلاف پوری طرح حرکت میں آگیلانہ کے دونوں ماتخوض امر سنگھ اور ریمش کو بلا کر پوچھ گئے کی۔ ان کے لا علمی ظاہر کرنے پر اس گرتبا ستارہ جیسے وہ جھوٹ بول رہے ہوں۔ پھر فریدی کی کوشی کی نگرانی کے اکاٹا کئے۔ شہر کے سارے ٹھانوں کو آگاہ کیا گیا کہ فریدی پر نظر رکھی جائے۔ فریدی کے خلاف فلم چار ذی عزت آدمیوں شہادت دی۔ تھی۔ وہی لوگ تھے جنہوں نے فریدی کا تعاقب کر انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ فریدی ان میں سے ایک آدمی کو زبردست باندھ لے گیا تھا۔ ایسا آدمی کا نام نہ بتا سکے۔ ان کے لئے اجنبی تھا۔ مخفی اس نے ساتھ ہو گیا تھا کہ ان نہ آدمیوں کو پکڑنے میں انہیں مدد دے سکے۔ انہوں نے اس واقعہ کا تذکرہ قطبی نہیں کیا تھا کہ آدمی نے فریدی پر رویا اور تان لیا تھا۔... ہو سکتا ہے لیڈی پرکاش نے انہیں ایسا کوئی بیان سے باز رکھا ہو۔

بہر حال اب ڈی۔ آئی۔ جی پیر آئی جی کے آفس میں اس کی آمد کا منتظر تھا۔ وہ آیا اور اس سے وہاں اس کی موجودگی کے متعلق استفسار کیا۔

”یہ ڈی سخت تکلیف دہ ہوتا جا رہا ہے۔“ ڈی۔ آئی۔ جی نے برا اسمانہ بنا کر کہا۔

”کیوں؟ کیا بات ہے۔“

ڈی۔ آئی۔ جی غصیلے لمحے میں لیڈی پرکاش کی کہانی دہرانے لگا۔

بات غتم ہونے پر آئی۔ جی کافی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

”میں نہیں سمجھ سکتا۔... کیا معاملہ ہے۔“

”معاملہ صاف ظاہر ہے۔ تجدی زندگی بعض اوقات ایسے ہی راستوں پر لے جاتی ہے۔ آئی جی حقارت آمیز انداز میں نہ کر بولا۔“ تم نے فریدی کو سمجھنے میں غلطی کی ہے۔“

”پھر آخر لیڈی پرکاش کی روپرٹ پر کیا ایکشن کیا جائے۔“ اس نے سخت نامعقول تم لمحے میں پوچھا۔

گوری چڑی والا ہونے کی بناء پر وہ دیکی آفیسروں سے بھی بعض اوقات بردا حقارت آمیز پڑھتا تھا۔ اور وہ عموماً طرح دے جاتے تھے۔

ہو سکتا ہے اس کی وجہ ڈیڑھ صد سالہ غلامی کا پیدا کرده احساس کتری ہی رہا ہو۔ میر حال آئی اس کے لمحے کو نظر انداز کرتا ہوا بولا۔ ”ایکشن تو لینا ہی پڑے گا اور اس کا فیصلہ عدالت کرے کر کون کس پوزیشن میں تھا۔ ویسے میں لیڈی پرکاش کو اچھی طرح جانتا ہوں۔“

”میں نہیں سمجھا۔...؟“
”وہ حقیقت کوئی اچھی عورت تو نہیں۔“

”عنی شاہد موجود ہیں جناب۔“

”ہمیادیکھا تھا انہوں نے۔“

”وہ گاڑی میں بیٹھی جی رہی تھی۔... اور فریدی نے دروازہ کھول کر اسے دھکا دنے دیا تھا۔“
”محظی ہے مسٹر جوزف پیٹر۔... اگر فریدی لیڈی پرکاش کے بیان کے مطابق اسے دستی کہیں لے جانا چاہتا تھا تو پھر اس طرح دھکیل کر کیوں چلا گیا۔“

”اس خیال سے کہ اتنے آدمیوں کی موجودگی میں اسے لے جانے میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔“

”حالانکہ وہ ان میں سے ایک مرد کو زبردست باندھ لے گیا۔“ آئی۔ جی مسکرا یا۔

”اس وقت وہاں صرف پانچ آدمی تھے۔“

”چھاہیے تو سوچو۔... کہ وہ اسے ساحل پر کیوں لے گیا تھا؟ کیا ان آدمیوں کو تعاقب کی اور دینے کہیں لے جانا مقصود ہوتا تو وہیں اس کے ہٹ سے لے جاتا۔ کیونکہ ساحل کے گے تو سمندر ہی ہے۔“

”جناب وہ تو سب نہیں ہے۔... لیکن روپرٹ۔...؟“

”میں کہہ تو رہا ہوں کہ ایکشن لو۔... اتنی باتیں صرف اس نے کرڈیں کہ اس کا تجدی دہنام ہو۔“

”میرا خیال ہے کہ وارثت ایشو کر اؤں۔“

”آتی جلدی۔...!“ آئی جی مسکرا کر بولا۔ ”نہیں یہ ناممکن ہے۔ اگر وہ دو دن کے اندر پورا نہ دے تو یہ بھی کر گزنا۔“

پاہدست پیدا نہ کر سکے اسے کر سکے... نہ کر سکے... اودہ میں کیا کہہ رہا تھا۔“
فریدی نے حید کو گھور کر دیکھا اور اسی طرح غصیل نظروں سے گھورتا ہوا چھولداری سے
ٹاپیا۔ حید نے طویل سائبس لے کر کہا۔ “عقل مند آدمی معلوم ہوتے ہیں آپ۔“
اور لیڈی پرکاش کو خاطب کر کے بولا۔ “یہ قیچی میں اس لئے لایا تھا کہ تمہارے سر کے بال
مان کر دوں۔“

”میں تم سمجھوں کو سمجھوں گی۔“ وہ دانت چین کر بولی۔
”بھر بھکنے لگیں.... کیا گور لیے کو پھر تکلیف دیتی پڑے گی۔“
”کیوں پیچھے پڑے ہو میرے۔“ وہ روہانی آواز میں جیختی
”میں بے حد سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں لیڈی پرکاش کہ تم سے ایسے حالات ہوئی
ورنہ... ورنہ تم دیکھیں۔“
”کیا رکھتی۔“

”تمہاری آنکھیں.... مجھے ایسا لگتا ہے... جیسے ان آنکھوں کو بارہا خواب میں دیکھا ہو۔“
”مجھے کیوں پریشان کیا جا رہا ہے۔“
دفعہ حید نے چاروں طرف دیکھ کر ہونٹوں پر انگلی رکھ لی۔
لیڈی پرکاش مت ہمیراں انداز میں پلکیں جھکا رہی تھی۔
پھر حید نے بلند آواز میں کہنا شروع کیا۔ ”جسمیں بتانا ہی پڑے گا لیڈی پرکاش... کرتی
فریدی کو مجرموں پر قطعی رحم نہیں آتا۔“
”مم... میں کچھ نہیں جانتی۔“

”تم جانتی ہو لیڈی پرکاش...!“ حید نے گرج کر کہا اور پھر مسکرا کر آنکھ ماری اور
چھولداری کے درکی طرف دیکھنے لگا۔
لیڈی پرکاش کے چہرے پر حریت کے آثار تھے اور اسی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی الجھن میں
بھی پڑ گئی ہو۔

”کیا تم نے نا نہیں...!“ وہ پھر غرایا۔
”میں کہتی ہوں تمہیں پچھتا ہی پڑے گا۔“

”لیڈی پرکاش بہت بار سونخ ہے... کہیں ایسا نہ ہو کہ اوپر سے احکامات آ جائیں“
”میں اپنے فرائض سے بخوبی واقف ہوں۔“ آئی جی نے لاپرواہی سے شانوں کو جنہوں
ذی۔ آئی۔ جی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا ہا پھر اٹھ گیا۔



لیڈی پرکاش پیال کے ستر پر پڑی تھی۔ آنکھیں بند تھیں اور وہ گھری گھری سانپیں
رہی تھی۔ قریبی حید سے کہہ رہا تھا۔ ”تم گدھ ہے۔ اس کی کیاضر ورثت تھی۔“
”اے بھی نہیں... ذرا سے ہوش آنے دیجئے تو پھر اس کی اہمیت بھی آپ کی سمجھی
آجائے گی۔“ حید پاپ میں تمبکو بھرتا ہوا بولا۔

فریدی تشویش کن نظر دوں سے بے ہوش محورت کی طرف دیکھتا ہے۔ دفعہ حید ہنسنے لگا
”خاموش رہو۔“

”اب یہ کبھی ہوش میں نہیں آئے گی۔“ حید نے کہا۔
”کیا مطلب....!“

”جب ہوش ہی میں نہ آئے گی تو پھر اسے خوبصورت کیوں رہنے دیا جائے۔“
”بکواس مت کرو۔“

”میں اس کے گھنگریاں بالوں پر قیچی کیوں نہ چلا دوں۔“
پھر فریدی کچھ سوچتا ہوا اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرا دیا۔

”مگر....!“ حید چک کر بولا۔ ”میں قیچی لینے جا رہا ہوں۔“
وہ ابھی واپس نہیں آیا تھا کہ لیڈی پرکاش کے جسم میں حرکت ہوئی اور پھر اس کی واپسی
پہلے ہی وہ اٹھ بھی گئی تھی۔

حید چھولداری میں داخل ہوا تو وہ فریدی کو گھوڑے جا رہی تھی اور فریدی کیوس
فونڈگ اشول پر بیٹھا کوئی کتاب دیکھ رہا تھا۔
حید دونوں کے درمیان رک کر انگلی میں قیچی مچانے لگا۔

کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ ”لیڈی پرکاش کرتی فریدی تھماری بہت عزت کرتے ہیں کہ
تم ان کے والد کے دوست کی بیوی ہو اور مجھے اپنے والد کی نالا نتھی پر سخت افسوس ہے کہ“

نمبر 29
میں مطلب.....؟
”غمہ ریے..... میں پہلے پڑو میکس لاوں؟ ورنہ ہو سکتا ہے اندر میرے میں حزید کسی غلط فہمی
انکالتا پیدا ہو جائیں۔“

”انہر کروپس چھولداری میں آیا اور پیٹر و میکس اٹھا کر وہیں جا پہنچا۔ لیڈی پرکاش کے
پر زردی تھی۔

”میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کسی غلط فہمی میں بنتا ہو کر غلط اقدام کر بیٹھے ہیں۔“
لے فریدی کو مطالب کر کے کہا۔

”فقول باتیں نہ کرو..... آخر وہ زہری سوئی تمہارے ذہن سے کیوں نکل جاتی ہے۔“

”اسے بھی غلط فہمی کہیں گے اگر خلاں کو زہری سوئی سمجھ بیٹھیں۔“
”غیر ختم کرو.....!“ فریدی سمجھ دی سے بولا۔ ”ہو سکتا ہے غلط فہمی ہی ہو..... لیکن کیوں نہ
لانپی یہ غلط فہمی رفع کرنے کی کوشش کروں۔“

”خود رکھجئے..... کیوں لیڈی پرکاش....!“ لیڈی پرکاش حمید کی طرف صرف دیکھ کر رہ گئی
لے نہیں۔

فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہد ”میں یہ سوئی لیڈی پرکاش کے بازو میں چھبو کر دیکھوں گا۔“
”نہیں.....“ وہ نہیانی آواز میں چینی اور اچھل کر بیچھے ہٹ گئی۔

”تا ممکن ہے لیڈی پرکاش! میں اپنی غلط فہمی رفع کروں گا۔“ فریدی آگے بڑھتا ہوا غریباً۔
”اگرے بچاڑ..... بچاڑ....!“ وہ پاگلوں کی طرح چینچ جا رہی تھی۔

”یہ کریں فریدی ہیں....!“ حمید نے بوکھلائے ہوئے انداز کی اوکاری کی ”غور سے
دیکھو..... گوریلا نہیں ہے..... گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔“

”گرے.... میں مر جاؤں گی۔“

”گوہ.... اف فو..... تو گھبڑے چتاب۔“ حمید آگے بڑھتا ہوا بولا۔

فریدی رک کر غصیلے لبھ میں بولا۔ ”تم دخل اندازی مت کرو؟“

”سمال ہے.... ارے تسلیم تو کر لیا بچاری نے کہ سوئی زہری ہے۔“

”تو اس کا یہ مطلب ہے کہ میں خاموش رہ جاؤں۔“

”آجھی بات ہے..... میں پھر جا رہا ہوں..... وہ گوریلا ہی تمہیں راوز است پر لائے گا،
وہ ابھی کچھ اور کہنا چاہتا ہے لیکہ فریدی چھولداری میں داخل ہو۔ ”لیڈی پرکاش!“
نرم لبھ میں کہا۔ ”کیا تم دوسرا چھولداری تک چل سکو گی۔“

حمدی نے فریدی کی نظر بچا کر لیڈی پرکاش کو آگھے باری اور سر کو اس طرح جیبھی رکھی
اس سے انکار کر دینا چاہتا ہو۔ لیڈی پرکاش نے تذبذب کے ساتھ کہا۔ ”میں کہیں نہ جاؤں گی
فریدی پلکیں جھپکائے بغیر اسے گھورتا رہا پھر سرد لبھ میں بولا۔ ”میں تمہیں دو قلم دک
چاہتا ہوں..... تم مجھے ان اشاروں کا مطلب بتاؤ گی۔“

چند لمحے خاموش رہ کر دھنگاگر جدار آواز میں بولا۔ ”اٹھو...!“

شاید اسے لبھ کا جھنکاہی کہیں گے جس نے لیڈی پرکاش کو پیال کے بستر سے اٹھا دیا
فریدی نے چھولداری کے درکی طرف اشارہ کیا اور لیڈی پرکاش چپ چاپ آگے بڑھ گئی۔
فریدی اس کے پیچے تھا۔ حمید بھی بالآخر اٹھ کر ساتھ ہو لیا۔

”وہ دوسرا چھولداری میں آئے۔ یہاں سامنے ایک سفید چادر تی ہوئی تھی اور اس
تھوڑے فاصلے پر بیڑی سے چلنے والا ایک چھوٹا سا پروجیکٹر رکھا ہوا تھا۔“ فریدی نے حمید کے
کہ وہ پیٹر و میکس لیپ دوسرا چھولداری میں پہنچا کر خود واپس آجائے۔

”حمدی و اپنی پہنچا تو فریدی پروجیکٹر اسٹارٹ کر چکا تھا..... پردے پر ایک آدمی نظر آیا جو
ہاتھوں کو متواتر جیبھی دے رہا تھا... پھر ایک دوسرا چہرہ نظر آیا... یہاں بھی ہاتھوں کی درزہ
نظر آئی.... کئی چہرے گزر گئے اور بالآخر چادر پر صرف روشنی کا مستطیل باقی رہ گیا۔“

”کیا خیال ہے لیڈی پرکاش....!“ حمید نے فریدی کی آواز سنی۔
”میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم پر کس قسم کی دیواری کا دورہ پڑا ہے۔“

”لیڈی پرکاش یہ قلم تمہارے ویٹی بیک سے برآمد ہوئی تھی اور لیڈی پرکاش یہ تصاویر میں
نہیں لی تھیں۔“

”میں نہیں جانتی کہ اس کا ماں کون ہے..... مجھے یہ شیخ پر ایک جگہ پڑی تھی۔“
”بہت خوب....!“ فریدی کا بلکہ سا قہقہہ چھولداری میں گونجا۔
دفعتاً فریدی نے ناخوٹگوار لبھ میں کہا۔ ”آپ یقیناً کسی غلط فہمی میں بنتا ہیں۔“

”بائلکل....!“

”اور اگر یہ کامیاب ہو گئی ہو تھی تو.... پھر یہ اتنا بھرپور ”بائلکل“ کس کی زبان سے لامہز،
حمد خاموش ہو گیا.... لیڈی پر کاش گھنٹوں میں سردی رونے جاری تھی۔
”لیڈی پر کاش....!“ فریدی کا ہجہ بے حد سرد تھا۔ ”ہو سکتا ہے تم اس فلم پر کوئی رول
ڈال سکو لیکن کیا یہ بھی نہیں جانتیں کہ ان ساری حرکتوں کی پشت پر کون ہے۔“
لیڈی پر کاش پچھنہ بولی۔ گھنٹوں سے سر بھی نہیں اٹھیا۔... حمید نے فریدی کو اشداہ
وہ چھولداری سے چلا جائے۔

”میں تمہیں صرف آدھے گھنٹے کی مہلت اور دے سکتا ہوں.... اس کے بعد جو کوئی
گام تم خود ہی دیکھ لوگی....“ فریدی کہتا ہوا چھولداری سے چلا گیا۔
حید لیڈی پر کاش کے قریب پہنچا اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بڑے پیارے
”بس اب چب رہو.... میں سب کچھ ٹھیک کروں گا۔“

”تم دونوں درندے ہو.... تمہیں مجھ پر رام نہیں آتا۔ ایک عورت پر۔“ وہ سرا
عجیب سے لہجہ میں بولی۔.... اور پھر ”غم و غصہ“ والی ترکیب پوری طرح سمجھ میں آگئی۔“
اس اخباری ترکیب پر ہمیشہ ہستارہتا تھا۔ کیونکہ اس کی دانست میں انسانی ذہن بیک وقت م
ایک ہی جذبے کا متحمل ہو سکتا ہے۔ بہر حال اس نے پھر نرم لہجہ میں کہا۔ ”تم خود سوہا
پر کاش کہ چویشن کیا ہے۔ تم نے کرٹل کی جان لینے کی کوشش کی تھی۔ میں ہوتا تو خیر کوئی
نہ تھی۔ کیونکہ میں پیدا ہی اس لئے ہوا ہوں کہ خوبصورت عورتوں پر مر تار ہوں۔... ایک
ہاتھ سے سچ چھی مر جاتا تو کیا فرق پڑتا۔“

”میرا مصلحتکے اڑاہے ہو۔“
”لیڈی پر کاش.... لیڈی پر کاش! سمجھنے کی کوشش کرو.... سمجھے شروع ہی سے ن
ہمدردی رہی ہے۔“

لیڈی پر کاش پچھنہ بولی۔ لیکن اب وہ رو نہیں رہی تھی۔
”اچھا ایک بات بتاؤ۔“ حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ”کیا تم نے اس آدمی کو بتا دیا تھا کہ
تم سے سوئی چھین لینے میں کامیاب ہو گئے تھے۔“

”نہیں....؟“

”ہیوں نہیں بتایا تھا۔“

”اس صورت میں خود میری زندگی خطرے میں پڑ جاتی۔“

”ہوں....!“ حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”پھر تم نے اسے کیا بتایا تھا۔“

”بھی کہ فریدی میرے آرٹسٹ دوست کا تھا قاب کرتا ہوا میرے ہٹ تک آیا تھا میں نے

سوچا کہ اس کی غلط فہمی رفع کرنے کی کوشش کروں۔ میں اس کی گاڑی میں بیٹھ کر ساحل تک

میں... دہاں نہ جانے کیوں مجھے گاڑی سے دھکیل دیا۔“

”اوہ تو کیا تمہیں اس کے لئے ہدایات نہیں مل تھی۔“

”ہدایت تو تھی کہ جب بھی اور جیسے بھی موقع مل جائے تو فریدی کو ختم کر دے۔ وہ اس

دھماکے سے فیکھیا۔ اس لئے میں نے سوئی سے کام نکالنا چاہا۔“

”پھر اس سے تمہیں کیا بدایت ملی۔“

”بھی کہ فریدی کے خلاف رپورٹ درج کرادوں کہ وہ مجھے زبردستی گاڑی میں ڈال کر لے

جا رہا تھا.... ساحل کے قریب مجھ دیکھ کر مجھے سچے دھکیل گیا۔“

”اور تم نے رپورٹ درج کرادی۔“

”ہاں کئی آدمیوں کی شہادت سمیت۔“

”بہت عمدہ....!“ حمید نے کہا اور پاپٹ میں تمبکو بھرنے لگا۔

تحوڑی دیر کے خاموشی رہی پھر لیڈی پر کاش خود ہی بولی۔ ”یقین کرو.... فریدی نے مجھے

وہ فلم دکھائی تھی اس کے اشارے میں نہیں سمجھ سکی.... ہر آدمی کے اشارے الگ ہیں۔ میرے

پابرج میں جو لوگ ہیں ان کے اشارے میں سمجھ سکتی ہوں اور وہ میرے اشارے سمجھ سکتے ہیں۔“

”اوہو.... تو یہ گروہ مختلف ٹولیوں میں بنا ہوا ہے۔“

”یعنی بات ہے۔“

”اب یہ بھی بتا دو کہ تمہیں کس سے احکامات ملتے ہیں۔“

”اپر گنگ ناٹ کلب کے سمجھ جو ہاں سے۔“

”تمہاری نولی کے ذمہ کون سا کام ہے۔“

”اعلیٰ سرکاری افروں سے ربط و ضبط بڑھاتا۔“
 ”کس لئے...!“
 ”یہ مجھے آج تک نہیں معلوم ہو سکا۔“
 ”بھی آخر بڑھا کر کیا کرتی ہو۔“
 ”جو اپر گٹ نائنٹ کلب کو قابلِ اعتماد نہیں سمجھتے انہیں وہاں تک پہنچانا میرا کام ہے۔“
 ”پھر کیا ہوتا ہے۔“
 ”اس کے بعد میں تمیں جانتی کہ کیا ہوتا ہے۔“
 ”لیڈی پر کاش! کیا مجرم چہاں.... سرپر کاش سے زیادہ دولت مند ہے۔“
 ”نہیں کچھ مجبوریاں ہوتی ہیں۔“
 ”کیا اس نے تمہیں بلیک میل کیا تھا۔“
 ”نہیں.... میں خود میں وہاں جا پہنچی تھی۔“

”میں ہر گز نہیں بتاؤں گی.... سب کچھ تو بتاچکی.... اس سے تمہیں کوئی سر و کار نہ ہونا چاہیے اور سنو۔ تم لوگ مجھے جان سے تو مار سکتے ہو لیکن میرے خلاف کوئی قانونی کارروائی کر کے بھی کامیاب نہ ہو سکو گے۔ کیونکہ تم لوگوں کے خلاف میری روپورٹ پہلے ہی درج کی جا چکی ہے۔ میرا کیلیں سرکاری و کیلیں کاتاطھے بند کر دے گا۔“
 ”بلاکل.... بلاکل....!“ حمید سرہلا کر بولا۔ ”پھر بہمیں تمہارے ساتھ کیا بر تاذ کرنا چاہئے۔“
 ”مجھے جیسی عورت کے شایان شان کوئی بر تاذ....“ وہ آنکھیں کچھ اور نیلی بنا کر مسکراتی۔
 ”ایک بات اور....!“ حمید اس طرح چوک کر بولا جیسے کچھ یاد آگیا ہو۔ ”تمن متوازی کیروں کو کاہتی ہوئی چوتھی لیکر کیا معنی رکھتی ہے۔“
 ”اوہ.... بہت کچھ جانتے ہو۔“ وہ پھر پڑی۔ پھر کچھ دیر بعد بولی۔ ”اس کا مطلب ہے وارنک جب گروہ کے لئے کام کرنے والے آدمی سے کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے تو یہ نشان وارنک کا کام درستا ہے۔“
 ”بیہت خوب....!“ حمید نے پاپ سلاکا کر ہلاکا ساکش لیا۔ متواتر دو تین کش لینے کے بعد بولا۔ ”مجھے اپنی وہ مجبوری ضرور بتاؤ۔“
 ”میں کہتی ہوں وہ قطعی میرا بخی معاملہ ہے۔“
 ”وختا فریدی چھولداری میں داخل ہو کر بولا۔ ”غستم کرو.... واقعی یہ ان کا بخی معاملہ ہے۔
 پہلے مجھے صرف شبے تھا لیکن اب یقین ہو گیا ہے کہ اپر گٹ کلب سے ہیر وَنْ تقسم ہوتی ہے۔“
 ”عن.... نہیں.... یہ غلط ہے۔“ لیڈی پر کاش بکلائی۔
 ”اُنہیں ایگل بیچ چھوڑ آؤ....!“ فریدی نے حمید سے کہا۔
 ”مم.... میری بات تو سنو....!“
 ”لیڈی پر کاش تمہیں ابھی واپس جانا ہو گا....!“ فریدی نے کہا اور پھر چھولداری سے باہر چلا گیا۔

لاش

لیڈی پر کاش اپنے بہت میں پہنچ چکی تھی۔ حمید ہی اسے واپس لا یا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ لیڈی پر کاش بہت زیادہ مغضسل ہو گئی ہے۔ اس نے بہت میں پہنچ کر نہ اُسے دھمکیاں دیں اور نہ اس

”میری دلچسپی بڑھ رہی ہے لیڈی پر کاش! لہذا اس اجھاں کی تفصیل بھی ہو جائے تو بہتر ہے۔“
 ”مجھے آج تک نہیں معلوم ہو سکا۔“
 ”بھی آخر بڑھا کر کیا کرتی ہو۔“
 ”جو اس کا نائنٹ کلب کو قابلِ اعتماد نہیں سمجھتے انہیں وہاں تک پہنچانا میرا کام ہے۔“
 ”پھر کیا ہوتا ہے۔“
 ”اس کے بعد میں تمیں جانتی کہ کیا ہوتا ہے۔“
 ”لیڈی پر کاش! کیا مجرم چہاں.... سرپر کاش سے زیادہ دولت مند ہے۔“
 ”نہیں کچھ مجبوریاں ہوتی ہیں۔“
 ”کیا اس نے تمہیں بلیک میل کیا تھا۔“
 ”نہیں.... میں خود میں وہاں جا پہنچی تھی۔“
 ”خیر میں تمہارے ان بخی معاملات میں دخل انداز نہیں ہوتا چاہتا۔“
 ”میں تمہیں ضرور بتاؤں گی.... میں کلب کے پیانٹ فرماز کو چاہتی ہوں اس کے زندہ نہیں رہ سکتی۔“
 ”اس کیفیت کی مدت کتنی ہوتی ہے۔“
 ”بہت سو رہو.... تم کیا جانو۔“
 ”صورت دیکھ کر بتا سکتا ہوں کہ عورت کا نائب کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم سال دوسا سے زیادہ کی بوریت ہر گز برداشت نہیں کر سکتیں۔“
 ”میں نے غلط کہا تھا.... اب میں اس کے بغیر بھی زندہ رہ سکتی ہوں۔“ وہ بڑے والا ویرانہ مسکرا کیا۔
 ”بہر حال تم اسی کے لئے وہاں تک پہنچی تھیں.... لیکن آخر تم نے اس حد تک جانا کہ ادا کر لیا۔“
 ”مجبوری....!“
 ”میری دلچسپی بڑھ رہی ہے لیڈی پر کاش! لہذا اس اجھاں کی تفصیل بھی ہو جائے تو بہتر ہے۔“

جمیعتی علی کی خبری جس کے متعلق یکپیش میں بہت ہی پڑتا بانہ انداز میں پوچھ گچھ کی قیمت
معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی بہت تکلیف دہ خیال سے الجھ گئی، ہو فتح اس نے کہا۔ ”کرتی فریڈ لائل
فنی میں مبتلا ہیں۔ اپر گنگ ناٹ کلب میں ہیر وئن نہیں ملتی۔“

”لیہاں کی باتیں لے بیٹھیں۔ میں اس سے دور بھاگتا ہوں...!“ حمید نے کہا لیکن وہ سرو
رہا تھا اس عورت کو اس کی قطعی پواہ نہیں ہے کہ اس اعتراف کے بعد اس کا کیا جائز ہو گا۔ مغل
پیش کرنے پڑتی ہے۔ اپر گنگ ناٹ کلب کے مالک کی وہ بھی اس سلسلے میں کہ وہ ہیر وئن کی ناچ پر
تجارت نہیں کرتا۔

”اچھا بہ میں چلا۔“ حمید امتحانا ہو ابولا۔ ”تمہارا جمیعتی دوسرے کرے میں آرام کر رہا ہو گا۔“
”میری بات سنو۔“ لیڈی پر کاش نے ہاتھ اٹھا کر مضطربانہ انداز میں کہا۔ ”آخر فریڈ کی نے
مجھے اس طرح کیوں چھوڑ دیا۔ میں نے اسے موت کے گھاٹ اتنا دینے کی کوشش کی تھی۔“

”وہ حضرت اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمہاری رپورٹ کے بعد تمہارے خلاف کوئی کارдан
کر کے کامیاب نہیں ہو سکیں گے وہ ایک بات، کیا تمہاری رپورٹ میں میر انام بھی موجود ہے۔“
”نہیں...!“

”یہ اچھی بات ہے۔“ حمید نے طویل سانس لی۔
”میں یہ رپورٹ بھی واپس لے لوں گی۔“

”احقانہ خیال ہے۔ وہ لوگ تمہیں زندہ نہ چھوڑیں گے؟“
”پھر میں کیا کروں؟“
”بچت کی صورت یہی ہے کہ اب ہمارے لئے بھی کام کرو۔ اگر کرتی اس کیس میں کامیاب
ہو گئے تو تم وعدہ معاف گواہ بنائی جاؤ گی۔“

”لیکن میں تم لوگوں کے لئے کیا کروں گی۔“
”یہ وقت آنے پر بتا دیا جائے گا۔ فی الحال ہمارے خلاف ان کی سکیموں سے ہمیں باخہ
رکھو.... اور لیڈی پر کاش....!“ حمید کچھ کہتے رک گیا۔

”ہاں.... ہاں کہو۔“
”یہاں سے واپس جانے کوئی نہیں چاہتا۔“ حمید نے ادھر اورہ دیکھ کر آہستہ سے کہا۔

”ہوں....!“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

”م مطلب یہ کہ یہ عمارت مجھے بہت پسند ہے۔“

”اگر مجھے کام لیانا چاہتے ہو تو مناسب یہی ہو گا کہ پھر کسی یہاں نہ دکھائی دو۔“

”چھی بات ہے۔“ حمید مختنڈی سانس لے کر دروازے کی طرف مڑ گیا۔



اپر گنگ ناٹ کلب صرف مبروعوں کے لئے مخصوص تھا۔ غیر مبراسی صورت میں داخل
ہونے سے خوب وہ کسی مبر کے ساتھ ہوں۔

کلب کا اک ایک ریٹائرڈ فوجی سمجھ چوہاں تھا۔ اس کے بے تکلف دوست اسے اکثر بیرون کی
زن کا سمجھ کہہ کر پکارتے تھے۔ بات بھی کچھ اسکی تھی کہ بچتی فٹ بیٹھتی تھی۔ وہ روزانہ طلوع
نما قتاب سے قبل عمارت کی کپاؤٹ میں بیرون کو پریٹ کرتا تھا۔ غالباً فوجی انداز میں کاش دیتا۔
اور انہیں اس نری طرح تھکا مارتا کہ وہ اکثر اس کی موت کی دعا میں مانگتے لگتے تھے۔ ملازمت
اُن لئے نہیں چھوڑ سکتے تھے کہ وہ پانچ سال سے کم کے ایگر یہ پنٹ پر ملازم رکھتا ہی نہ تھا۔ پھر بھی
وہرے ہو ٹلوں اور کبوڑوں کے بیڑے اپر گنگ ناٹ کلب سے نسلک ہونے کو پیشے کی معراج
سمجھتے تھے کیونکہ یہاں بہت بھاری پٹ ملتی تھی۔ پسیس پانی کی طرح بہتا تھا۔ متوسط طبقے کے افراد تو
اُن کے تصور سے بھی دور تھے۔

سمجھ چوہاں دراز قد اور بھاری بھر کم آدمی تھا۔ عمر پچاس اور ساٹھ کے درمیان رہی ہو گی۔
لیکن چالیس سے زیادہ کا ہر گز نہیں معلوم ہوتا تھا۔ آواز کرخت اور گو خجلی تھی۔ زم لجھ میں
بھی گھنٹو کر تا تو ایسا لگتا جیسے اپنے کسی ماتحت کا کورٹ مارشل کر رہا ہو۔... عورتیں اس سے گفتگو
کرنا پسند نہیں کرتی تھیں۔

اس وقت بھی ایک شامت زدہ اس کے آفس میں کھڑی نری طرح کا پر رہی تھی۔ وہ ایک
لیکن چوڑی میز کے پیچے اس طرح گھور رہا تھا جیسے اب اٹھ کر تھپڑی مار دے گا۔

”کلب کی ڈانسر میںی سکھاں تو۔“

”تم کتیا ہو....!“ فتح اورہ دہڑا۔

”لل..... لیکن سمجھ..... میر اس میں کیا قصور تھا۔“

”تم نے ڈاکٹر کیسٹ جنzel کا ہاتھ کیوں جھک دیا تھا....؟ بولو.... بکو جلدی سے۔“
”وہ نئے میں دھت تھے.... مجر...!“
”اچھا تو پھر....؟“ اس نے غرا کر آنکھیں نکالیں۔
”میں اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کی تجوہ پاتی ہوں.... ہمارے معابرے میں جنم کا شامل نہیں تھا۔“

”شٹ اپ....!“ وہ حلق چھاڑ کر دھاڑا۔ ”تمہارا مصرف ہی کیا ہے۔ سور کی پنگدی اپنے شم برہنہ جنم کو اس لئے پوکاتی اور قمر کاتی ہو کہ دیکھنے والوں کا زروان ہو جائے یادوں پر سے جاتیں۔“

”مم.... میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔“ وہ اپنے بال نوجی ہوئی بولی۔
”تمہیں کتنا پڑے گا.... پانچ سال کا اگر یہست ہے۔ میں تمہیں جنم میں پہنچا دا بھیں۔“

”میں اٹلی کی شہریت رکھتی ہوں.... تمہارے ملک کا قانون....!“
”بکواس بند.... میں خود ہی ملک کا قانون ہوں....!“

”میں.... میں....!“
”یہ ناممکن ہے۔“
”ڈس مس!“ وہ میز پر ہاتھ مار کر دھاڑا۔ اور گھٹی بجانے ہی جادہ تھا کہ میں اٹھتی ہوں۔“

سب جانتے تھے کہ ”ڈس مس“ کہہ دینے کے بعد پھر وہ کچھ نہیں سنتا۔ اگر کوئی اس باوجود بھی کچھ کہنا چاہتا تھا تو اس کا بھاری بھر کم ہاتھ گھٹنی پر پڑتا تھا اور ایک کیم ٹھیم اخ طلب کو دھکے مار کر آفس سے باہر کر دیتا تھا۔ خواہ وہ کوئی عورت ہی کیوں نہ ہو۔
میں چل گئی.... اور اردوی نے اندر داخل ہو کر کسی کا کاڑ ڈیکھیں کیا۔

”ہام.... آنے دو....!“ اس نے کارڈ پر نظر ڈال کر اردوی کی طرف دیکھے بغیر کہا۔
کچھ دیر بعد لیڈی پر کاش اندر آئی۔
”کیوں....؟“ اس نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

”م بھی تک فریدی ہاتھ نہیں آیا۔“

”تمہیں اس کی فکر کیوں ہے۔“

”فکر کیوں ہے؟“ لیڈی پر کاش متجر انداز میں بولی۔ ”درجنوں شناس موجود تھے جب اس نے مجھے گاڑی سے دھکیلا تھا۔“

”کیوں دھکیلا تھا....!“

”کیا میں جانتی ہوں؟“

”میں جواب کا منتظر ہوں۔“

”میرا خیال ہے راجحیش کی وجہ سے اسے شبہ ہو گیا تھا کہ میں کسی فکر میں ہوں۔“

”پھر راجحیش کا کیا ہونا چاہیے۔“

”مم.... میں کیا بتاؤ۔“

”میجر چوہان نے میز کی دراز میں ہاتھ ڈال کر ایک کنجی نکالی اور اسے لیڈی پر کاش کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ”کرہ نمبر گیارہ میں جاؤ۔“

”وہ کنجی سنبھالتی ہوئی اٹھی۔ لیکن پھر استغفاریہ انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی۔

”ڈس مس....!“ وہ اس کی طرف دیکھے بغیر غریبا۔

”وہ چپ چاپ کرے سے نکلی چلی آئی۔ ڈاکٹر ہال میں فلور شو ہو رہا تھا۔ ساری میزیں بھری ہوئی تھیں۔“

”وہ آر کشرا کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

”فرامر ز....!“ اس نے پیانت کو مخاطب کیا۔ لیکن بلند آنکھ مو سیقی نے اس کی آواز پیانت سکنہ پہنچنے دی۔

بالآخر اس نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ مڑا۔ اور اسے ایسی نظریوں سے دیکھتا رہا جیسے متجر بھی ہو اور غضبان ک بھی۔

”راجحیش آیا تھا....؟“ لیڈی پر کاش نے جھک کر پوچھا۔

”میں کیا جاؤں....!“ نیک لمحے میں جواب ملا۔

”اوہ تو خاکیوں ہوتے ہو۔“

ہم سوچ رہا تھا کہ آخر وہ خود کہاں غائب ہو گیا۔۔۔ بھلا "حید بھائی" کے بغیر تفریخ کہا۔ اس وقت رات کے دو بجے تھے اور وہ بیچ ہوٹل میں تھا بیٹھا جھک مارہا تھا۔ کبھی بال روم کی

بلری میں جائیٹتا اور کبھی ڈاکٹرنگ بال میں نظر آتا۔

ہو سکتا ہے "پیشہ در" "شریف لڑکی" اسے دیر سے تازہ ہی ہو۔۔۔ اس بار اس نے اسے بال دم میں جایا۔

قام گلری میں بیٹھا اس طرح پہلو بدل رہا تھا جیسے کہ سی میں کھٹل ہوں۔ دفتارہ اتنی زیب آئتی کہ قاسم بوكھلا کر پیچھے بننے کی کوشش میں کہی سمتی لئے لئے جا۔

"میں کچھ دیر آپ کے پاس بیٹھنا چاہتی ہوں۔" اس نے کہا تھا۔

"جی.....!" قاسم نے آنکھیں نکالیں۔۔۔ اور بوكھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"میں یہاں بیٹھنا چاہتی ہوں۔۔۔!" وہ ایک کری کھنچ کر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"باٹھئے۔۔۔ باٹھئے۔۔۔!" قاسم نے ہاتھ پتے ہوئے کہا اور خود آگے بڑھ گیا۔

"آپ کہاں جا رہے ہیں۔"

"جی..... جی.....!" وہ یک لخت رک گیا لیکن اس کی طرف مڑا نہیں۔

وہ خود ہی اٹھ کر اس کے پاس جا چکنی۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔۔۔ تھا نہیں بیٹھنا چاہتی تھی۔"

/ قاسم آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُس کا جائزہ لیتا رہا۔۔۔ دلی چتی خوب صورت سی لڑکی تھی۔

گھرے میں ہونت، بہت نمایاں تھے۔ آنکھیں بڑی نہ ہونے کے باوجود بھی دلکش تھیں۔

"نیچھے۔۔۔ پھر۔۔۔ قیابات ہے۔"

"آپ حیرت انگیز طور پر کھاتے ہیں! میں دیر سے دیکھ رہی تھی۔"

"ہاہا۔۔۔ اور خاؤں۔" قاسم نے بڑے خلوص سے پوچھا۔

"بہت دلچسپ معلوم ہوتے ہیں آپ۔۔۔ آئیے بیٹھنے کچھ دیر۔"

"آپ کے ساتھ کون ہے؟"

"میرے ساتھ۔۔۔ کوئی بھی نہیں۔۔۔!"

"اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ بیٹھئے۔۔۔!"

"لیڈی پر کاش مجھ پر رحم کرو۔ زیادہ یہ وقف بننے کی سکت نہیں رکھتا۔"

"جہنم میں جاؤ۔۔۔!" وہ آگے بڑھ گئی۔

اب وہ اپری منزل پر جانے کیلئے زینے طے کر رہی تھی۔ کہہ نمبر گلریہ چیلی ہی راہداری میں تو کرے کا قفل کھول کر دروازے کو دھکا دیا۔ اندر انہیں ہیرا تھا۔۔۔ وہ جانتی تھی کہ سونگا دروازے کی بائیں جانب ہے۔ ٹول کر سونگ آن کیا۔۔۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں آنکھیں اپنے حلقوں سے امل پڑیں۔ سامنے فرش پر راجیش چٹ پڑا تھا۔۔۔ اور اس کی آنکھیں پیٹ سے باہر نہ ہوئی تھیں۔۔۔ فرش پر خون پھیلا ہوا تھا۔

لیڈی پر کاش چکرائی اور ڈھیر ہو جانے کے قریب تھی کہ کسی نے بازوں سے سنجال لیا۔

اس نے مز کر دیکھا۔ میجر چوہاں کی خوفناک آنکھیں اس کی آنکھوں میں جو نکر رہی تھیں۔

"میجر۔۔۔ میجر۔۔۔!" وہ ہماپنی ہوئی بولی۔

"اب اپنے چیزوں پر کھڑی ہو جاؤ۔" وہ اسے الگ ہٹانا ہوا بولا۔

"یہ کیا ہے۔۔۔ یہ کیوں ہوا۔۔۔؟"

"حیرت کا نام۔۔۔!" میجر نے بے حد نرم لمحے میں کہا۔ "وہ لوگ جو سراغ رساؤں کی فلم میں آجائیں ا۔۔۔ اس سے کم کی توقع نہ رکھنی چاہئے۔"

"تو پھر۔۔۔ بھی مارڈا لو۔۔۔!" وہ ہنریانہ انداز میں بولی۔

"کیوں۔۔۔ تمہیں کیوں؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"کیونکہ وہ میرا دوست تھا۔۔۔ فریدی اچھی طرح جانتا ہے۔"

"یہ ضروری نہیں ہے کہ تم بھی اس کے معاملات میں شریک ہو۔"

"میاں نہیں ہوں۔"

"اس حد تک نہیں جس حد تک وہ تھا؟" میجر چوہاں نے ہاتھ بڑھا کر سونگ آف کروایا۔

لیڈی پر کاش کی لکپاتا ہوئی آواز انہیں میں گئی۔۔۔ "یہاں ایک لاش ہے میجر۔"

"لاش پر بیٹھ کر گلگتانا میرا محبوب مشغله ہے۔" جواب ملا۔

✿

قاسم نے گھر سے بھاگ کر ایگل ٹھی میں پناہی تھی۔ اس کا مشورہ حید بھی نے دیا تھا۔۔۔ لیکن

دونوں پھر آپیئے.... لڑکی نے طویل سانس لے کر کہا۔ "آپ کیا پیتے ہیں میں تو تمہاری پیتی ہوں۔"

"مگواں....؟" قاسم نے خوش ہو کر پوچھا۔

"آپ کی مرضی....!"

قاسم نے دشیر کو اشدار سے بلا کر کہا۔ "شاعری لاو۔"

"شاعری نہیں شیری۔" لڑکی نہیں پڑی.... اور قاسم سے بولی۔ "کیا آپ بھی شیری ہو نہاتے میں دشیر شیری لایا۔" "نہیں بوں کھونا نہیں۔" لڑکی بولی۔ "ہم ساتھ لے جائیں گے.... بل لاو۔" "نہ.... نہیں.... میں تو نہیں پیدا۔"

"بافیاں کھاؤ گے؟"

"ہی ہی.... جرور.... جرور....!"

دشیر مسکراتا ہوار خست ہو گیا۔

"بیہاں کیا رکھا ہے...." لڑکی نے نہ اسمانہ بنا کر کہا۔ "لچپیاں تو اس پر گناہ کلب میں لجتی ہیں۔"

"چچ چلے.... وہیں چالنے۔" قاسم اسے میٹھی نظر وہیں سے دیکھتا ہوا مسکریا۔

"اور یہ شیری جو منگوائی ہے۔"

"اپنے ساتھ لتی چلنے۔"

"لیا اپ سینہ کہیں نہیں پر رہتے ہیں۔"

"ہا.... ہا.... میرا ہبھیں ہے زیادہ دور نہیں ہے....!"

"وہاں.... اور کون ہے؟"

"توئی نہیں.... کوئی بھی نہیں۔"

"تو پھر وہیں کیوں نہ چلیں؟! اے....."

"وہاں.... اے....!" قاسم کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "وہاں.... یعنی کہ وہاں.... وہاں تو صرف

دونوں ہی ہوں گے.... یعنی کہ مطلب یہ گہری اور کوئی بھی ساتھ لتی چلنے۔"

"کسی اور کو بھی؟ کیوں؟"

"میں بس یونہی.... مطلب یہ کہ.... بالکل تمہائی ہو گئی نا....!" قاسم تھوک بغل کر بولا۔

"تو پھر اس سے کیا....؟"

"وہ میرا.... مطلب یہ تھا کہ.... اگر یعنی.... مگر....!"

"یہ کیا اگر مگر لگا رکھی ہے آپ نے....؟"

"میں پکھ نہیں.... میری عقل خیط ہو گئی ہے۔" قاسم نے باقاعدہ طور پر ہانپاش روشن کر دیا

"میں بوں کھونا نہیں۔" لڑکی بولی۔ "ہم ساتھ لے جائیں گے.... بل لاو۔"

مل کی ادا نیگی کے بعد وہ دونوں اٹھ گئے۔ باہر قاسم کی بیوک موجود تھی۔

ہبھیں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ قاسم نے گاڑی روک کر کھڑکیوں کو حیرت سے دیکھا

ہبھیں کے شخے روشن تھے۔ وہ تولاثت آف کر کے گیا تھا۔

گاڑی رکنے پر چوکیدار دروازہ کھولنے دوڑا تھا۔

ابے یہ بھلی کیوں جلائی ہے۔" قاسم نے پوچھا۔

"جی وہ ایک صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"توں صاحب....؟"

"تمیں نام بھول گیا۔"

"اچھا تو نام پوچھ کر آ.....!

"ارے ارے....!" لڑکی بولی۔ "مگر بیٹھے ہوئے آدمی کا نام پوچھوار ہے ہیں۔ آپ خود ہی

مل کر دیکھ لیجھتا....!

"اوہ.... لا حل ولا قوتا.... ٹھہر جاؤ.... میں خود پوچھ لوں گا۔"

لڑکی بیٹھی ہوئی گاڑی سے اتر گئی۔ وہ دونوں ہبھیں داخل ہوئے اور انتظار کرنے والے کی

تل ریکھتے ہی قاسم کا خون خشک ہو گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ حسید ہو گا۔ اتنی رات گئے۔

"آداب بجا لاتا ہوں جتاب۔" حسید اٹھ کر جھکا اور مغل درباریوں کے سے انداز میں ہاتھ

لانے لگا۔

"بجاو.... بجاو....!" قاسم بوجھ لائے ہوئے انداز میں بولا۔ اور پھر نہیں پڑا۔

”میں تھا آئی تھی۔“ لڑکی نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔
 ”چھی بات ہے....!“ قاسم اٹھ کر حمید کو گھونسہ دکھاتا ہوا چلتا۔ ”میں جارہا ہوں
 سائے....ابھی اور اسی وقت سمندر میں پچاند پڑوں گا۔ قسم ہی ختم ہو جائے۔“
 وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا اور باہر نکل گیا۔

گریہ کام آئی گیا

قاسم نے باہر نکل کر چند لمحے انتظار کیا۔ شاید حمید یادہ لڑکی پاہر نکلے۔ لیکن ماہی کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہ آیا۔ بڑے غصے میں باہر نکلا تھا۔ لہذا اب دوبارہ واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا پور کچھ کر گزرنے کی ہمت ہوتی توبات دوسری تھی۔
 چند لمحے کھڑا ”فون فون“ کرتا رہا پھر گاڑی میں بیٹھ کر انہیں بھی اشارت کر دیا لیکن ان میں سے کوئی بھی باہر نہ نکلا۔

”مرد کم بختو....!“ اس نے کھڑکی سے باہر ہاتھ نکال کر گھونسہ ہلاتے ہوئے کہا اور گاڑی آگئے بڑھا دی۔ سمندر میں چھلانگ لگادینے کی دھمکی دے کر باہر نکلا تھا۔ لیکن اب ذہن میں جلاہٹ کی لہروں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا....کچھ دور پڑھے کے بعد فتحاں نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی.... اور سوچنے لگا آخر وہ اس طرح دھکے کیوں کھاتا پھر رہا ہے....غیر تملی بخش ازدواجی زندگی کا خیال آیا۔ ایک نامزوں کی عورت اس کی مرضی کے خلاف پڑے بازہ دی گئی تھی۔ پھر اب کیا ہو گا.... کیا ہو گا۔ کیا ساری زندگی وہ اسی طرح دھکے کھاتا پھرے گا۔ پھر اسے اردو کے ایک ترجمہ دی فلم کی کہانی یاد آئی....بس پھر کیا تھا یہ بیک سکیاں لینے لگا۔ ذہن کی رو بہک گئی تھی۔ دبی دبی سی سکیاں باقاعدہ قسم کی ”بھوں بھوں“ کی محل احتیار کرنی چاہی تھیں.... ذرا ہی سی دیر میں وہ حاضر ایں مار مار کر رونے لگا.... گرد و پیش سے بنے خبر.... گویا اب وہ ایک مشینی فلٹ بن کر رہ گیا تھا۔

فتحاں ایک گاڑی قریب سے گزری.... اور تھوڑے ہی فاصلے پر جا کر رک گئی۔ قاسم اسی طرح رو تارہ۔ پھر وہ گاڑی مڑے بغیر پچھے کی طرف ریکٹی ہوئی اس کی گاڑی کے برابر آر کی۔

”کون ہے.... کیا بات ہے۔“ گاڑی سے ایک نسوانی آواز ابھری۔
 اب قاسم چوٹکا.... لیکن اپنی دہڑوں پر قابو نہ پاسکا.... پھر ایک چھوٹی سی ٹارچ کی روشنی ال پر پڑی.... آنکھیں چدھیا گئیں۔ لیکن بھاڑ سے پھیلے ہوئے منہ سے بے ہتکم آوازوں کا

”میں محل تو نہیں ہوا جتاب والا۔“ حمید نے بڑے ادب سے پوچھا۔
 ”خعل....؟“ قاسم نے احمقوں کی طرح دہر لیا.... اور پھر بدبدانے لگا۔ ”خعل کیا،“ ہے.... دھی ہو گاوی....!“ ساتھ ہی لڑکی طرف اس طرف دیکھتا رہا جیسے معلوم کرنا چاہتا ہو اس نے لفظ ”خعل“ کا براؤ نہیں مانا۔
 اسے حمید پر غصہ آنے لگا تھا۔ سب گڑپڑ کر وے گاسالا.... یا اللہ کہاں سر دے ماروں وقت آتا تھا۔

”تو میں محل نہیں ہوں۔ آپ لوگ تشریف رکھئے تا۔“ حمید نے کرسیوں کی طرف کر کے کہا۔ لڑکی نے غالباً محسوس کر لیا تھا کہ قاسم کسی قدر بوکھلا گیا ہے۔
 ”جی ہاں.... جی ہاں.... بیٹھ جائیں گے۔“ قاسم نے تاخو شگوار لجھے میں کہا اور وہ بیٹھ گئے۔
 آپ کی تعریف....!“ حمید نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

”آپ سے مطلب....!“ قاسم جھلا گیا۔
 ”آپ کو شاید علم نہیں کہ آپ کے والد صاحب نے آپ کو خاکسار کی گھرانی میں دے دیا۔“ ”کون خاکسار؟ میں کسی خاکسار و اکسار کو نہیں جانتا.... اکاؤنٹٹ صاحب کا نام عبدالہ ہے۔ لیکن اب میں ان کی گھرانی میں بھی نہیں ہوں۔“
 ”خاکسار کا مطلب یہ خادم....!“ حمید نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔
 ”آسے جاؤ.... ٹلے آتے ہی جان جلانے کو۔ تم یہاں قیوں آئے ہو۔“
 ”مگہری....!“

”ارے باب رے۔“ قاسم نے دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ لیا۔
 وہ اپنی بیوی کو مگہری خانم کہتا تھا۔ لہذا اس حوالے پر دیو تا کوچ کر گے۔ لگا بغلیں جھانکئے ”لہذا امید ہے کہ آپ بعافیت ہوں گے۔“ حمید نے لاپرواں سے کہا اور لڑکی کی مرڑ کر مسکرا نے لگا۔ جواب میں لڑکی بھی مسکرائی۔ قاسم نے باری باری دونوں کی طرف دیکھا اس جوابی مسکراہٹ پر پھر آتش زریبا ہو گیا۔

”آسے تم مجھے کہیں جیں نہ لینے دو گے۔ سمجھے....!“ قاسم میز پر گھونسہ مار کر دہڑا۔
 ”یہ کون صاحب ہیں۔“ لڑکی نے حمید سے پوچھا۔ ”آپ کو تو میں بچا جاتی ہوں۔“
 ”شکریہ....!“ حمید مسکرا کر بولا۔ ”یہ بس یہاں ہیں کوئی خاص نہیں۔“
 ”آے.... تم میرے ساتھ آئی ہو یا اس کے ساتھ؟“ قاسم لڑکی پر الٹ پڑا۔

نمبر 29

اب پہاں روشنی میں اس کا جائزہ لینے کے بعد اس کی باچیں کھل گئیں.... ورز قدار اور عورت تھی.... بن ایسی ہی صحت مند عورت تھی کہ پچھس سال کی بھی ہو سکتی تھی اور بن سال کی بھی۔

وایک گوشے میں جائیٹھے۔ قریب کی میریں خالی تھیں۔

میر اخیال ہے کہ میں پہلے بھی تمہیں کہیں دیکھ چکی ہوں۔ ”عورت نے قاسم کا جائزہ لیتے کہا۔

”جی ہاں ضرور دیکھا ہو گا.... بد نصیب آدمی.... کہاں نہیں دکھائی دیتے۔“ قاسم نے بسور لایا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ وہ اسے اپنے رونے کی وجہ کیا بتائے گا۔

”یاد نہیں پڑتا کہاں دیکھا تھا۔“

”جی ہاں.... یہی بات ہو گی۔ عاصم ملٹی ائر سٹریز.... کام سنا ہو گا آپ نے۔“

”جی ہاں.... جی ہاں....!“

”وہ سب اپنا ہی کاروبار ہے.... جی ہاں۔“

”آپ عاصم صاحب ہیں....!“

”جی نہیں قاسم صاحب.... عاصم صاحب قاسم صاحب کے والد صاحب ہیں۔“

”بُری خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ بہت زیادہ.... میں سارہ عشرط ہوں۔“

”عشرط صاحب کو تو آپ جانتے ہی ہوں گے۔ اناک انرجنی کیش کے چیزیں!“

”جی ہاں جی ہاں۔“ قاسم نے سر بلکر کہا۔ حالانکہ شاید اس نے پہلے بھی نام تک بھی نہ سنا۔

ا.... بہر حال اس نے نکلا گایا۔ ”اچی صاحب ان کا کیا کہنا۔ بڑے گریٹ آدمی ہیں.... میری

کل.... میری کھش.... میری خوش قسمتی ہے کہ آپ سے ملاقات ہو گی۔“

”مگر آپ اس طرح روکیوں رہے تھے۔“

قاسم یک بیک سخیدہ ہو گیا.... اور ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”یہ نہ پوچھتے.... میرا کوئی

لارا نہیں.... مجھے مر جانا چاہئے۔“

”میں آپ کی ہمدرد ہوں مجھے بتائے کیا بات ہے۔“

”میرے والد صاحب.... پرانے ناپ کے آدمی ہیں۔ ڈاڑھی دار.... بہت بور کرتے

ہیں.... جی ہاں.... انہوں نے میری شادی زبردستی اپنے تھی سے کر دی ہے۔“

”اوہ تو یوئی آپ کو پسند نہیں۔“

”اتقی سی ہے۔“ قاسم نے کلے کی انگلی کے پہلے پور پر انگوٹھا رکھتے ہوئے کہا۔ ”میں آپ

سلسلہ جاری رہا۔

”کیا بات ہے.... آپ کیوں رور ہے ہیں۔“ کامپتی ہوئی نسوانی آواز پھر سنائی دی۔ قاسم سے کچھ نہ بن پڑا تو کھلے ہوئے منہ میں مٹھی کھسپڑے کی کوشش کرنے کا عورت اپنی گاڑی سے اتر آئی اور اس کے قریب پہنچ کر بولی۔

”کیا میں آپ کی کوتی مدد کر سکتی ہوں۔“

”جس.... جسی.... غال....!“

” بتائیے.... کیا کروں؟“

”مجھے.... مجھے.... غوری بارہ دیجھے۔“

”اوہ سمجھی....!“ عورت ہنس پڑی۔ ”آپ نے شی میں ہیں شاید....!“

”میں شراب نہیں پیتا۔“

”تب تو یہ بھنگ ہی کاشہ ہو سکتا ہے۔“

”آپ بھی آگئیں جان جلانے کو.... ہائے میرا کوئی نہیں ہے۔“ قاسم پھر پھوٹ پڑا لیکن اس بار صرف چکیاں اور سکیاں سنی گئیں۔

عورت نے مارچ کی روشنی میں یوک کا جائزہ لیا.... اور پھر قاسم کی طرف متوجہ ہو گئی۔ دونوں ہاتھوں سے منہ چھائے سکلیاں لے رہا تھا۔

”آپ کہاں رہتے ہیں۔“ اس نے پوچھا۔

”ہر جگہ رہتا ہوں.... م..... مطلب یہ کہ کئی جگہ رہتا ہوں.... گھر میں رہتا ہوں.... ہٹ میں رہتا ہوں.... اور جہاں بھی چاہے رہتا ہوں۔“

عورت تھوڑی دیر مک پکھ سوچتی رہی پھر بولی۔ ”میرے ساتھ چلو گے۔“

”کیا کروں گا جا کر....!“ قاسم نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ ”وہاں بھی وہ پہنچ جائے گا۔“

”کون....!“

”ہے ایک.... خدا کرے اس کے چیک ٹکل آئیں۔“

”میری گاڑی کے پچھے آؤ....!“

”جی بہت اچھا....!“ قاسم نے سعادت مندی کا اظہار کرتے ہوئے ٹھنڈی سانس لی۔ پھر اس کی شیور لیٹ اگلی گاڑی کے پچھے گئی رہی۔ حتیٰ کہ وہ اپر مگ ناٹ کلب مک آپنے

دربان نے عورت کو اوب سے سلام کرتے ہوئے قاسم کی طرف سوالیہ نظر وہن سے دیکھا۔ ”میرے ساتھ ہیں۔“ عورت نے لاپرواںی سے کہا اور قاسم اس کے ساتھ آگے بڑھتا

سے ج کہتا ہوں۔ میں پاگل ہو جاؤں گا۔

عورت پر معنی انداز میں مسکرائی اور منہ پھیر کر دوسرا طرف دیکھنے لگی۔... قاسم بھی کہ بیک جیسے ہوش میں آگیا۔ ہتھیں منہ میں رکھ لی۔ گویاڑتا ہو کہ کہیں زبان سے کچھ اور نہ مل جائے۔... دونوں کی نظریں پھر میں۔... اور جھک گئیں۔... پھر عورت ہنسنے لگی اور قاسم نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپالیا۔ پھر تو ایسا معلوم ہوا جیسے عورت کو اچھو ہو گیا ہو۔... بیٹھ دیا۔ نبی طرح ہنس رہی تھی۔... دور دور کے لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اتنے میں مسخر چوہان ادھر سے گزر۔

”خیریت مسز عشت۔...!“ وہ میز کے قریب رک کر بولا۔

”آپ سے۔۔۔ مل۔۔۔ ملے۔۔۔ آپ مسٹر قاسم ہیں۔“ عورت بھی کے درمیان برق جملہ پورا کر سکی۔

مسخر چوہان نے قاسم کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”صورت آشنا ہوں۔“ قاسم۔

جیسینے ہوئے انداز میں اس سے مصافحہ کیا پھر مسخر چوہان بھی اسی میز پر جم گیا۔

”میں نے اکثر انہیں اپنے بہت ہی قریبی دوستوں کے ساتھ دیکھا ہے۔“ مسخر چوہان نے کہ ”قزن دوستوں کے ساتھ۔“

”کرنل فریدی اور کیپشن حید کے ساتھ۔“

”اوہ۔۔۔ جی ہاں۔۔۔ وہ میرے بھی دوست ہیں۔“

”عرضہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ کیا وہ بیکیں ہیں۔“

”جی ہاں۔۔۔ بالکل کیپشن حید تو ایگل بیچ میں میرے بہت ہی میں موجود ہیں۔“

”اوہ تو کیا وہاں آپ کا بھی ہٹ ہے۔۔۔!“

”جی ہاں۔۔۔!“

”کہاں۔۔۔؟“

قاسم نے اپنے بہت کاپٹہ بتایا۔

”میں تخل تو نہیں ہو رہا۔“ مسخر چوہان نے کہا۔

”ڈس مس۔۔۔!“ بیگم عشت نے اسی کے سے انداز میں کہا وہ ہفتا ہوا اٹھ گیا۔

”یہ کون تھا۔۔۔؟“ قاسم نے اس کے چلے جانے کے بعد پوچھا۔

”اپر گنگ کلب کامالک۔“

”اچھا۔۔۔!“ قاسم نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سر کو جنت دی۔

”تو پھر ہم آج سے دوست ہیں نا۔۔۔!“ بیگم عشت نے مسکرا کر پوچھا۔
”جرور۔۔۔ جرور۔۔۔!“



حید نے قاسم کے ہٹ سے باہر نکل کر دیکھنے کی رسمت گوارا نہیں کی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ قاسم روپیٹ کر کچھ دیر بعد خود ہتھی واپس آجائے گا۔
لوکی نے شیری کی بوٹی میز پر رکھ دی تھی اور حید کو گھورے جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد سے نے پوچھا۔ ”وہ صاحب کہاں گئے۔“

”یہ بتاؤ تمہارے ہاتھ کہاں لگا تھا۔“ حید نے پوچھا۔
”چھ ہوٹل ملے تھے۔“

”خود ملا تھا۔۔۔ یا تم ملی تھیں۔۔۔!“
”خوراک دیکھ کر مجھے ہی متوجہ ہونا پڑا تھا۔۔۔“ لڑکی ہنسنے لگی۔

”میرا خیال ہے کہ اب وہ واپس نہیں آئے گا۔۔۔!“
”تو پھر۔۔۔!“ لڑکی اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

”پھر یہ کہ اب میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔“
”لڑکی کچھ نہ بولی۔“

”اس کا مطلب یہ کہ اب تم جا سکتی ہو۔“
”میں آپ کے ساتھ تو نہیں آئی تھی۔“ لڑکی جھنجھلا گئی۔

”وہاں واپس نہیں آئے گا۔“
”لیکن انہوں نے تو کہا تھا کہ یہ ہٹ انہیں کا ہے۔“

”غلط کہا تھا۔۔۔ یہ ہٹ اس کے باپ کا ہے اور میں بعض اوقات محسوس کرنے لگتا ہوں کہ میں اس کا باپ ہوں۔“

”وہ گاڑی بھی لے گئے ہوں گے۔ میں پیدل تو نہیں جا سکتی۔“
”خدا کا شکر ادا کرو کر میں یہاں موجود تھا۔۔۔ ورنہ۔۔۔!“

”ورنہ کیا۔۔۔؟“
”وہ کریک ہے۔۔۔ ایک بار ایک لڑکی کے کان کاٹ دیئے تھے۔“

”نہیں۔۔۔!“
”یقین کرو۔۔۔ اور بڑی مشکل سے میں نے اسے قانونی گرفت سے بچایا تھا۔“ وہ بے

اعتباری سے ہنس پڑی۔

"جہنم میں جاؤ۔" حمید بُر اسامہ بنا کر بولا۔

"لیکن میں اتنی دور کیسے جاؤں گی۔"

"کہاں جاتا ہے۔"

"شہر...!"

"پھر نیچ ہو مل چلی جاؤ کوئی نہ کوئی لفڑ دے ہی دے گا۔"

"میں آپ سے تدبیر نہیں پوچھ رہی...!" وہ پھر جھنجلا گئی۔

"پھر تم کیا چاہتی ہو۔"

"اپنے وقت کی بربادی کی قیمت....!"

"کیا یہ شیری کی بوقت کافی نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اسی نے خریدی ہو گی۔"

وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ دفتار کی نے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ اندر سے بولٹ نہیں
ٹھال۔ حمید دروازے پر نظر ڈالتے وقت چونکا...: چند لمحے کچھ سوچتا ہا پھر دروازے کے قریب
آکر اس طرح کھول دیا کہ خود اس کی اوٹ میں ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ لڑکی سہم گئی ہے اور
دروازے کی طرف گھورے جا رہی ہے... حمید بالکل دیوار سے لگ گیا۔ "خطرہ... خطرہ" چمنی
حس سر گوشیاں کر رہی تھی۔

یک ایک ہاتھ باہر سے در آیا جس میں رویا اور تھا... رویا اور کارخ لڑکی کی طرف تھا...
اور لڑکی کی سحر زدہ کی طرح رویا اور ہی کو گھورے جا رہی تھی۔ حمید کو خدشہ تھا کہ کہیں ایک
آدھ بار اس کی نظر اس کی جانب بھی نہ اٹھ جائے۔ وہ بھی رویا اور پر نظر جما نے رہا۔ پھر جیسے ہی "ہاٹھ شانے تک اندر آیا۔" حمید نے اسے اپنی گرفت میں لے کر نہ صرف رویا اور چھین لیا بلکہ
ایسا جھکتا دیا کہ وہ آدمی اندر آگرا۔ حمید نے رویا اور کارخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "اپنے
آدمیوں سے کہو، ایک ایک کے اندر آجائیں ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا اور تم اپنی جگہ سے
حرکت نہ کرنا۔"

وہ آدمی بے حس و حرکت ہو گیا... لڑکی بوکھلا کر ایک گوشے میں جا کھڑی ہوئی تھی اور
نہی طرح کانپ رہی تھی۔

"کیا بات ہے....؟" باہر سے کسی نے کہا۔ "تم اٹھتے کیوں نہیں۔"

"وہ مجھے کو رکھے ہوئے ہے۔" زمین پر پڑے ہوئے آدمی نے جواب دیا اور باہر والے کو کہے
اشارة بھی کیا۔

اچاک حید کو خیال آیا کہ کہیں اس نے اشاروں میں اس کی پوزیشن نہ بتادی ہو۔ دروازے پر
کچھ زیادہ دیز نہیں تھے... اگر کوئی ان پر رویا اور کی تال رکھ کر فائز کرتا تو گولی لکھی کو
ڈلتی ہوئی دوسروی طرف نکل جاتی۔

وہ تیزی سے ہٹک کر پیچھے ہٹا! ٹھیک اسی وقت اس نے فائز کی آواز بھی سکی اور دروازے پر
سوراخ ہوتے دیکھا۔ اس نے بھی کھلے ہوئے دروازے سے باہر ایک فائز جھوک مارا... اور ایک
پیسی... پھر کسی وزنی چیز کے گرنے کی آواز آئی... اور سنا چھا گیا۔
لوگی کے حق سے عجیب طرح کی آوازیں نکل رہی تھیں۔

فرش پر گرے ہوئے آدمی نے اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن حید کی ٹھوک کر اس سے پہلے ہی اس
کی کھوپڑی پر پڑ چکی تھی۔



فریدی اسے دیدہ و دانتہ موت کے منہ میں تو نہیں جھوک سکتا تھا۔ اس نے اسے لیدی
پکاش کے ساتھ بھیج دینے کے بعد اس پر نظر رکھی تھی۔
اس وقت بھی اگر وہ جہت کے باہر موجود نہ رہا ہو تو حید صاحب انتہائی پھر تیلے پن کے
پابند ہمیں مار کھا گئے ہوتے۔ کیونکہ حملہ اور کثی تھے... اور دروازے میں گولی سے سوراخ
کرنے والا حید کے فائز سے نہیں بلکہ فریدی کے بے آواز رویا اور کی گولی سے زخمی ہوا تھا۔

پھر جب انہوں نے دیکھا تھا کہ دوسرا آدمی یوں ہی چیخ مار کر گر پڑا ہے تو وہ بوکھلا کر بھاگ
لکھا تھے... اس بار انہوں نے فائز کی آواز بھی نہیں سنی تھی۔
بے آواز رویا اور کی گولی دوسرا سے آدمی کی ران چھید گئی تھی۔

فریدی ہٹ میں داخل ہوا۔

"اوہ... آپ....؟" حید اچھل پڑا... فریدی نے ایک اچھتی سی نظر لڑکی پر ڈالی اور اس
آدمی کا گریبان پکڑ کر اٹھایا ہے جسے حید نے کو رکھا تھا۔

فریدی نے کچھ کہے بغیر ایک ہاتھ اس آدمی کے جبڑے پر رسید کرتے ہوئے لڑکی کو باہر
جانے کا اشارہ کیا۔

وہ بوکھلانے ہوئے انداز میں دروازے کی طرف دوڑ پڑی۔ مار کھانے والا سامنے کی دیوار
سے کلرا کر فرش پر ڈھیر ہو گیا تھا۔

"تمہیں کس نے بھیجا تھا....؟" فریدی اسے گھورتا ہوا غریبا۔
لیکن وہ پوری طرح کوئی جواب نہ دے سکا تھا۔ باچپوں سے بہتے ہوئے خون کو ہاتھ سے

صاف کرتے ہوئے اس نے فریدی کی طرف بے بُسی سے دیکھا تھا۔

"مارڈالوں گا.... ورنہ فور آجواب دو۔"

"ڈٹنی نے.... ڈٹنی نے.... وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر گڑ گڑایا۔"

"ڈٹنی کے گروہ سے تعلق رکھتے ہو؟"

"چج... جی ہاں....!"

"بابر نکلو....!" فریدی نے دروازے کی طرف اشارہ کیا اور حمید سے بولا۔ "بابر دوزخمی

بھی ہیں.... اس آدمی سیست انہیں کوتولی لے جاؤ.... ان کا بیان درج کرو۔ لیڈی پرکاش کی روپورٹ میں تمہارا نام نہیں ہے.... اس لئے تم سے زیادہ سے زیادہ بھی پوچھا جائے گا کہ میں کہاں مل سکوں گا۔"

"اور میں انہیں بتا دوں گا....؟" حمید نے پوچھا۔

"وقت نہ ضائع کرو۔" فریدی نے خلک بھج میں کہا۔

حمد نے قیدی کی مدد سے دونوں بے ہوش بندھیوں کو گاڑی میں ڈال کر مزید ہدایات کے لئے فریدی کی طرف دیکھا۔ لیکن اس نے ہاتھ ہلا کر اسے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے اپنی راہ لی۔ وہ ڈٹنی کے متعلق سوچ رہا تھا.... ڈٹنی شہر کے بنام لوگوں میں سے تھا۔ لیکن اس نے آج تک کسی سرکاری آدمی کے منہ آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ چوری چھپے نشیات کی غیر قانونی تجارت کرتا تھا۔

فریدی جانتا تھا کہ وہ کہاں مل سکے گا۔ طواقوں کی بستی کے قریب ایک تین منزلہ کہہنے وال عمارت تھی جس کی پچھلی منزل میں دو کائنیں تھیں اور اپر کی دو منزلوں پر رہائشی قیمت تھے۔ انہیں میں سے چند قیمت ڈٹنی کے قبیلے میں تھے۔

فریدی کی موڑ سائکل عمارت کے سامنے رکی۔ وہ اسے فٹ پاٹھ سے لگا کر زینوں کی طرف بڑھ گیا۔

وہ جانتا تھا کہ ڈٹنی کارہائی قیمت دوسرا میں زیاد تھے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دروازے پر دستک دی۔ روشنداں تاریک نہیں تھے اور اندر سے کئی آدمیوں کی بولنے کی آوازیں بھی آرہی تھیں۔ پھر غالباً دستک ہی سن کر وہ یک بیک خاموش ہو گئے تھے اور کسی نے کھکھا کر پوچھا تھا۔ "کون ہے؟"

فریدی نے کچھ کہے بغیر دوبارہ دستک دی۔ اندر سے کسی نے ایک گندی سی گالی دی۔ قدموں کی چاپ سنائی دی اور دروازہ کھل گیا۔ لیکن جیسے ہی فریدی نے فلت بیٹھ کا گوشہ اپر

انہاں معلوم ہوا جیسے دروازہ کھوئے والے کو سانپ سوکھ گیا ہو۔

یہ خود ڈٹنی تھا۔ قد آور گھٹیلے جسم کا مالک۔ کچھ دیر تک وہ حشت زده سانظر آتا رہا۔۔۔ پھر

یہ بیک شاید اس نے اپنے اعصاب پر قابو پانے کی کوشش کی اور اس کی بھنوں تن گئیں۔

"میں نہیں سمجھ سکتا.... اتنی رات گئے اور اس طرح۔" اس نے ناخنگوار لبجھ میں کہا۔

"ہوں.... واقعی....!" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "ان لوگوں میں سے

شاید ابھی تک کوئی یہاں واپس نہیں پہنچا جنہوں نے کیٹپن حمید پر حملہ کیا تھا۔"

"میں نہیں سمجھا آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"میرے ساتھ چلو....!"

"کوئی زبردستی نہ ہے....!"

دوسرے ہی لمحے میں فریدی کا گھونسہ اس کی تھوڑی پرپڑا دروازہ ان تین آدمیوں پر گراج اس کے پچھے کھڑے تھے۔

فریدی کے ہاتھ میں روپور دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے مل بھی نہ سکے۔

"چلو....!" فریدی غرایا۔

ڈٹنی دونوں ہاتھوں سے اپنی تھوڑی دبائے جھکا کھڑا تھا۔

سیاہ پوشر

پھر ڈٹنی بھی کچھ دیر بعد کو توالی میں نظر آیا۔۔۔ وہ وہاں حمید کے ہی توسط سے پہنچا تھا۔

فریدی سامنے نہیں آیا۔

اب ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا۔۔۔ وہ لوگ جو قاسم کے ہٹ میں حمید پر حملہ آور ہوئے تھے

ڈٹنی کو اس کا ذمہ دار شہر ارہے تھے اور ڈٹنی انہیں پہچاننے سے انکار کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ

وہ اسی کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ڈٹنی اوپیلا کر رہا تھا کہ اس کا کوئی گروہ نہیں وہ ایک امن پسند شہری ہے۔ پھر بھلا دو کسی قسم کا گردہ کیوں رکھنے لگا۔

اسی دوران میں حمید کے مکھے کا پر نہنڈت وہاں آپنچا۔ کسی نے اسے کو توالی ہی سے اطلاع دی تھی کہ حمید وہاں موجود ہے۔

اس نے حمید کو ایسے کرے میں طلب کیا جہاں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اس نے

فریدی کے متعلق پوچھا۔

"محجعہ علم نہیں جناب کہ وہ کہاں ہیں۔ دو دن سے غائب ہیں۔"

"تمہیں اس کا علم ہے کہ لیڈی پرکاش نے اس کے خلاف روپرٹ درج کرائی ہے۔"

"جی ہاں.... میں جانتا ہوں۔ لیکن اس پر کسی طرح یقین کرنے پر تیار نہیں۔"

"اسے فوراً حاضر ہونا چاہئے۔" پر نندھنٹ مظہر بانہ انداز میں بولا۔ "ورنہ حالات خراب ہو جائیں گے۔ ذی۔ آتی۔ جی صاحب بذات خود اس معاطلے میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"لیڈی پرکاش ایسی ہی حیرت انگیز صلاحیتوں کی مالک ہے۔" حمید نے دبی زبان سے کہا اور اس۔ پی اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "میں اسے پسند نہیں کروں گا کہ فریدی کو کسی قسم کی جوابدی ہی کرنی پڑے۔"

پھر وہ چلا گیا تھا۔

حمدید نے ڈفٹی اور اس کے گروہ کے آدمیوں کو دیں چھوڑ اور خود سر فریڈرک سنہاکی کو ٹھیک کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ روزا سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ اب وہ زبان کھولنے پر آتا ہو جاتا۔

سر سنہاکی ٹھیک میں موجود نہیں تھا۔ حمید نے کارڈ اندر بھجوایا۔ تھوڑی دیر بعد ملازم نے واپس آ کر اپنے طور پر کہا۔ "زیادہ دیر سک گفتگو نہ کیجئے گا جناب...." مس صاحبہ کی طبیعت تھیک نہیں ہے۔

"ہوں.... فکر نہ کرو۔" حمید نے لاپرداں سے کہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ذرا انگ روم میں آئی۔ چند دن پہلے حمید نے اس کی آنکھوں میں زندگی کی حرارت محسوس کی تھی۔ لیکن آج وہ بڑی بے جان لگ رہی تھی۔ چہہ زرد تھا۔ ذرا انگ روم میں داخل ہوتے وقت وہ مسکرائی تھی۔ لیکن محض ہونتوں کے کھپاؤ کو تو مسکراہٹ نہیں کہا جاسکتا۔

"یہ آپ کی کیا حالات ہو گئی ہے۔" حمید نے حیرت سے کہا۔

"میں تو کوئی خاص تبدیلی نہیں محسوس کر رہی.... خواہ مخواہ بات کا بتگکر بن گیا۔" اس نے پھر زبردستی مکرانے کی کوشش کی۔

حمدید چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھا رہا پھر بولا۔ "آخر آپ کس سے خائف ہیں۔"

"کسی سے بھی نہیں۔"

"تو پھر چلے میرے ساتھ۔"

"کہاں چلوں؟"

"کہیں وقت گزاریں گے۔"

"مودودی نہیں ہے۔"

"وہ بے چارہ قاسم بہت پریشان ہے۔ اس کے باپ نے اس کے سارے شاہکاروں میں اگل گلوادی۔"

"کیوں؟ یہ کیوں؟" روزا نے تحریرت لجھے میں کہا۔ "بس یو نہیں ان کا کہنا ہے نہ یہ فضولیات یہاں موجود ہو تھی اور نہ یہ واقعہ تھیں آتے۔"

"یہ تو بہت بُرا ہوا.... مجھے بے حد افسوس ہے۔ میں میرا سر چکریا تھا اور میں بے ہوش ہو گئی تھی۔"

"لیکن آپ نے وہاں سے کہیں اور جانے سے انکار کیوں کر دیا تھا۔"

"اب سوچ کر بھی آتی ہے۔" روزا اپنے لجھے میں زور پیدا کرتی ہوئی بولی۔

"پتہ نہیں کیا ہو گیا تھا مجھے.... میں خود بھی نہیں سمجھ سکتی کہ میں وہاں کیوں رک گئی تھی۔ عجیب سی ذہنی کیفیت تھی۔ نہ سورہی تھی نہ جاگ رہی تھی.... گردو پیش چلتی بھرتی پر چھائیاں نظر آرہی تھیں۔"

"اوہ...! وہ چارلیکریں۔"

"میں نہیں سمجھ سکتی۔" وہ دفعٹا جھنجھلا گئی۔ آخر ان چار لکریوں کا کیا قصہ ہے۔ کسی چار لکریوں کا تذکرہ بار بار نہیں میں آتا ہے۔"

حمدید نے طویل سانس لی اور اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا؟ وہ جھلابت کے باوجود بھی نظریں چارہ تھی۔

حمدید تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ "آپ کو کس سلسلے میں دار انگ ملی تھی۔"

"جی....!" وہ چونک پڑی۔ اور حمید نے اس کی آنکھوں میں خوف کی جھلکیاں دیکھیں۔ وہ تھوڑی دیر تک گہری گہری سانسیں لیتی رہی پھر بولی۔ "میری طبیعت بھی تھیک نہیں ہے.... اور آپ کی باتیں تو قطعی میری سمجھ میں نہیں آرہیں۔"

"محترمہ روزا.... یہ بڑا ہم معاملہ ہے.... غالباً آپ کو اطلاع ہو گی کہ ایک لاش آپ کے پھاٹک کے قریب ہی پائی گئی تھی۔"

"جی ہاں.... میں نے سنا ہے۔" اس نے حیرت آمیز لجھے میں کہا۔ "کیوں؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ متول کو شاخت کر سکتیں گی۔"

"آپ بے حد عجیب باتیں کر رہے ہیں۔" اس نے ڈری ڈری سی نہیں کے ساتھ کہا۔

حمدید نے جیب سے پرس نکالا اور اس میں سے ایک تصویر نکال کر اس کی طرف بڑھاتا ہوا

”بیٹھو....!“ فریدی نے اسے اگلی ہی سیٹ کی طرف دھکیا۔ اور خود تیزی سے چکر کاٹ کر اسٹرینگ پر جابیٹھا۔ جیپ حصکے کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

”یہ ظلم ہے۔ شخصی آزادی پر حملہ...!“ ڈفٹی نے احتجاج کیا۔

”میں نے تمہیں اس لئے کوتولی نہیں بھجوایا تھا کہ تم خصانت پر رہا ہو جاؤ۔“

”یہ دھاندی ہے.... زبردست ہے.... میں ایک جبہوڑی مملکت کا آزاد شہری ہوں۔“

”میں اس حقیقت کی تردید نہیں کر سکتا۔“ فریدی سکرایا۔

”پھر آخر یہ سب کیا ہے۔ آپ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔“

”تمہیں اس آدمی کا نام بتانا ہی پڑے گا جس نے...!“

”آپ کمال کرتے ہیں کیا میں کسی کے باپ کا نوکر ہوں.... مجھے کوئی بھی اس طرح استعمال نہیں کر سکتا.... میری بھی ایک حیثیت ہے۔“

”میا یہ ناممکن ہے کہ تم اپنی حیثیت سے زیادہ والے کسی آدمی کا آلہ کا نہ بن جاؤ۔“

”میں اس قسم کے لوگوں میں سے نہیں ہوں۔“ ڈفٹی نے ناخوشنگوار بھائیوں کاہا۔

”ہو سکتا ہے؟“ فریدی نے لاپرواٹی سے کہا اور پھر اس نے اس سے کچھ نہیں پوچھا۔

”خوبصورتی دیر بعد ڈفٹی ہی بولا۔“ لیکن آپ مجھے کہاں لے جارہے ہیں...!“

”کچھ دن تمہاری صحبت سے بھی فیض اٹھانا چاہتا ہوں۔“

”میں پا گل ہو جاؤں گا....!“ ڈفٹی جھلاہٹ میں اپنے بال نوچتا ہوا بولا۔

”مناسب بھی یہی ہے....!“ فریدی نے کہا۔ ”ونہ یہ قوم پا گل کتوں کا جھنڈ کھلاتے۔“

”آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔“

”ڈفٹی تمہیں اپنے باس کا نام بتانا ہی پڑے گا۔“

”آپ پھر میری توین کر رہے ہیں۔ میں خود رجنوں کا باس ہوں۔“

”حالاً کہ تمہارے کاروبار سے شاید ہی کوئی واقعہ ہو.... اور کچھ دیر پہلے تم نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ تم پر امن زندگی گزار رہے ہو۔ تمہارا کسی سے کوئی تعلق نہیں پھر اب یہ درجنوں ماتحت کہاں سے پیدا ہو گئے۔“

ڈفٹی نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ جیپ سنسان سڑک پر تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ وہ شہر سے باہر نکل آئے تھے۔

سورج بہت دور درختوں کی قطار کے پیچھے چھپنے لگا تھا۔ یک بیک جیپ ایک کپے راستے پر موڑ دی گئی۔

بولہ۔ ”درالے دیکھئے“

روزانے تصویر اس کے ہاتھ سے لے لی اور اس پر ایک اچھی سی نظر ڈال کر حمید کی طرف استفہامیہ انداز میں دیکھا۔

”کیوں....؟“ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”یہ تصویر آپ مجھے کیوں دکھار ہے ہیں۔ یہ تو کپڑے ستر کے پر دیکھنا اسکریٹری مشر شاہد ہیں۔“

”عرض یہ کرتا ہے کہ انہیں حضرت کی لاش آپ کے پھانک...!“

”نہیں....!“ وہ حمید کا جملہ پورا ہونے سے قبل ہی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

”جی ہاں.... یہ اسی لاش کی تصویر ہے۔“

”جائیے.... خدا کے لئے چلے جائیے۔“ دفعٹا وہ دروازے کی جانب خوفزدہ نظروں سے دیکھتی ہوئی گرگڑاہی۔ ”میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے.... میں زیادہ دیر تک نہیں بیٹھ سکتی.... اور میں معافی چاہتی ہوں۔“

پھر وہ حمید کو کچھ کہنے کا موقع دینے بغیر اندر چل گئی۔



کسی ”بڑے“ آدمی کی خصانت پر ڈفٹی رہنا ہو گیا تھا لیکن اس کے ان ساتھیوں کی گرو نیں نہیں چھوٹی تھیں: ہی نے حمید پر حمید کیا تھا۔ ڈفٹی اس بات پر اڑ رہا تھا کہ وہ انہیں نہیں جانتا۔ کو تو اندر، حوالات سے نکل کر وہ سیدھا ایک چائے خانے میں پہنچا اور اس نے کاٹنٹر پر رکھے ہوئے فون کے نمبر ڈائل کے چند لمحے رسیور کان سے لگائے خاموش کھڑا رہا پھر بولا۔ ”ہیلو.... باس.... ڈفٹی اسپیگنگ.... اب میرے لئے کیا حکم ہے.... جی.... جی.... میں...“ منے تو سہی باس! اس میں میرا کیا قصور.... جی ہاں.... قطعی.... میں نے اخیر وقت تک اعتراض نہیں کیا کہ میں انہیں جانتا ہوں۔ وہ رسیور کھ کر مڑا اور ایک قد آور آدمی سے نکر گیا جو اس کی آنکھوں میں بڑی خودت سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ کوٹ کے جیبوں میں تھے اور وہ انہی جیب میں سے کوئی ٹھوس چیز ڈفٹی کے بائیں پہلو میں چھڑ رہی تھی۔

”یہ کریں فریدی تھا.... اس نے بڑی شرافت سے کہا۔“ یہ ریلوائز کی تال ہے.... آگے بڑھو۔“

ڈفٹی نے طویل سانس لی اور چپ چاپ صدر دروازے کی طرف چلنے لگا۔

ریلوائز کی تال کی چین اب بھی باکیں پہلو میں محسوس ہو رہی تھی۔ فریدی اس سے لگا ہوا چل رہا تھا۔

اسی طرح وہ اسے فٹ پا ہٹ سے قریب کھڑی ہوئی جیپ تک لایا۔

”اوہ.... اوہ....!“ ذُفٹی مصطفیٰ بانہ انداز میں بڑا بیل۔ ”یہ کیا ہو رہا ہے.... کیا ہو رہا ہے میں
جسچ پاگل ہو جاؤں گا۔“

فریدی خاموشی سے ونڈا سکرین پر نظریں جمائے رہا۔
ویرانے کی تاہم اور زمین پر جیپ چکولے لے رہی تھی۔

آخر کارکچھ دیر بعد سفر ختم ہو گیا۔ ابھی فضائیں دن کی جھلکیاں باقی تھیں.... افق میں شرن
رگوں کے لہریے چمک رہے تھے۔

جیپ چند چھوٹے ایوں کے قریب رک گئی

ذُفٹی نے سر اسیگنی کے عالم میں چاروں طرف اچلتی ہی نظر ڈالی اور فریدی کی طرف دیکھنے
لگا۔ اتنے میں ایک چھوٹے ایوی سے دپبلوان قدم کے آدمی برآمد ہوئے۔ بھیاں چڑوں والے سیاہ
قام آدمی جن کے جسموں پر لگوٹھوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

فریدی نے ذُفٹی سے کہا۔ ”اترو....!“
وہ کسی قدر چکچکت کے ساتھ جیپ سے اتر گیا۔ فریدی نے دونوں دپبلوانوں سے
کہا۔ ”اسے ناپ۔“

”گک، کیا مطلب۔“ ذُفٹی ہکلایا۔ لیکن قبل اس کے جواب میں فریدی سے کچھ سن سکتا
ایک دپبلوان نے اس پر چھلانگ لگائی۔ ذُفٹی چختا ہوا گرا۔ اور اس کے پیچے دب کر رہا گیا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے.... یہ کیا ہو رہا ہے۔“ دھچکنارہ اور اس نے دیکھا کہ فریدی اس کی طرف
توجه دیئے بغیر چھوٹے ایوی میں داخل ہو رہا ہے۔

اب ایک دپبلوان اسے دیوچھے ہوئے تھا.... اور دوسرا اس کے جسم کو فیتے سے ناپ رہا
تھا.... ذُفٹی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ دپبلوانوں نے اس کا جسم ناپ
لینے کے بعد سے چھوڑ دیا۔

اس کے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ وہ وہیں کھڑا ہماپن تراہ۔ اتنے میں فریدی
بھی واپس آگیا۔ لیکن وہ اس سے بالکل لا تعلق نظر آرہا تھا۔

دپبلوانوں نے قریب ہی زمین کی پیاس بھی کی اور نشاتات لگا کر کداںوں سے کھدائی کرنے لگے۔
دفعہ ذُفٹی کا پن کر رہا گیا۔ اس نے فریدی کی طرف دیکھا اور اس کے دانت بننے لگے۔

”یہ.... یہ.... اس.... اس.... س.... س.... کا.... کیا.... مم.... مطلب....!“ وہ اپنے
اعضاء پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوا ہکلایا۔

”مندی آدمیوں کو گولی مار کر دفن کر دیتا ہوں۔“ فریدی نے لاپرواں سے کہا۔

”آپ ایسا نہیں کر سکتے.... قق.... قل....!“

”میں مطمئن ہوں ذُفٹی! تھیں بہت پہلے مر جانا چاہئے تھا.... تم خونی ہو! اتفاق سے تمہارا
ہر کیس ایسے لوگوں کے ہاتھ میں رہا ہے جو تمہارے خلاف کوئی واضح ثبوت مہیا نہیں کر سکے....
ہذا تھیں بہر حال مر جانا چاہئے۔“

”ارے.... کوئی دھوٹ ہے۔“ وہ خوفزدہ انداز میں حلق پھاڑ کر چینا اور پھر ایک جانب دوڑتا
چلا گیا۔ ٹھیک اسی وقت چھوٹے ایوی سے دو تین آدمی اور برآمد ہوئے اور اس کے پیچھے دوڑتے
ذُفٹی زیادہ دور نہیں جا سکتا تھا وہ اسے کھینچتے ہوئے پھر دو ہیں لائے۔

دپبلوان ان سب و اتعاقات لا تعلق گڑھا کھونے میں مصروف تھے۔

”میں بتاؤں گا.... میں بتاؤں گا....!“ ذُفٹی تھوڑی دیر بعد چینا۔

”اسے چھوٹے ایوی میں لے جاؤ۔“ فریدی نے دوسرا ہے آدمیوں سے کہا۔

وہ اسے چھوٹے ایوی میں لائے اور ایک فولادی گرام کری میں دھکیل دیا۔ ذُفٹی کا بڑا حال
تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

دفعہ ایک آدمی کسی گوشے سے وہسکی کی بوتل نکال لایا۔ اور گلامس میں تھوڑی سی انڈیل
کرام کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ”اس سے تم کافی سکون محفوظ رکھو گے۔“

ذُفٹی پہلے تو پچھلیا پھر گلامس لے کر پی گیا۔

کچھ دیر بعد آنکھیں کھولیں تو خود کو تمہارا پیا۔ وہ لوگ کبھی کے چلے گئے تھے۔ وہ عادی قدم کا
ثرابی تھا لیکن کئی گھنٹوں سے ایک بوند بھی نہیں ملی تھی۔ اس تھوڑی سی وہسکی نے بڑا کام کیا۔

اب وہ گھوس کر رہا تھا اپنے ذہن کو قابو میں رکھ کر گفتگو کر سکے گا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی چھوٹے ایوی میں داخل ہوا۔ خاص انداز میرا پھیل گیا تھا۔ فریدی کے پیچے

ایک آدمی پیڑو میکس لیپ لئے نظر آیا۔

ذُفٹی نے ہاتھ پر ڈال دیئے تھے.... اگر کچھ بتا دینے کے وعدے سے پہلے تھوڑی سی وہسکی
مل گئی ہوتی تو شاید وہ دفن ہو جانا ہی پسند کرتا لیکن اس کی زبان کبھی نہ کھلتی.... اب وہ بے بی
کے عالم میں فریدی سے کہہ رہا تھا۔ ”اپر گم تاکٹ کلب کامالک میحر چوہاں اس واقعہ کا ذمہ دار
ہے.... مجھے اعتراف ہے کہ وہ میرے ہی آدمی تھے جنہوں نے کیپشن حید کو اٹھا لے جانا چاہا تھا۔
لیکن اس اعتراف کے بعد میرا کیا حشر ہو گا؟“

”میں نہیں سمجھا....!“ فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”ایسے لوگ زندہ نہیں چھوڑے جاتے جو کسی معاملے میں کسی قدم کا اعتراف کر لیتے ہیں۔“

جیپ اندر ہرے کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھتی رہی۔۔۔!
دفعات عقب نما آئنے میں اسے کسی موڑ سائکل کا ہیڈلیپ نظر آیا۔ اس نے جیپ کی رفتار کم کی اور مڑ کر دیکھا۔۔۔ موڑ سائکل ابھی دور تھی۔ اس نے جیپ کی رفتار جیسیں بڑھائی۔ دونوں گزیوں کا فاصلہ بذریعہ کم ہوتا جا رہا تھا۔

دفعات اس نے جھک کر نیچے سے کوئی چیز اٹھائی اور کھڑکی سے ہاتھ نکال کر اسے پیچے کی طرف اچھال پھینکا۔۔۔ ساتھ ہی ایک سلری پر دباؤ بھی بڑھا دیا اور ہر چیزے ایک زور دار دھاکہ ہوا اور ادھر جیپ کی رفتار بھی تیز ہو گئی۔
اب عقب نما آئنے باکل تاریک تھا۔
کچھ دیر بعد جیپ کی سڑک پر آگئی لیکن ابھی ویرانے کا سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا۔
آسمان سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اس نے تاروں کی چھاؤں میں مفقود تھی اور شدہ شاید گاڑی کی تمام روشنیاں بچھا دیتا۔
پتہ نہیں اس کی تدبیر بار آور بھی ہوئی تھی یا نہیں۔ لیکن اب عقب نما آئنے تاریک تھا۔



رات کے تین بجے تھے۔۔۔ اسپر لگ نائکٹ کلب کامالک سمجھ جوہاں بے خبر سورہا تھا حالانکہ کلب میں اس وقت بھی روت قائم تھی۔
وہ ڈھائی بجے کے قریب اپنے اسٹنٹ کو چارچوڑے کر تیری منزل پر سونے چلا جاتا تھا۔
تیری منزل پر صرف دو کمرے تھے۔۔۔ اور بقیہ حصے میں صحن پھیلا ہوا تھا۔ وہ دروازہ مغل کر کے نہیں سوتا تھا تاکہ ضرورت پڑنے پر اسے بآسانی جگایا جاسکے۔۔۔ جگانے والے اسے آواز ہی دیتے تھے۔ آج تک کسی نے جھنجور کر جگانے کی ہمت نہیں کی تھی۔
پھر ایسی صورت میں وہ آپے سے باہر کیوں نہ ہو جاتا جبکہ اسے جھنجور کر جگایا گیا ہو۔ وہ کسی درندے کی طرح غرتا ہوا اللہ بیٹھا۔ لیکن جب جگانے والے پر نظر پڑی تو اس انخطا ہو گئے۔
”م۔۔۔ میں۔۔۔ معافی چاہتا ہوں جتاب۔۔۔“ وہ بوکھلانے ہوئے انداز میں کہتا ہوا کھڑا ہو گیا۔
سر تا پایاہ نقاب پوش نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بیٹھنے کی اجازت دی اور خود سامنے والی کری پر جا بیٹھا۔

چوہاں سرائیگکی کے عالم میں اسے دیکھے جا رہا تھا۔۔۔ آخر نقاب پوش بولا۔ ”تم بہت زیادہ غیر مناسب ہو گئے ہو۔“

”میں نہیں سمجھا جتاب عالی۔“

”تم ان کے لئے کیا کام کرتے ہو۔“
”ای قدم کے کام۔۔۔ اغوا۔۔۔ مار پیٹ۔۔۔ غنڈہ گردی۔۔۔ اس کے حکم پر مجھے اپنے آدمیوں سے کام لینا پڑتا ہے۔“
”معاوہ کس حساب سے ملتا ہے۔“

”اس کا انحصار کام کی نوعیت پر ہے۔۔۔!“
دفعات... وہ سمجھی اچھل پڑے۔۔۔ آواز نای گن کی تھی۔۔۔ اس چھولداری میں کسی سوارخ ہو گئے تھے۔۔۔ اور گونیاں دوسری طرف کی قات کو بھی چیدتی ہوئی گزر گئی تھی۔۔۔ فریدی پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا۔۔۔ ڈفٹی نے بھی بوکھلاہٹ میں اس کی تقلید کی اور پھر فریدی نے لات مار کروہ اسٹول گرا دیا۔ جس پر پڑو میکس لیپ رکھا ہوا تھا۔ ایک شعلہ بھڑکا۔۔۔ اور قات میں آگ لگ گئی۔ اندازے کی غلطی کی بناء پر پڑو میکس لیپ غلط جگہ پر گرا تھا۔



وہ سر سے پاؤں تک سیاہ تھا۔ چہرہ اس طرح نقاب میں چھپا گیا تھا، کہ صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں۔۔۔ ہاتھوں میں نای گن تھی اور وہ بے تکان چاروں طرف گولیاں بر سانے جاتا تھا۔۔۔ فریدی کی ساری چھولداری دھڑک جل رہی تھی لیکن سنائے میں نای گن کے آواز کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔

وہ پوزیشن بدلت کر گولیاں بر ساتا رہا۔۔۔ کسی ایک جگہ نہیں جھتا تھا۔۔۔ چھلاوے کی طرح کبھی بیہاں بھی دہاں۔۔۔!

فریدی کے شکاری کیپ کی طرف سے ایک فائز بھی ہوا تھا۔۔۔!

کچھ دیر بعد سنائا چھا گیا۔۔۔ وہ نای گن کو دوبارہ لوڑ کر رہا تھا۔
لیکن اب کے اس نے فائزگ نہیں کی۔۔۔ غالباً واپسی کے لئے پلٹ پر اتحا کیپ تک جانے کی زحمت گوارانہ کی۔۔۔ شاید اسے اپنی کامیابی کا یقین تھا۔ یا پھر اس ہنگامے کا مقصد مخف خوفزدگ رکنا رہا ہو۔

وہ اپنی جگہ پہنچ چکا تھا جہاں گھپ اندر ہرا تھا۔۔۔ شکاری کیپ میں لگی ہوئی آگ کی روٹہ بیہاں تک پہنچ رہی تھی۔

اس نے جیپ سے پنل نارچ نکالی۔۔۔ اور اس کی محمد در وشنی میں آگے بڑھنے لگا۔۔۔ راستہ اسے ایک جیپ تک لا لیا۔۔۔ پھر جیپ اشارث ہوئی۔ تیزی سے آگے بڑھ گئی اب وہ عقد نما آئنے کو ایسی پوزیشن میں لانے کی کوشش کر رہا تھا کہ دور تک نظر رکھ سکے۔

”ایے گدھوں سے کیوں کام لیتے ہو جو بعد میں سب کچھ اگل دیں۔“
”لیکن جناب! ذہنی نے تو اپنے ان آدمیوں کو پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔“

” غالباً فریدی نے اس سے سب کچھ اگلوالیا...!“

”کب....!“ چوہاں نے حرمت سے کہا۔ ”وہ تو حنانت پر رہا بھی ہو چکا ہے۔“

”فریدی اسے اغوا کر لے گیا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ ان کے درمیان کیا باتیں ہوئی تھیں۔“

”یہ تو اچھا نہیں ہوا۔“ چوہاں نے پر تشویش لجھ میں کہا۔

”وارنگ....!“ نقاب پوش ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”نجھے اطلاع دیئے بغیر اب تم کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔“

”اوے باس....!“ چوہاں کھکھ لیا۔

نقاب پوش کمرے سے باہر نکل گیا۔ چوہاں جہاں تھا وہیں بیٹھا رہا تھا۔ ہست نہیں تھی کہ انہیں کر کر کرے کے دروازے ہی تک چلا جاتا۔

طاقت کا مظاہرہ

حید آرام کریں نہم دراز تھا۔ فریدی ٹھیٹے ٹھیٹے رک کر بولا۔ ”اب فی الحال میجر چوہاں کے خلاف میرے پاس کوئی شوت نہیں....!“

”کیوں....؟“ حید نے سر اٹھا کر کہا۔ ”ذہنی کہاں گیا؟“

”اس کا جسم چھلنی ہو گیا تھا.... اندر ہیرے میں اندازہ نہ ہو سکا کہ وہ اٹھ کر بھاگا ہے۔“

”بقیہ لوگوں میں سے کتنے زخی ہوئے....!“

”کوئی بھی نہیں....!“ فریدی نے سگار لٹا کر کہا۔ ”بلیک فورس کے آدمیوں سے اس قسم کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ایسے موقع پر اٹھ کر بھاگیں گے؟“

”بلیک فورس....!“ حید نے مہندی سانس لی ”آخر اس سے کب شرف ملاقات حاصل ہو گا۔“

فریدی کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ وہ تار جام کے ایک ہوٹل میں مقیم تھے۔

”اب....!“ وہ حید کی طرف مڑ کر بولا۔ ”لیڈی پر کاش.... لیکن وہ صرف اسی بات کی شہادت دے سکے گی کہ اپر گل کلب سے ہیر و کن تقسیم ہوتی ہے۔“

”چلے ہی کافی ہے۔ مگر کیوں....؟ کیا وہ اس کی شہادت نہ دے سکے گی کہ ہمیں قتل کرا دینے کی اسکم بنا لگی تھی۔“

”اس سے بھی بات نہیں نہیں۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔
”پھر جس طرح بن پڑے بنا یے۔“ حید نے لاپرواہی سے شانوں کو جیش دی اور میز پر پن اپ کا پرچہ اٹھا کر تصویریں دیکھنے لگا۔
”تم نہیں سمجھ سکتے۔“ فریدی کچھ دیر بعد بولا۔ ”یہ اکشاف بہت پرانی بات ہے کہ اپر گل کلب عیاشی کا اڈہ ہے یا وہاں سے ہیر و کن تقسیم ہوتی ہے۔“
”اچھا تو نئی ہی بات تادیج ہے.... اس طرح آپ بھی ہلکے ہو جائیں گے.... اور میں بھی خود کو خاصاً فارغ البال محسوس کرنے لگوں گا۔“
”وہ آدمی ریمش یاد ہے نا.... وہ میری ایکسپوز کی ہوئی ساری تصاویر کی معنویت پر روشنی ڈال چکا ہے۔“

”تحرک تصاویر....!“ حید نے پوچھا۔
”ہاں.... وہ مخصوص اشارے ہیں.... جنہیں ترتیب دینے سے بیانات بنتے ہیں....!“
”مشلاً....!“

”کیوں.... بعض اوقات اتنے ڈفر کیوں ہو جاتے ہو.... کیا مٹری میں تمہیں سکنگ کی تربیت نہیں ملی تھی۔“

”اوہ معاف کیجھ گا.... میں پچھلے کئی دنوں سے او گھ رہا ہوں۔“
فریدی پھر کسی سوچ میں گم ہو گیا۔

”لیکن جناب....!“ حید نے کچھ دیر بعد سے پھر مخاطب کیا۔ ”اگر اسے علم تھا کہ آپ نئے گئے ہیں تو وہ حصول مقصود سے پہلے ہی کیوں بھاگ نکلا تھا۔“

”غالباً تم اس دستی بم کی وجہ سے سوچ رہے ہو۔ میرا خیال ہے کہ اس نے وہ اس یقین کے ماتحت نہیں پچھنا تھا کہ میں ہی اس کا تعاقب کر رہا ہوں۔ اگر یہ بات ہوتی تو اسی وقت بم پھیکتا جب میں پوری طرح زد پر آ جاتا۔ اس نے سوچا ہوا گا اگر وہ محض کوئی اگھر ہے تو وہ شست زدہ ہو کر وہیں کا دہیں رک جائے گا.... اور اگر میرے آدمیوں میں سے ہو گا تو وہ بھی اس خیال سے تعاقب جاری رکھنے کا رادہ ملتی کر دے گا کہ تعاقب کے پاس دستی بم بھی ہیں۔“

”بہر حال آپ کے پاس کوئی واضح شوت نہیں ہے کہ وہ میجر چوہاں ہی ہو گا۔“
”کوئی شوت نہیں ہے.... ورنہ میں یہاں نہ ہوتا۔“

”آپ کب تک اس طرح چھتے رہیں گے۔“

”اس کیس کے اختتام تک.... خواہ مخواہ بات نہیں بڑھانا چاہتا.... ڈی۔ آئی۔ جی بد تیز

ہے۔ اکثر سپر نئندھن تک سے بد کلامی کر بیٹھتا ہے... لیڈی پر کاش والے کیس کی تفتیش بذات خود کر رہا ہے۔"

"میں نے توابی ملک موقع ہی نہیں دیا کہ مجھے طلب کر سکے۔" حمید بولا۔ "مجھے اگر بیٹھے طلب کرے تو مجھے بے حد خوشی ہو گی۔"

"کیوں....؟"

"شاید آپ اپنی طرح سارے آفسروں کو غیر شدی شدہ سمجھتے ہیں۔"

"اوہ....!" فریدی مسکرا یا۔ "ہاں میں نے اس کی بیوی کے حسن کی تعریف سنی ہے۔"

"بُن اس طرح و قاف تو ایسی باتیں بھی سنتے رہا یجھے! شاند اللہ کرم کرہی دے آپ کے حال پر۔"

"حمدید....!" دفعٹا فریدی اس طرح بولا۔ "جیسے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔ تم قاسم سے ملو... آج کل وہ اسپر گل کلب میں دیکھا جا رہا ہے.... اس کے ساتھ ایک عورت ہوتی ہے...."

ساڑہ عشرت عزیزم.... چیزیں میں اٹا ملک ازیزی کیش کی بیوی....!"

"پتے نہیں.... میں اس نام کی کسی عورت کو نہیں جانتا۔"

"تمہیں قاسم کے ذریعے اس سے مل کر مراسم بڑھانے ہوں گے۔"

"پہلے اس کی عمر بتائیں۔"

"فضل باتیں نہ کرو.... اس دوران میں تمہیں اس کا خیال بھی رکھنا پڑے گا کہ چوہاں یا اس کے آدمیوں کو اس کا علم نہ ہونے پائے۔"

"اگر چوہاں ہمیں جانتا ہے تو یہ بھی جانتا ہو گا کہ قاسم سے ہمارے کیسے تعلقات ہیں۔"

"معقول بات ہے....!" فریدی پھر سوچ میں پڑ گیا۔

حید نے پاپ میں تمبا کو بھر کر اسے سلکا یا اور ہلکے ہلکے کش لیتا رہا بھر کچھ دیر بعد اٹھتا ہوا بولا۔ "اچھی بات ہے میں لئکن لے جا رہا ہوں۔"

"لیڈی پر کاش سے دور ہی رہتا۔"

"میں جانتا ہوں....!" حید نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔



حید نے سوچا پہلے دور ہی سے اندازہ کرنا چاہئے کہ ساڑہ عشرت کسی عورت ہے۔ لہذا اس نے پہلے چرے میں پلا سنک میک اپ کی مدد سے تھوڑی سی تبدیلی کی۔ اپنی گاڑی و نیس کے نمبر بد لے اور انگلی نیچے کے چکر کاٹنے لگا۔ قاسم ابھی تک وہیں مقیم تھا دن بھر ہٹ میں رہتا اور شام

ہوتے ہی نکل کھڑا ہوتا اور اسپر گل کلب جاتا۔ ساڑہ کی کوششوں کی بناء پر وہ باقاعدہ طور پر مبہر بیالی گیا تھا۔

لیکن حید کے لئے دشواری تھی.... وہ تبدیلی ہیئت کے بعد کلب میں کیوں کردا خل ہوتا۔ یہ تو ای صورت میں ممکن تھا جب کوئی مستقل مبہر اسے اپنے ساتھ لے جاتا۔

لیکن آج اتفاق سے ان دونوں نے اسپر گل کلب کی بجائے تیج ہوشیار خ کیا اور حید کو بھی ان کے قریب ہی جگہ مل گئی.... دونوں میزیں اتنے فاصلے پر تھیں کہ ان کی گنگتو بہ آسانی سن سی جاسکتی تھی۔

"میں آج کل بڑے اچھے اچھے خواب دیکھتا ہوں....!" قاسم کہہ رہا تھا۔

"اچھا....!" ساڑہ نے کہا اور فلور شور کی طرف متوجہ ہو گئی۔

قاسم کے چرے پر آج بلا کا نکھار تھا۔ چھ دن پہلے کی سی پیغمروں کا نشان بھی نہیں ملتا تھا... خواہ مخواہ باچھیں کھلی پڑتی تھیں۔

"تم اپنے گھر کب سے نہیں گئے۔" دفعٹا ساڑہ نے اس کی طرف مڑ کر پوچھا۔

"کئی دنوں سے۔"

"کسی نے خبر بھی نہیں لی۔"

"تو ان لیتا خیر...." میں نے فون کر دیا تھا کہ میں یہاں ہوں....!"

"میں تمہاری بیوی سے ملتا چاہتی ہوں۔"

حید نے محسوس کیا کہ قاسم زوس نظر آنے لگا ہے۔

"لک کیوں....?" وہ ہلکا یا۔

"بس یوں ہی....!"

"توئی جرورت نہیں....!"

"کیوں....?"

"اوہ.... مطلب یہ کہ وہ بہت بد تیز ہے.... خواہ مخواہ....!"

"کیا خامہ....!"

"آپ سے لڑنے لگے گی.... میری ملنے والیوں سے خار کھاتی ہے۔"

"اور بھی ملنے والیاں ہیں....!" ساڑہ نے پوچھا اور قاسم بڑی طرح بوکھلا گیا۔

"من نہیں توئی بھی نہیں.... وہ ایک نر کی لڑکی ہے.... آتی ہے کبھی کبھی کہتی ہے مجھے جادو کے کھلی دکھاؤ۔"

"جادو کے کھیل....؟" استفہام میں جیرت تھی۔

"بی ہاں....بی ہی....وہ میں لوہے کے گولے نکال سکتا ہوں منہ سے....راکھ لی
تال توڑ دیتا ہوں....زنجیریں توڑ دیتا ہوں۔"

"اچھا....! وہ نہ پڑی۔" زرانکا لئے تو گولے....!

"یہاں تھاں....وہ تو ترقیب ہوتی ہے۔"

"زنجیریں بھی توڑ دیتے ہیں۔"

"ہاں میں بہت طاقتور ہوں....ٹھہریے....میں دکھاتا ہوں۔" قاسم اٹھتا ہوا بولا۔

حمد نے محسوس کیا کہ اس کی ذہنی رو بہک گئی ہے....ایسے موقع پر چہرے پر خاص تم
کے تاثرات ہوتے ہیں۔

وہ انھوں کر سارہ کی کرسی کی پشت پر آیا۔

"کیوں....کیا بات ہے۔" سارہ نے مڑ کر پوچھا۔

"بُن آپ سامنے ہی دیکھتی رہئے۔" قاسم نے بڑے خلوص سے کہا۔

حمد سمجھ گیا کہ آئی شامت اس عورت کی....وہ بالکل ایسے ہی انداز میں گردن گھما کر
سامنے دیکھنے لگی جیسے اس میں ارادے کو قطعی دخل نہ ہو۔

دیکھتے ہی دیکھتے قاسم جھکا اور کرسی کے پیچھے پائے پکڑ کر اسے کری سمیت اوپر اٹھاتا چلا
گیا.... حتیٰ کہ سر سے بلند ہو گئی۔

"ارے....ارے....ارے....!" سارہ کی زبان سے متواتر نکل رہا تھا۔

"وہاں جتنے بھی تھے تھیر آمیز سنجیدگی کے ساتھ متوجہ ہو گئے۔ سارہ کی عجیب حالت تھی۔
چہرے پر ایسے ہی تاثرات تھے جیسے بھرے مجھ میں خود کو برہنہ محسوس کر رہی ہو۔ حید نے سوچا

کھیل بگاڑ دیا....کبخت نے....اب یہ جو بھاگے گی تو بھی رخ بھی کرے گی اس کی طرف۔ لہذا
چھپت کر قاسم کے قریب پہنچا اور آہستہ سے بولا۔ "یہ کیا کرنے ہیں آپ....انہار یے نیچے
ورنہ میں پولیس کو طلب کرلوں گا....یہ ہوٹل ہے یا بھٹیڈ خانہ۔" دوسرے لوگ دور ہی

سے تماشہ دیکھ رہے تھے۔

قاسم پولیس کے نام پر بولکھلا گیا اور بذریعہ اس کے ہاتھ نیچے ہونے لگے۔ بلا آندر کری زین

پر گئی اور سارہ اس طرح اچھل کر کھڑی ہو گئی جیسے جمل اٹھی ہو۔ اس کے چہرے پر سراسیگی کے
آندر تھے۔ غالباً سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ ان سھوں کی نظر سے کیے او جھل

ہو جائے۔

"اب آپ دونوں فوراً نکل چلے یہاں سے۔" حید نے کہا۔ "ورنہ یہاں کئی پر یہ رپورٹ
 موجود ہیں جو آپ دونوں کو گھیر لیں گے۔"

"اوہ....بی ہاں....چلے چلے۔" سارہ جلدی سے بولی۔

وہ باہر آئے....سارہ جلدی سے قاسم کی گاڑی میں بیٹھ گئی اور حید اگلی سیٹ کا دروازہ
کھول کر بیٹھنے لگا۔ دفعٹا قاسم ہمکلایا۔ "آپ....آپ قہاں....بھائی صاحب۔"

"وہیں بھائی صاحب جہاں آپ....!" حید نے لاپرواں سے کہا۔ "کچھ ضروری باتیں
کروں گا مگر آپکا کام کا پر شدید ہوں۔"

"بات نہ بڑھاؤ....؟" سارہ بچھلی سیٹ سے منٹائی۔

"آپ کہتی ہیں تو شنیدھے...." قاسم غریب۔ "ورنہ میں تو پولیس انپکٹوں کی تائیں چیز دیتا
ہوں....یہ آنکھاری والے ہیں۔"

"بی ہاں....بی ہاں....!" حید سر ہلا کر بولا اور بچھلی نشست سے آواز آئی۔ "اپنے ہب
میں چلو۔"

کار چل پڑی۔ قاسم کا ہب زیادہ دور نہیں تھا۔ جلد ہی بیٹھ گئے۔ نیچے اترے ہب میں داخل
ہوئے لیکن سارہ دم بخود تھی۔ وہ دونوں بیٹھے گئے لیکن قاسم کھڑا حید کو گھور رہا تھا۔ حید نے اس
وقت آواز بدلنے میں کمال کر دیا تھا....کیا جمال کہ ذرا سی بھی لغزش ہو جاتی۔

"اب فرمائیے....جتاب....!" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

"آپ پہلی تشریف تو رکھئے۔" حید نے کہا۔ "اور یہ بتائیے کہ جتاب نے کون سانش
استعمال فرمایا ہے۔"

"میں نے نہ شدھے نہیں استعمال کیا تم چلے جاؤ چپ چاپ یہاں سے۔"

"محترمہ کیا آپ اس مسئلے پر وحشی ڈال سکتیں گی۔"

"میں کیا عرض کروں ۔۔۔ بے حد شرمندہ ہونا پڑا ہے۔ انہوں نے کوئی نہ استعمال نہیں کیا
یہ بس ایسے ہی ہیں۔"

"اگر ایسے ہی ہیں تو مجھے بے حد افسوس ہے آپ کو اکثر پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا ہو گا۔"

"اے تم جاؤ نکلو یہاں سے....بڑے آئے....آپ جتاب کرنے والے....جاتے ہویا
بلاؤں چوکیدار کو۔"

"جھٹاٹ ہو کر گفتگو فرمائیے جتاب میں ایک ذمہ دار آفیسر ہوں۔ ہمیں شبہ ہے کہ نیچے ہوٹل
میں غیر قانونی طور پر بھگ فروخت ہوتی ہے۔ آپ کی اس حرکت پر میں سمجھا تھا کہ آپ بھی

بھنگ پئے ہوئے ہیں۔"

"بس بس....! اکھاموش۔" قاسم حلق پھاڑ کر دہڑا۔

"تم خود خاموش رہو.... میں نگتھو کروں گی۔" سارہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ پھر حید سے کہنے لگی۔ "آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے انہوں نے کوئی نشہ نہیں استعمال کیا۔ بس کبھی کبھی ذہن بہک جاتا ہے.... مجھے اپنی طاقت دکھار ہے تھے۔"

"لاحوال ولا قوت....!" حید نے اسامنہ بنا کر بولا۔ "ایسی حرکتیں گھر پر کی جاتی ہیں۔ اگر آپ

لوگ کسی پر لیں روپورڑ کے ہجھے چڑھ جاتے تو مجھ کے اخبارات میں بڑی بڑی سر خیال تقریباً آتیں.... شوہرنے بیوی کو سر سے اوچا اٹھایا۔... تھوڑی میں سر کس، دغیرہ وغیرہ۔"

"میں ان کی بیوی نہیں ہوں۔" سارہ جلدی سے بولی۔ "میرے دوست ہیں۔"

"مجھے حیرت ہے اس دوستی پر۔"

"میں تمہیں جان سے مار دوں گا ہاں....!" قاسم آستین سمیتا ہوا اٹھ گیا۔

حید بھی کھڑا ہو گیا۔

"ارے.... ارے....!" سارہ بوکھلا گئی۔

"نہیں آپ چوب رہئے۔" قاسم اس کی طرف مڑ کر غایا۔

حید ایک طرف ہتھا ہوا بولا۔ "آئیے.... آپ پر لے سرے کے گدھے ہیں۔"

قاسم نے جھپٹ کر پوری قوت سے گھونسہ مارا۔ اور حید نہایت اطمینان سے ایک طرف ہٹ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میاں قاسم اپنے ہی زور میں منہ کے مل پیچے چلے آئے۔ غصے نے پہلے ہی حالت بگاڑ کی تھی۔ لہذا اس ڈیل ڈول کے ساتھ اچانک گرپنے کے بعد جلدی سے اٹھ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا تھا۔

یہ حالت ہے طاقت کی۔" حید سر ہلا کر سارہ سے بولا۔ "میرا دعویٰ ہے کہ اگر چت لنا کر سینے پر ایک سکر کی بھی رکھ دی جائے تو کسی لٹپٹھی کی طرح تانگیں پھیلائے پڑے رہ جائیں گے۔ چلنے آپ میرے ساتھ۔"

حید نے سارہ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس نے بوکھلا کر اس کا ہاتھ پکڑ بھی لیا۔

حید قاسم کے اٹھنے سے قبل ہی اسے وہاں سے نکال لے جانا چاہتا تھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے کہا۔ "اپنی گاڑی تھوڑی بھی پکھہ نہیں۔" قاسم کے ساتھ پار گلگ شید سے منگا لیج گا۔

سارہ سحر زدہ ہی اس کے ساتھ چلتی رہی۔ قاسم کے حلق سے گالیوں کا طوفان اٹھ رہا تھا۔ پھر قبل اس کے وہ اٹھ کر دروازے تک پہنچتا اس کی گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔

تھج ہوش کے پار گلگ شید میں گاڑی روک دی گئی۔ یہاں حید کی گاڑی پہلے ہی سے موجود تھی۔ اس نے پھر سارہ کا ہاتھ پکڑا اور اپنی گاڑی میں آبیٹھا۔ اس نے اس پر احتجاج نہیں کیا۔ حید جانتا تھا کہ اس نفیتی لمحے سے فائدہ نہ اٹھایا گیا تو پھر کسی طرح کامیابی حاصل نہ ہو سکے گی۔ اپنی گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "آپ کو کہاں چھوڑ دوں۔"

"کہیں بھی....!" اس نے ہامپتے ہوئے کہا۔

"نہیں بے تکلفی سے فرمائیے۔" حید بولا۔ "میں نے اس وقت آپ کو ایک بہت بڑے بھجال سے نجات دلائی ہے۔ میں اس آدمی کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ پر لے سرے کا احمد ہے.... دوسروں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے طرح طرح کی حرکتیں کرتا ہے.... پتہ نہیں آپ سے کیسی دوستی ہوئی ہو گی۔"

"آپ کیجا جانے ہیں اس کے بارے میں۔" سارہ نے پوچھا۔

"سینہ عاصم کا لڑکا ہے۔ قاسم نام ہے۔ تمام میں روٹا پھرتا ہے کہ اس کی شادی زبردستی ایک ایسی لڑکی سے کردی گئی ہے جو اسے پسند نہیں۔ ان کے درمیان زن و شوہر کے تعلقات وغیرہ وغیرہ.... ایسی ہی بہت سی باتیں۔"

"تو کیا یہ جھوٹ ہے۔"

"پتہ نہیں۔" حید نے لاپرواں سے کہا۔ "لیکن اتنا جانتا ہوں کہ اکثر خواتین اس پر رحم کھا کر اپنی زندگی خود ہی ابیجن کر لیتی ہیں۔"

"میں نہیں بھی۔"

"ایک واقعہ سناتا ہوں آپ کو۔ شاید آپ اس سے کچھ اندازہ کر سکیں۔ ایک بار آپ ہی جیسی ایک شریف خاتون کو اس سے ہمدردی ہو گئی تھی۔ یہ حضرت ایک بار انہیں اپنے گھر پر مدعا کر بیٹھے.... بیوی سے شاید کہہ دیا تھا کہ ان کے دوست کی بیکم صاحبہ تشریف لارہی ہیں۔ بیوی نے دعوت کا اہتمام کیا لیکن ساتھ ہی اپنی چند سہیلیوں کو بھی مدعا کر لیا۔ ایک سکیم تیار کی گئی۔ وہ صاحبہ تشریف لائیں۔ با توں ہی با توں میں ان سے الگوا لیا گیا کہ وہ قاسم کے دوست کی بیوی نہیں بلکہ خود قاسم کی دوست ہیں۔ بس پھر کیا تھا پس پڑی سہیلیوں سمیت.... چونی پکڑ کر لان مک گھٹیتھیں ہوئی لائی.... پھر جو مرمت شروع کی ہے ان سکھوں نے تو بیکم صاحبہ بے ہوش ہو گئی تھیں۔" حید خاموش ہو گیا۔ سارہ بھی کچھ نہ بولی۔ کچھ دیر بعد حید نے پوچھا۔ "آپ سے کیسے ملاقات ہوئی تھی۔"

"بس کیا بتاؤں....!" وہ بھرا لائی ہوئی آواز میں بولی۔ "ایک رات گاڑی پر اسی سڑک سے

گزر رہی تھی کہ کنارے ایک گاڑی کھڑی نظر آئی۔ کوئی اس میں بینہازور زور سے رو رہا تھا۔ از کر دیکھا تو یہی حضرت تھے۔

حید بے تھاشہ نہ پڑا۔ دیر تک ہنستا رہا پھر بولا۔ ”اور ایسی حرکتوں سے وہ خواتین کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے.... اور پھر سناتا ہے اپنی دکھ بھری داستان اور محترمہ اب میں اپنے مختلف بھی گئی باتیں بتاول۔ میرا تعلق حملہ آبکاری سے نہیں۔ میں تو ایک سیدھا بادہ مصور ہوں۔ آپ کو الجھن میں دیکھا تو سوچا کہ پریں رپورٹروں کے چکر میں پڑنے سے پہلے ہی آپ کو وہاں سے نکال لے جاؤں۔“

”میں بے حد شکر گزار ہوں جناب۔“

”آپ نے ابھی تک بتایا نہیں کہ آپ کو کہاں جاتا ہے۔“

”اگر شہر کی طرف جا رہے ہوں تو اپر گنگ ناٹ کلب میں چھوڑ دیجئے گا.... میری گاڑی آج ہی برس کے لئے گئی ہے۔“

”بہت بہتر۔“

”آپ کا اسٹوڈیو کہاں ہے؟“ سائزہ نے پوچھا۔

”تار جام میں.... تھاںی پسند آدمی ہوں۔ بھی شہر بھی آ جاتا ہوں۔“

”رات کا کھانا نہ کھلایا ہو تو میرے ساتھ کھائیے اپر گنگ میں۔“

”میں مجرم نہیں ہوں۔“

”کسی بھی مجرم کے ساتھ آپ وہاں جاسکتے ہیں۔“

”میرے لئے پہلا اتفاق ہو گا۔ دراصل میری تفریحات مختلف ہیں۔ ہرے بھرے میدان گھنے جنگل میری تفریح گا ہیں ہیں۔“

”اڑٹھ ہی ٹھہرے۔“

”جھپٹے میں جنگلوں کی سرگوشیاں ہی میرے لئے اعلیٰ ترین موسيقی ہیں۔“

”آپ شاعر بھی معلوم ہوتے ہیں۔“

”ارے نہیں....!“ حید نے خاکساری بر قی۔

”تو پھر آپ میرے ساتھ کھانا کھارے ہے ہیں یا نہیں۔“

”ارے کہاں تکلیف کریں گی۔“

”آپ کے انکار پر مجھے افسوس ہو گا۔“

”خیر....“ حید نے ٹھنڈی سانس لی۔

یہ سب کچھ غیر متوقع طور پر ہوا تھا.... حید سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی جلدی کامیابی ہو گی۔ نہ قاسم کی ذہنی رو بیکتی اور نہ موقع نصیب ہوتا۔ بہر حال حید دل ہی دل میں اپنی پیشہ شوک رہا تھا۔



لیڈی پر کاش ابھی سوئی نہیں تھی۔ ہٹ میں تھا تھی اور اس کا جھینیزی صوفے پر ڈالا لوگھ رہا تھا۔ دفتار و روازہ کھلا اور وہ اچھل پڑی۔ وہ دروازہ مقفل کر کے لیئے تھی۔ لیکن یہ دہرا قفل تھا۔ باہر سے بھی قفل کھولا جاسکتا تھا.... لیکن اس کی کنجی کسی کو بھی نہیں دی تھی۔ پورا دروازہ کھل جانے کے بعد کوئی داخل ہوا۔ گھری نیلی.... اور مدھم روشنی میں وہ اندازہ نہ کر سکی کہ آئے والا کون ہے۔ پھر دغنا کمرے کا دوسرا ابلب روشن ہو گیا اور آئے والا وضاحت کے ساتھ اس کی نظروں کے سامنے تھا۔ سرتا پاسیا۔ صرف آنکھوں کی جگہ دوسرا ختح تھے جن سے دو خوفناک آنکھیں جھاک رہی تھیں۔ جھینیزی غرانتا ہوا اٹھا لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایک کریبہ سی آواز کے ساتھ ڈھیر ہو گیا۔ آئے والے کا بے آواز ریو اور اس کی طرف اٹھا تھا تھا۔ ہلکی سی ”ترجیح“ سنائی دی تھی اور بس جھینیزی پھرمنہ اٹھ کے۔

”یہ.... یہ.... لک کیا؟“ لیڈی پر کاش نے کانپتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کی۔ سیاہ پوش کا ماتھ اس طرح اٹھا جیسے وہ اسے خاموش رکھنا چاہتا ہو۔ لیڈی پر کاش دم بخود رہ گئی۔ وہ آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا۔ ایک ہاتھ سے ریو اور سیدھا کئے ہوئے دوسرا ہاتھ آگے بڑھا کر اس کی گردن پکڑ لی اور اسے دباتا رہ۔ حتیٰ کہ لیڈی پر کاش کی آنکھوں میں اندر ہمرا چھانے لگا۔ پہنچنے کیسی گرفت تھی کہ ذرا سی دیر میں وہ بے جان سی ہو کر رہ گئی۔ سیاہ پوش نے اسے اٹھا کر اپنے کاندھے پر ڈالا اور سوچ بجور ڈنک آیا۔ پھر کمرے میں گھری تاریکی چھاگئی۔

پھنڈا

سرنہا کی کارپاڈھ میں داخل ہو رہی تھی کہ حید ڈرائیگ روم سے نکل کر پورچ میں داخل ہوا۔ شاید روزا سے رخصت کرنے ہی برآمدے تک آئی تھی۔ حید نے اپنی گاڑی میں بینہ کر انجن اسٹارٹ کیا۔ سرنہا کی کارپورچ کے باہر ہی رک گئی وہ حید کو جاتے دیکھا رہا اور حید کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس نے اسے دیکھا ہی نہ ہو۔ اس کی گاڑی چھاک سے گز رگئی.... روزا سرنہا کو گاڑی سے اترتے دیکھ کر برآمدے ہی

پیری تربیت میں میرے والدین نے حصہ نہیں لیا۔

”تم کیا بک رہی ہو۔“

”لئے تھیقتوں کا اظہار کر رہی ہوں...!“

”میں برداشت نہیں کر سکتا....؟“ سر نہایا غریباً۔

”آپ کی مرضی...!“ روزانے لاپرواٹی سے شانوں کو جنت دی۔

”اچھی بات ہے۔“ سر نہایا نہیں ہوتے ہوئے کہا۔ ”اب اگر وہ یہاں آیا تو اسے خود ہی معلوم ہو جائے گا۔“

”کیا معلوم ہو جائے گا؟“

”یہی کہ سر نہایا کی لڑکی اتنی ستی نہیں ہے۔“

”کیا کہہ رہے ہیں...!“ روزا تھیج کر بولی۔

”میں ملازموں کو کہہ دوں گا وہ جب بھی یہاں آئے اٹھا کر اسے باہر سڑک پر پھیک دیں۔“

”آپ ایسا نہیں کر سکتے۔“

”کیوں؟“

”آپ میرے کسی دوست کی توہین نہیں کر سکتے۔“

وہ تیزی سے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

روز ادم بخود پیشی رہی۔ سانسیں تیری سے چل رہی تھیں اور چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ شاید زندگی میں پہلی بار باب سے اس طرح گفتگو ہوئی تھی۔ ایسے موڑ میں اس نے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ کبھی اتنی بلند آواز میں یو لئے سن تھا۔ اس کی دانست میں وہ خود ہی ایسی پکوئی شن پیدا نہیں ہونے دیتا تھا جس سے اس کو غصہ آئے اور دوران خون میں تیزی پیدا ہونے کی بنا پر خون کا دباؤ بڑھ جانے کا اندریشہ ہو۔

بہر حال اس وقت غصے سے بدحال ہو رہی تھی۔ دفتراٹھی اور فون پر کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگی پھر ماڈ تھی چین میں بولی۔ ”بیلو...!... ہوئی ڈی فرانس...!“ روزا فریدرک کے نام سے ایک کرہ بک کر دو۔ میں تھوڑی دیر بعد پہنچ رہی ہوں۔ ”ریسیور رکھ کر وہ اپنے کمرے میں چل آئی اور ایک سوت کیس میں کپڑے رکھنے لگی۔



بالآخر حمید آئی۔ جی کے دفتر میں طلب کر لیا گیا۔ فوراً پیشی بھی ہو گئی۔ آئی جی تنہا تھا اس نے سر کے اشارے سے حمید کو پیشے کی اجازت دی۔ سب سے پہلا سوال فریدی تھی سے متعلق تھا۔

میں رک گئی تھی۔

سر نہایا اسے تیز نظر وہ دیکھتے ہوئے برآمدے کے زینے طے کئے اور اس کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ وہاب بھی اسے ناخوش گوار انداز میں گھورے جا رہا تھا۔

”یہ یہاں روزانہ کیوں آتا ہے۔“ اس نے سخت لمحے میں پوچھا۔

”روزانہ تو نہیں۔“

”جھوٹ مت بولو...! مجھے علم ہے۔“

”کس بات کا علم ہے۔“

”یہی کہ روزانہ یہاں آتا ہے۔“

”وہ...وہ...! لاش جو یہاں پائی گئی تھی؟“

”بکواس...! اس کے متعلق مجھ سے پوچھ گچھ کرنی چاہئے۔“

”یہی تو میں بھی سوچتی ہوں کہ آخر مجھ سے کیوں پوچھتا ہے۔ میں تو یہاں تھی بھی نہیں۔“

”چلو اندر چلو...!“ وہ اسے دروازے کی جانب دھکیلتا ہوا بولا۔ روزا کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔ شاید اس کے باپ کا یہ روایہ اس کے لئے نیا تھا۔

ڈرائیک روم میں پہنچ کر اس نے سامنے والے صوفے کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”بیٹھ جاؤ۔“

روز استھنا یہ انداز میں اس کی طرف دیکھتی رہی۔

”میں اس پسند نہیں کرتا کہ میری بیٹی کسی پولیس آفیسر نے دوستی کرے...! اور پھر جبکہ وہ بہت زیادہ بدنام بھی ہے۔“

”وہ پلچر سٹر کامبر بھی ہے۔“

”کچھ بھی ہو! میں اسے پسند نہیں کرتا۔“

یک بیک روزا کے چہرے پر جلاہٹ کے آثار نظر آئے اور اس نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”آخر آپ کو میری اتنی پرواہ کب سے ہو گئی ہے۔“

”کیا مطلب...!“ سر نہایا کی بھنوئیں تھیں گئیں۔

”آپ کو کبھی اس کی پرواہ نہیں ہوئی کہ میں کیا کرتی ہوں۔ کہاں جاتی ہوں اور کب واپس آتی ہوں۔“

”اچھا تو پھر...!“ سر نہایا کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

”کچھ بھی نہیں...!“ روزا نے سرکش انداز میں کہا۔ ”میں اپنے طور پر پلی چڑھی ہوں۔“

”ولاشوں کے پوست مارٹم کی رپورٹ والے زہر اور اس سوئی کے زہر میں کوئی فرق نہیں جو میں نے کیا تھی۔“ حمید نے کہا۔
 ”جسہیں وہ سوئی کہاں ملی تھی۔“ آئی۔ جی نے پوچھا۔
 ”وہ سوئی مجھے اسی کیفیت کے باور پر چانے سے ملی تھی۔“ حمید نے مصلحتاً غلط بیانی سے کام لیا۔
 آئی۔ جی بیٹھ گیا لیکن اس کے چہرے پر گھرے تفکر کے آثار تھے۔ دفعتاً اس نے میز پر رکھی بوئی گھنٹی بجائی۔ اردنی اندر آیا۔

”کفیلہ شنل ریکارڈ کپر کو بھیج دو۔“ اس نے کہا۔
 اور مطلوبہ آدمی کے آنے تک خاموشی رہی۔

جیسے ہو وہ اندر داخل ہوا۔ آئی۔ جی نے کہا۔ ”بلیو سیل پیپرز کا بیک لاو۔“

وہ چلا گیا اور پھر کمرے کی فضا پر خاموشی مسلط ہو گئی۔ کچھ دیر بعد ریکارڈ کپر پھر داپس آیا۔ س کے ہاتھوں میں ایک سر بمہر چڑی تھیلا تھا جو آئی۔ جی کی میز پر رکھ دیا گیا۔ ریکارڈ کپر کو داپس بانے کا اشارہ کرتے ہوئے آئی۔ جی نے تھیلے کی سیل توڑنی شروع کی اور کچھ دیر بعد اس میں سے چند کاغذات نکالے اور ان کا جائزہ لیتا رہا۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ اس کے چہرے پر حرمت کے انداز ہیں۔

تقریباً یہیں منٹ تک اس نے وہ کاغذات دیکھے اور پھر انہیں دوبارہ تھیلے میں رکھتا ہوا کاپنیت ہوئی آواز میں بولا۔ ”وہ ہماری عزت ہے.... بخدا گھنے کی ناک ہے.... یہ بات میری ہی ذات میں محدود رہے گی۔“

”تو آپ انہیں لیڈی پر کاش والے واقعے کا ذمہ دار نہیں سمجھتے۔“

”قطیٰ نہیں.... اگر اس نے کچھ کیا بھی ہو گا تو مصلحتاً....!“

”وہ تار جام میں ہیں۔“

”ٹھیک ہے.... اب میں مطمئن ہوں....“ آئی۔ جی نے طویل سانس لی۔

”میں نہیں جانتا کہ وہ ان اشارہ بازوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔“

”مجھے یقین ہے کہ عتفتیب تمہیں بھی معلوم ہو جائے گا۔“ آئی۔ جی مسکرا یا اور بولا۔ ”اب تم جا سکتے ہو۔“

حمد نے اٹھ کر سلیوٹ کیا اور باہر آگیا۔

وہ سوچ رہا تھا آخر لیڈی پر کاش کو کون لے گیا۔ کیا مجرم چوہاں کو اس کا علم ہو چکا تھا کہ وہ انہیں سب کچھ بتا چکی ہے۔

”مجھے علم نہیں ہے.... جناب کہ وہ کہاں نہیں۔ میں اس سلسلے میں پہلے ہی اپنا تحریری بیان دے چکا ہوں۔“

”تم نے لیڈی پر کاش کی رپورٹ دیکھی تھی۔“

”جی ہاں.... جناب....!“

”لیڈی پر کاش سے متعلق کوئی مزید اخلاقی؟“

”میں نے اس کی طرف دھیان ہی نہیں دیا۔ جرأت ہی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ خود ڈی۔ آئی۔ جی صاحب اس کے معاملے کو دیکھ رہے ہیں۔“

”وہ بچھلی رات سے غائب ہے۔ اس کا پالتو جمپیزی ہٹ میں مردہ پایا گیا ہے کسی نے اسے گولی مار دی تھی۔ ہٹ میں پائے جانے والے آثار ظاہر کرتے ہیں کہ وہ زبرد سی کہیں لے جائی گئی ہو گی۔“

”حمید نے خاموختہ چہرے پر سراسیگی کے آثار پیدا کرنے۔“

”لیکن میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس میں فریدی کا ہاتھ ہو گا....؟“ آئی۔ جی نے حمید کے چہرے پر نظر ہٹائے ہوئے کہا۔

”لیکن....!“ حمید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

”ہاں.... ہاں۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔“

”میں نے لیڈی پر کاش کی رپورٹ دیکھی تھی.... اور اب سوچ رہا ہوں کہ اس کے بیان کی روشنی میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جاسکے گا کہ یہ کرٹل کی انتقامی کارروائی تھی۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ کسی اور نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔“

”یہ طور پر میرا بھی بھی خیال ہے۔“

”سب پھر کرٹل کے لئے کوئی پریشانی کی بات نہیں۔“

”زورہ حضرت کس چکر میں ہیں۔“

”کچھ دن پہلے جس چکر میں تھے وہ میری سمجھ میں بھی نہیں آیا....!“

”کیسا چکر....!“

حمد نے اسے اشاروں اور فریدی کی فوٹوگرافی کے متعلق بتایا۔ پھر یہ بھی بتایا کہ کس طرح اس سے کیسرہ چھین لیا گیا تھا۔ لیکن اس لاش کا تذکرہ نہیں کیا جو سرمنہا کی کوئی کے سامنے ڈالی گئی تھی۔ کیسرے کی واپسی کا ذکر آیا۔ پھر اس کے دھماکے کے ساتھ پھٹنے کی کہانی بھی دہرائی گئی۔ اور جب ان دولاشوں کا تذکرہ آیا جن کے ذریعہ خط اور کیسرہ داپس آیا تھا تو آئی۔ جی مختار بانہ انداز میں کھڑا ہو گیا....

”اس کے بعد بھی تم اس سے ملی تھیں۔“
 ”اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اپنی صورت میں جبکہ اس کے خلاف رپورٹ درج کر اچکی تھی۔“
 ”تو پھر وہ تمہیں زبردستی لے گیا ہو گا....؟“
 ”یہ غلط ہے۔ بکواس ہے.... اس دن سے پھر وہ مجھے نہیں دکھائی دیا۔“
 ”وہ تمہیں تمہارے ہٹ سے اسی طرح زبردستی لے گیا ہو گا جیسے میں لایا ہوں۔“
 ”کھلی ہوئی بکواس ہے۔“

”ویکھو.... وہ فرمی ہے....!“ نقاب پوش نے سمجھانے کے سے انداز میں کہا۔
 ”اگر اس نے تم سے لگادٹ کی باتیں کی ہیں تو یہی سمجھو کو وہ قتنی ضرورت کے تحت محض کام
 ہانا چاہتا ہے۔“

”وہ میرے شوہر کے دوست کا بیٹا ہے۔ لہذا اس کے لئے ایسے لغو والفاظ نہیں سن سکتی۔“
 ”اوہ.... اسی لئے بھاگا تھا۔“ سیاہ پوش نے قہقہہ لگایا۔
 ”تم ہو کون؟ کیا یہ مجرم چہاں کا دوسرا روپ ہے۔ تم سامنے کیوں نہیں آتے۔ مغل دکھاؤ
 اپنی.... یہ تو میں محسوس کر رہی ہوں کہ آواز بدل کر بول رہے ہو۔“
 ”مجرم چہاں گدھا ہے۔ اس کی حماقتوں کی بناء پر یہ سب کچھ ہوا ہے۔“
 ”اوہ.... تو تم اس کے بھی باس ہو۔“

”ہاں....!“
 لیڈی پرکاش دھنعتاز رہ پڑی۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ ”میں نے تنظیم سے غداری نہیں کی۔
 مجرم چہاں کی ہدایت پر فریدی کو ختم کر دینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ پہلے ہی سے ہوشیار تھا۔
 ”میں جانتا ہوں؟“
 ”پھر میں کس خطاب پر یہاں لائی گئی ہوں۔“
 ”تم اس کے بعد بھی فریدی سے ملی تھیں اور اسے اسپر گگ نائٹ کلب کے متعلق بتایا تھا۔“
 ”اگر تم یقین نہیں کر سکتے تو تمہارے ہٹ سے نکلتے دیکھا تھا۔ وہ کیوں آیا تھا۔“
 ”میں نے ایک رات کیپن جیکے کو بھی تمہارے ہٹ سے نکلتے دیکھا تھا۔ وہ کیوں آیا تھا۔“
 ”اوہ.... وہ....!“ دھنعتاز لیڈی پرکاش ہنس پڑی۔ ”فریدی کے ساتھ وہ بھی اس وقت گاڑی
 میں موجود تھا.... لیکن میں نے اپنی رپورٹ میں اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا.... اسی کا شکریہ ادا
 کرنے آیا تھا۔“

”تو کیا تم سمجھتی ہو کہ وہ حق مجھ شکریہ ادا کرنے آیا تھا۔“

پچھے دیر بعد وہ اس نئی خبر کے ساتھ تیزی سے تاریخام کی طرف اڑا جا رہا تھا۔



لیڈی پرکاش کی گہری نیند صحیح تک جاری رہی۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے خود
 کو ایک ایسے کمرے میں پایا تھا جس میں بظاہر کوئی دروازہ نہیں تھا لیکن نیپر پچھر کہہ رہا تھا کہ وہ جگہ
 ایسے کنٹلری شیٹ ہے۔ صرف ایک روشن دن ان تھا۔ اگرہا سٹ فین گردش کر رہا تھا۔
 وہ ایک آرام دہ اسپر گگ والے بستر پر پڑی تھی.... بوکھلا کر اٹھ پیٹھی۔ آنکھیں چھاڑ پھاڑ کر
 چاروں طرف دیکھتی رہی۔ پھر پچھلی رات کے واقعات یاد آئے.... اور وہ کانپ کر رہا گئی۔
 پچھری کی موت....؟ اس کا دل ڈوبنے لگا۔ اس نے اس وقت سے پالا تھا جب وہ صرف چھ
 دن کا تھا۔ نیروں کے دوران قیام میں سر پرکاش کے ایک شکاری دوست نے تھنچا پیش کیا تھا۔
 اس کا دل بھر آیا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

پھر دھنعتاز ایک ہلکی سی آواز نے اسے چونکا دیا۔ کمرے کی ایک دیوار میں دریچہ سانظر آیا۔ وہ
 اٹھ کر اس کی طرف جھپٹی تھی کہ پچھلی رات والا سیاہ پوش اسی دریچے سے گزر کر کمرے میں
 داخل ہوا۔

”اتنی بے صبری؟“ اس نے زہریلے لمحے میں کہا۔
 ”مجھے جانے دو.... ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔“ لیڈی پرکاش تیز لمحے میں بولی۔

”کچھ ایسا برا بھی نہ ہو گا....!“
 ”تم کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟“
 ”بس تھوڑی سی معلومات۔“
 ”میں نہیں سمجھی ایکسی معلومات....!“
 ”تم اس درمیان فریدی سے ملی ہو؟“
 ”کیوں؟ تم سے مطلب....؟“
 ”میری بات کا جواب دو....!“ وہ غریباً
 ”ہاں.... اس نے زبردستی مجھے اپنی گاڑی میں ڈال کر لے جانا چاہتا تھا۔ میں نے شور مچا دیا
 تھا.... لوگ دوڑ پڑے تھے.... اور اسے ناکام وہاں سے بھاگنا پڑا تھا۔ پھر میں نے اس کے خلاف
 رپورٹ درج کر دی تھی۔“
 ”میں اس کے بعد والی ملاقات کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔“
 ”کیا مطلب....؟“

ہرگز نہیں....!

وہ تمہارے ہٹ میں داخل ہو سکتا ہے۔ لیکن فریدی کے لئے یہ کام ناممکن ہے کیوں؟“
”میں کب کہتی ہوں کہ ناممکن ہے۔ لیکن وہ مجھ سے پھر نہیں ملا۔ مجھے خود بھی حرمت ہے۔“
”ناقابل یقین ہے۔ لیڈی پرکاش...!“ سیاہ پوش غریباً۔ ”ایک ایسے آدمی سے دشمنی مول
لے کر تم تمہارا ہٹ میں رہتی ہو... آخر اس طیبیناں کی کوئی وجہ تو ہوگی۔“

”کیا وہ بدجنت میری حفاظت نہ کر سکیں گے جن کے لئے میں نے اتنا بڑا خطvre مول یا
خدا۔ مجھے یقین ہے کہ تعقیم کے بعض افراد میرے ہٹ کی گمراہی کرتے ہوں گے۔“

”میا تمہیں کسی نے اس کے متعلق یقین دلایا تھا۔“
”میجر چہان نے؟“ لیڈی پرکاش بولی۔ ”اس نے کہا تھا کہ میں بے خوف و خطر وہاں مقیم
رہوں کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دکھ سکے گا۔“

سیاہ پوش تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا ہا پھر بولا۔ ”مناسب ہے کہ اب تم یہاں قیام کرو۔“
”میری حفاظت میں۔“

لیڈی پرکاش نے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ اس سے پہلے جاپکا تھا اور دیوار برابر ہو گئی تھی۔



قاسم بہت دیر سے حید کا تعاقب کر رہا تھا۔ لیکن حید سمجھ کر نہیں۔ حید سمجھتا تو شاید قتل
کر دیتا۔

حید اسی میک اپ میں تھا جس میں سارہ عشت کو درگلا کر قاسم سے در لے گیا تھا۔ شاید
اسی دن کے بعد سے وہ قاسم سے نہیں ملی تھی۔ آج قاسم کو ایگل ٹھی میں وہ نظر آگیا تھا اور اس نے
اس کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ حید واقعہ تھا اس تعاقب سے۔ لیکن اس سے دیدہ دانتہ لا پرواں
برت رہا تھا۔ ظاہر کر رہا تھا جیسے اس سے قلعی لاعلم ہو۔

سارہ نے وعدہ کیا تھا کہ نوبے ٹھی ہوٹ میں ملے گی۔ لہذا حید اور ادھر وقت گزارتا پھر رہا
تھا۔ ابھی آٹھ ہی بجے تھے۔

ساحل پر وہ اوپن ایسٹر ہوٹ میں جا بیٹھا تھا۔ قاسم کے لئے شاید اب خاموشی ناقابل برداشت
ہو چکی تھی لہذا وہ بھی ”سلاما لیکم“ کاڈنٹار سید کرتا ہوا اسی میز پر جم گیا۔

”فرمائیے...!“ حید نے حرمت سے کہا۔ ”میں نے آپ کو نہیں پہچانتا۔“
”میں نے آپ کو نہیں پہچانتا...!“ قاسم نے کسی جملے تن بوزھی عورت کی طرح ہاتھ پنجا
کر کہا۔ ”پنی خالہ کو تو پہچانتے ہوتا۔“

”آپ کیا بک رہے ہیں۔“

”بیاؤ... سارہ کہاں ہے۔“ قاسم آنکھیں نکال کر غریباً۔

”آپ پوش میں ہیں یا نہیں۔“

”نہیں آج بھی بھنگ پئے ہوئے ہوں اور تمہیں کری سستی اٹھا کر پھینک دوں گا۔“

”اوہ...!“ حید مکر لیا۔ ”آپ وہ ہیں...!“

”ہاں وہی ہوں... بتاؤ۔“

”دیکھو برخوردار...“ حید آگے جھک کر آہستہ سے بولا۔ ”میں بھکرہ آکاری کا
ہرنہذٹ ہوں۔“

”ہوا کرو... میں تو پو لمیں والوں کو کچھ بھی نہیں سمجھتا۔“

”ہو سکتا ہے۔“ حید سر ہلا کر بولا۔ ”بڑے آدمی ہو... میں جانتا ہوں۔ لیکن سنو۔ میں
نہارے والد صاحب کو بھی بند کر اسکتا ہوں۔“

”وہ قیسے...!“ قاسم آنکھیں نچا کر غریباً۔

”ڈیڑھ سیر چس چپکے سے کوئی میں رکھوا کر چھاپے مار دیا... اور ادھر نے گئے... بعد میں
ہا کرے ضات اور مقدمہ... اخبار میں تو چھپتی جائے گا کہ سیٹھ عاصم چس سے بھی شوق
زیارتے ہیں۔“

”اے تم کیسی اول جلوں باتمیں کر رہے ہو۔“

”اور تمہیں تو چکلی بجاتے بند کر اسکتا ہوں...“ چلتے پھرتے تمہاری جیب میں تو لہ پھر چس
رکھوادی... اور وہیں دھر لیا... دوسرے دن چلا آرہا ہے اخبارات میں کہ سیٹھ عاصم صاحب
کے صاحبزادے بھی چسی ہیں۔“

قاسم چند لمحے کچھ سوچتا ہا۔ پھر کیک اس کے چہرے پر ہوانیاں لانے لگیں۔

”کیوں...?“ حید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”قئ قچھ نہیں... میں بہت بد نصیب آدمی ہوں... جو بھی آتی ہے چل جاتی ہے۔“ قاسم
اپنی آواز میں بولا۔ ”پھر پٹک کر نہیں آتی... اچھا تم تو آب قاری کے آفیسر ہو۔ مجھے بتاؤ کہ
مل کتنی افیم کھالینے پر مر جاؤں گا۔“

حید کو نہیں آرہی تھی۔ بڑی دشواریوں سے خود پر قابو پاس کھا۔ اس نے نیچے سے اوپر تک
کام کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ ”کم از کم... ڈیڑھ نیز... اس سے کم سے نہیں مر دے گے۔“

”نہیں ٹھیک سے حساب لگا کر بتاؤ۔“ قاسم رو میں بولا۔

"تم کیوں مرتا چاہتے ہو۔" حمید نے ہمدردانہ لبجھ میں پوچھا۔ اور قاسم پھوٹ پڑا شلوار سے لے کر اپ تک کے سارے واقعات بتائے۔ بس ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے اب روایا اور تب روایہ "مجھے تم سے ہمدردی ہے؟" حمید نے کہا۔ "میں تمہارے لئے کسی دوسرا محبوب کا انعام کروں گا۔ یہ عورت تو مجھے پسند آگئی ہے۔"

"کھیر... کھیر...!" قاسم سر ہلا کر بولا۔ "مگر اسی ہی ہونی چاہئے... دھالڑ... مطلب یہ کہ... ہاں...!"

"میں نہیں سمجھتا؟"

"اسے وہ یعنی کہ خوب مل گزی...!"

"ذخیر کر کے کتاب لگاؤ گے کیا؟"

"اسے جاؤ چکد ہو بالکل... اتنا بھی نہیں سمجھے۔"

"کیا نہیں سمجھے؟"

"جب قیسے سمجھاں... یعنی کہ ہی ہی ہی ہی...!" قاسم نے شرمیلے انداز میں دات کھل دیئے۔

"اچھا... اچھا... اٹھو... میں تمہارے لئے کچھ کر ہی دوں۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔

"چلو... چلو...!" قاسم نے بے حد خوش ہو کر میز پر رہا تھا مارتے ہوئے کہا۔

وہ وہاں سے اٹھ کر ساحل کے قریب آئے۔ بھیرے لوگ ٹھیل رہے تھے ان مٹا عورتیں بھی تھیں۔ اور چست لباس والی لڑکیاں بھی۔

"انہیں تو بس پیچے سے دیکھو...!" قاسم بڑا بڑا۔

حمدیاں کی طرف دھیان دیئے بغیر آگے بڑھتا ہا۔ دراصل وہ کسی ویران گوشے میں نہیں کر قاسم کی خر لینا چاہتا تھا۔ قاسم بھی اس کے ساتھ چلتا رہا۔ ایک جگہ وہ رکے۔ یہاں اندر جم تھا۔ ساحل کے بری قسمتے بہت پیچے رہ گئے تھے دفتار حمید کو ایسا لگا جیسے کوئی چیز گردن کے گر پٹ گئی ہو۔ رہا تھا ابھی تک بھی نہیں پہنچے تھے کہ جملہ کا سالگا اور وہ سنجھنے کی کوشش۔ باد موجود بھی نیچے چلا آیا۔ گردن میں پڑا ہوا پھنڈا لٹک ہوتا جا رہا تھا اور جواب دیتی ہوئی قوت سام قاسم کی گھومنگوں سیست بترنگ مصلح ہوتی جا رہی تھی۔ پھر اندر ہیرا۔ اندر ہیرا۔

جہنم کے قریب

پھر دوبارہ آگہ اندر ہیرے ہی میں کھلی تھی اور حمید نے گرد پیش کی زمین ٹوٹنے کے!

اندازہ لگایا تھا کہ وہ ساحل پر نہیں ہے... مزید اطمینان کے لئے اس نے زمین پر رہا تھا مارا تھا اور پہنچ فرش کی سی گونج فضا میں محسوس ہوئی تھی۔

وہ ٹوٹا ہوا دیوار تک پہنچا۔ اور پھر دیوار تھی کے سہارے آگے بڑھتا رہا۔ دیوار کے جوڑ بیک پہنچا اور دوسری دیوار شروع ہو گئی... انداز کہہ رہا تھا کہ وہ کسی کمرے میں ہے... ورنہ فرش پر رہا تھا مارنے سے گونج نہ سنائی دیتی۔ وہ بڑھتا رہا۔ پھر پنڈلیاں کسی سخت چیز سے کٹ رہیں۔ بے اختیار جھکا اور رہا تھا شاید کسی مسکری کی پٹی پر ٹک گیا۔

پھر ٹوٹتے ہوئے کچھ اور آگے بڑھے۔ بال۔ اور... نرم بالوں کا ڈھیر اور پھر دفعتاً اس کے رہا تھا جھٹک دیئے گئے۔

"کون ہے...!" یہ ایک خوفزدہ سی نسوانی آواز تھی۔

حمدی نے ہندنی سائنس لی اور پھر انی ہوئی آواز میں بولا۔ "ایک شریف آدمی۔" دوسرے ہی لمحے میں ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی اس مسکری پر سے اٹھا ہو۔ اچانک کمرے میں دھنڈی رہ دشی پھیل گئی جو کارنس کے جوڑ سے پھوٹ رہی تھی۔

"اوہ... ہو...!" دفعتاً حمید کے منہ سے نکلا اور پھر اس نے سختی سے ہونٹ بھیج لئے۔ یہ عورت لیڈی پر کاش تھی اور اس دھنڈی کی رہ دشی میں پہلے سے زیادہ حسین لگ رہی تھی۔

"تم کون ہو...؟" اس نے گوئی خیلی آواز میں پوچھا۔

"مم... میں...!" دفعتاً حمید کو خیال آگیا کہ وہ میک اپ میں تھا۔ شاید اب بھی ہے... اسی لئے وہ پہچان نہیں سکی۔

"میں...!" اس نے بڑے ادب سے کہا۔ یہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوا تھا کہ آپ ناشتہ میں کیا کھائیں گی۔

لیڈی پر کاش نے سکھے کے نیچے سے گھری نکال کر دیکھی اور اسے غصیل نظر وہ سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ ڈیڑھ بیجے رات کو ناشتے کی بات کر رہے ہو... جاؤ تکوئی یہاں سے ورنہ...!"

لیکن حمید نے چاروں طرف نظر دوڑا کر مایوسی سے کہا۔ "کیسے جاؤ... دروازہ تو نظر ہی نہیں آتا۔"

وہ چند لمحے اسے غصیل نظر وہ سے دیکھتے رہنے کے بعد بولی۔ "کیا چاہتے ہو... جلدی کوئی بخچے ہونا ہے۔"

"خا ہونے کی ضرورت نہیں محترمہ...!" حمید نے حاجت سے کہا۔ "میں یہاں خود سے

نہیں آیا۔ ایک بیج میں ٹھل رہا تھا دفتار کی نے گلے میں رسی کا پھندہ ذال کر کھینچا۔۔۔ اتنا یاد ہے کہ میں گر پڑا تھا۔۔۔ یہاں کس طرح پہنچا اس کا ہوش نہیں۔۔۔ ”اوہ....!“ یک بیک وہ بھی نرم پڑ گئی۔ اس کے قریب آئی اور آہستہ سے پوچھا۔ ”کیا تم بھی اسی تنظیم سے متعلق ہو۔۔۔“ میں کسی بھی بھی تنظیم سے متعلق نہیں مختصر مدد۔۔۔ آرٹسٹ ہوں۔۔۔ بھی بھی بہلانے کے لئے کبھی پیش پانے کے لئے تصاویر بیانا تھا ہوں۔ لیکن ایک بات ضرور پوچھوں گا۔ ””کیا یاد نہیں کوئی ایسی بھی تنظیم ہے جن کے ارکان کو پھندہ ذال کر کھینچنا جاتا ہو۔۔۔“ ”کچھ نہیں میں نے یو نہیں پوچھا تھا۔“

”اب آپ بتائیے کہ میں کہاں ہوں اور آپ کون ہیں...!“ ”میں ایک خوبصورت عورت ہوں اور خود بھی نہیں جانتی کہ کہاں ہوں۔“ لیڈی پرکاش مسکرائی۔ چد لمحے عجیب نظرؤں سے حید کی آنکھوں میں دیکھتی رہی پھر انگڑائی لے کر بولی۔

”نہیں آرہی ہے...!“ ”دکش انداز میں چلتی ہوئی مسہری تک گئی اور دامنی کہنی شروع ہو۔ مسہری کی طرف مرتگی تھی۔ دکش انداز میں چلتی ہوئی مسہری تک گئی اور دامنی کہنی شروع پر یک کر نہیں دراز ہو گئی۔ داہنکاں بھیلی پر نکا ہوا تھا۔ اور وہ آدھ کھلی آنکھوں سے حید کی جانب دیکھے جا رہی تھی۔

حید نے سوچا یہ تو قطعی نامناسب بات ہو گی۔ لہذا اس نے اپنے جیب سے اپنی فونٹ بک نکالی اور اس پر لکھتے لگا۔ ”میں کیپشن حید ہوں۔ خود بھی اسی جاں میں آپھسا ہوں۔ تمہارے غائب ہو جانے کے بعد سے فریدی صاحب کی تلاش کی ہمیں اور تیز ہو گئی ہے...۔ اب یہاں ہماری مطلب کی گفتگو بذریعہ تحریر ہی ہو گئی مجھے شبہ ہے کہ ویواروں میں مائیک پوشیدہ ہیں۔“ اس نے آگے بڑھ کر ڈاٹری اس کی طرف بڑھا دی۔ وہ پڑھتی رہی۔ پھر انہم بیٹھی چہرے پر مبرت کے آثار تھے۔

حید سے قلم لے کر اس نے دوسرے صفحے پر لکھا شروع کیا۔ ”یہ ایک نقاب پوش ہے جو مجھے زبردستی یہاں اٹھالا یا ہے...۔ لیکن میرا یہ دعویٰ ہے کہ یہ مجرم جوہاں نہیں ہے۔ خود کو اس کا باس کہتا ہے۔ کہتا ہے کہ مجرم جوہاں میرے ہی لئے کام کرتا ہے۔“

دوسری بار حید نے لکھ کر پوچھا کہ وہ آخر سے لایا ہی کیوں ہے۔ جواب تھی لیڈی پرکاش نے لکھا۔ ”وہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ فریدی کے خلاف رپورٹ درج کراوینے کے بعد میں اس سے مل تھی یا نہیں۔ میں نے بھی تک اعتراف نہیں کیا۔ ویسے ڈر ہے کہ

کہیں تند پر نہ آر آئے۔“ حید نے اسے اطمینان دلانے کی کوشش کی کہ اس کی موجودگی میں ایسا نہیں ہو سکے گا۔ ویسے خود اپنے متعلق سوچ رہا تھا کہ دیکھتے کیا حشر ہوتا ہے۔ اس نے آرٹسٹ سمجھ کر تو پکڑاں ہو گا۔



روزا ہوٹل ڈی فرانس میں مقام تھی۔۔۔ اور بس اپنے کمرے ہی تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ کھانا کمرے ہی میں کھاتی تھی۔ ڈائیننگ ہال میں کسی وقت بھی نہیں دیکھی گئی۔ اس وقت اس نے فون کے ذریعے چائے طلب کی تھی اور آرام کر سی میں نہیں دراز ویژہ مفترض تھی۔۔۔ رات کے گلے ارہن رہے تھے۔ ابھی تک نہیں آئی تھی۔ ذہنی تھکن سے ٹھالا ہو کر سوچا تھا شاید چائے ہی کچھ سکون مہما کر سکے۔

وفتنادر واڑے پر دستک ہوئی اور اس نے حکی تھکی سی آواز میں کہا۔ ”آجاو۔“ لیکن دروازہ کھلتے ہی اچھل پڑی۔

آنے والا دراز قد اور بھاری بھر کم آدمی تھا۔ اور کوٹ کا کالر کان کی لوؤں کے اوپر تک اٹھا ہوا تھا۔۔۔ اور فلٹ ہیٹ کا گوشہ پیشانی پر اس طرح جھکا ہوا تھا کہ چہرہ صاف نہیں دکھائی دیتا تھا۔ روزا لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے پیچھے ہٹی۔ لیکن وہ اس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ آنے والے نے مڑ کر درواڑہ بند کر لیا اور جب روزا کی طرف مڑا تو اسے ایسا محسوس ہوا جیسے دوبارہ زندگی ملی ہو۔

یہ کرنل فریدی تھا۔ اب فلٹ ہیٹ اس کے ہاتھ میں تھی اور کوٹ کا کالر نیچے گرا لیا جا پڑا تھا۔ ”آپ...!“ روزا کے لہجے میں حیرت تھی۔

”مجھے افسوس ہے کہ اتنی رات گئے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں؟“

”اوہ... نہیں ٹھیک ہے۔ تغیریف رکھئے۔“ روزا جلدی سے بوی۔

”آپ کی طبیعت کیسی ہے؟“ اس نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

”ٹھیک ہوں.... لیکن.... لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں۔“

”ہمیں اپنی آنکھیں کھلی رکھنی پڑتی ہیں... ویسے کوئی خاص بات نہیں۔“

اتھے میں شاید ویژہ نے دستک دی۔۔۔ روزا نے درواڑے کے قریب جا کر کہا کہ وہ ایک کپ اور لائے۔

”تکلف نہ کیجئے... مجھے خواہش نہیں ہے۔“ فریدی نے کہا۔

روزا کچھ نہ بوی۔ یک بیک وہ پھر نہ روس نظر آئے گئی تھی۔ اس نے اسے ایسی ہی نظرؤں سے

ویکجا ہے معلوم کرتا چاہتی ہو کہ وہ کیوں آیا ہے؟
”آپ گرفتے اس طرح کیوں چل آئیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”حالانکہ یہ آپ کا بھی معاملہ ہے لیکن حالات ایسے ہیں کہ پوچھنا ہی پڑتا ہے کہ...!“

”بس یو نبی... زندگی کی یکسانیت سے اتنا کر...؟“ اس نے کہا اور انقا فریدی سے نظر مل گئی۔ ایسے لگا ہے ایکٹر شاک لگا ہو۔ پورا جسم مل کر رہا گیا... اور کوشش کے باوجود بھی اپنی نظریں اس کے پھرے سے نہ ہٹا سکی۔ ایسا لگتا تھا ہے مسحور ہو کر رہ گئی ہو۔

”آپ کب اور کس طرح ان لوگوں میں شامل ہوئی تھیں۔“ فریدی نے ایسی آواز میں پوچھا جو تیز قسم کی سرگوشی سے مختلف نہیں تھی۔

”چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔“ وہ غیر ارادی طور پر بولی۔ ”میں ہو کر انہی تو سکتے پر ایک کافر رکھا پایا۔... جس پر وہی چار لکیریں بنی ہوئی تھیں۔ جن کے متعلق آپ لوگ اب تک پوچھتے رہے ہیں۔ دوسری صبح پھر ایسا ہی کاغذ ملا۔ اس بار لکیروں کے نیچے تحریر تھا۔“ میں تمہیں بھی قتل کر سکتا ہوں۔... اسی طرح جیسے یہ کاغذ کا لکڑا تمہارے سکے تک پہنچا ہے۔ وہی ہاتھ جو اسے یہاں تک پہنچاتے ہیں تمہارا گلا بھی گھونٹ سکتے ہیں۔ میں ذرگی لیکن نہ جانے کیوں کی سے اس کا ذکر کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ بس پھر اس کے بعد فون پر احکامات ملتے لگے اس دھمکی کے ساتھ کہ اگر میں نے فلاں کام نہ کیا تو مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ رفتہ رفتہ میں خوف کے تحت اس کی گرفت میں آتی گئی۔ لیکن مجھ سے جو کام لئے جاتے ہیں میں ان کے سر پر سے والق نہیں ہوتی۔“

”مثلاً...!“

وہ کچھ سوچنے لگی۔... پھر بولی۔ ”مثلاً فلاں سڑک پر فلاں وقت سے فلاں وقت تینک کھڑی ہے رہو۔ تمہارے بالوں میں پھول ہونا چاہئے۔“

”ہوں... اس موئی آرٹ کے یہاں آپ کو کس سلسلے میں وارنک ملی تھی؟“

”اس سلسلے میں کہ میں کیپن حمید سے نہ ملوں۔“

”اپرگ ناٹ کلب سے آپ کا کیا تعلق ہے؟“

”کچھ بھی نہیں... میں ایسی بجھوں پر نہیں جاتی۔ آج تک نہیں گئی...!“

”تو آپ کو فون پر احکامات ملتے ہیں۔“

”مجی ہاں... اور... اور...!“

”ہاں کہئے... کہئے...!“

”وہ جس کی لاٹ ہمارے چاک پر ملی تھی... میرا برا اچھا دوست تھا... اور شاید میری ہی چوہا نے قہقہہ لگایا لیکن کچھ بولا نہیں۔ ایکسٹریٹ پر دبا کچھ اور بڑھ گیا۔ خد ہو گئی کہ ایک

طرح وہ بھی اس نامعلوم آدمی کے جاں میں پھنسا ہوا تھا۔“

”بھجے علم ہے....!“ فریدی نے کہا۔ ”اور.... اور.... مجھے اپنے باپ سے شدید نفرت ہے۔“ یک بیک اس کی آواز تیز ہو گئی۔

”میں اس لئے یہاں آئی ہوں کہ دوبارہ اس کی محلہ نہ دیکھ سکوں، وہ میرے لئے ایک بے رام ابھی ہے۔ میں نے بچپن سے اب تک بھی یہ نہیں محسوس کیا کہ اس کے دل میں میرے لئے محبت تو بڑی چیز ہے رحم کا جذبہ بھی ہو.... میں اس کیفیت کو کس طرح الفاظ کا جامد پہنانا کوں جو اس کے لئے محسوس کرتی ہوں.... مجھے شبہ ہے کہ پر اسرار آدمی میرا باپ ہی ہو سکتا ہے.... جو بعض اوقات یہ نہیں چاہتا کہ میں گھر پر موجود ہوں....!“

”وہ خاموش ہو گئی.... فریدی کسی گھری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔“

”تھوڑی دری بعد اس نے پوچھا۔“ گیا آپ اپنے والد کی آواز نہیں پہچان سکتے۔“

”اصل آواز پہچان سکتی ہوں.... لیکن وہ آواز بدلنے کے ماہر ہیں۔ کسی زمانے میں انہیں اٹھ سے دلچسپی تھی۔“

”اٹھا...!“ فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ”اگر آپ اسی کمرے تک مدد و رہیں تو بہتر ہو گا۔... تادھکے آپ کو میری طرف سے کوئی پیغام نہ لے۔“



میجر چوہا نے میں تھا اور اندر حادھنڈ کاڑا نیور کر رہا تھا۔... تیز ڈرانیوگ اس کی کمزوری تھی اور نہیں کی حالت میں ایکسٹریٹ اس کا کھلونا بن کر رہا جاتا تھا۔ پھر اس وقت تو ایک یورشین بھی پہلو میں موجود تھی۔ ایک ہاتھ اسٹریٹ پر تھا اور دوسری اس کی کمرے کے گرد۔ سڑک بھی سنان نہیں تھی۔

”اوہ... کیا کر رہے ہو....!“ لڑکی خوفزدہ آواز میں بولی۔ ”آہستہ چلو۔“ شاید اسے زیادہ نظر نہیں ہوا تھا۔ دونوں کافی درست تک ایک غیر معروف ہی بار میں بیٹھے رہے تھے اور چوہا بے تھا شے پیتا رہا تھا۔ لڑکوں کی موجودگی میں عموماً خود کو بہت بڑا پیکر ثابت کرنے پر عمل جاتا تھا۔

لڑکی پھر منٹا ای اور اس نے جھلا کر کہا۔ ”میں آنکھیں بند کر کے بھی ڈرائیور کر سکتا ہوں۔“

”مجھے بھیں اتار دو.... میں نہیں جاؤں گی۔“

چوہا نے قہقہہ لگایا لیکن کچھ بولا نہیں۔ ایکسٹریٹ پر دبا کچھ اور بڑھ گیا۔ خد ہو گئی کہ ایک

جگہ اس نے چوراہے کے سکل کی بھی پرداہنے کی... اور ایک موٹر سائیکل سوار سار جنگ اس کے پیچے دوڑ پڑا۔ لڑکی نے مز کر دیکھا اور پرسرت لمحے میں بولی۔ "ٹرینک سار جنگ آہا ہے... اب تو روکو گرے" جیب میں پڑے رہتے ہیں ٹرینک سار جنگ....! "اس نے نہ اسامنہ بناؤ کر کہا اور فائر کم اور تیز ہو گئی.... لیکن اس کی مشاہی جنگ انگیز تھی.... بڑی صفائی سے ٹرینک کے اثر حرام میں راستے بارا بھاڑا... کبھی کبھی لڑکی اپنی بے ساختہ قسم کی چیزوں پر قابو نہ پاسکتی۔ ایک بار اسے ایسا لگا جیسے اب یہ کاراگلی گاڑیوں میں سے کسی سے ضرور تکرا جائے گی اور اس نے اضطراری طور پر چوہان کا وہ ہاتھ پکڑ لیا جو اسٹرینگ پر تھا.... اور پھر آنکھوں میں بھی سی کونگی.... اور ایسا محسوس ہوا جیسے سارا جنم مواد سے بھرا ہوا پھوڑا بن گیا ہو... اذیت کے شدید ترین احساس کے ساتھ ہتھی ہوش جاتے رہے... زبردست تکراوہ ہوا تھا... چوہان کی گاڑی اگلی کار کی ڈکی پر چڑھ گئی۔ دونوں بے حس و حرکت ہو گئے تھے۔ دونوں جانب کا ٹرینک رک گیا؟

"اوہ....!" میجر چوہان نے اٹھنے کی کوشش کی۔ "شہر و....!" سیاہ پوش نے جھک کر اسے سہارا دیا اور وہ اٹھ بیٹھا۔ "تم ہسپتال سے اتنی جلدی کیوں چلے آئے...!" اس نے پوچھا۔ "احساس ذمہ داری... میری دانست میں حالات ایسے نہیں کہ...!" "ٹھیک ہے... ٹھیک ہے۔" "ڈاکٹر کو بھاری رشوت دینی پڑی۔ پولیس کو بیان دے چکا ہوں۔ لڑکی مر گئی۔ کیس چلے گا۔" "پر واہ مت کرو... اسے میں دیکھوں گا؟ کیا اس وقت تم میرے ساتھ باہر چل سکو گے۔" "کیوں نہیں... میرے پیار بالکل ٹھیک ہیں۔" میجر چوہان نے کہا۔ "کیا بھی تم غیر محتاط ہو کر پیسو گے۔" "ہر گز نہیں... یہ لڑکیاں مجھے بہکاری تیں۔" "خیر چلو... میں تمہیں دکھاؤں گا کہ کام کیسے کئے جاتے ہیں۔" "کیا فریدی بھی ہاتھ آگیا...?" چوہان نے خوش ہو کر پوچھا۔ "جلدی ہی وہ بھی گرفت میں ہو گا۔ جاں پھیلا چکا ہوں۔ یونہی چلو... دل چاہے تو سلپینگ کاؤن ڈال لو۔"

چوہان تیار ہو کر اس کے ساتھ چلے لگا۔ بیاں ہاتھ اس کے شانے پر تھا۔ اندھیرے ہی میں انہوں نے زینے طے کئے اور تھوڑی دیر بعد عقیبی پارک میں تھے۔ اب ایک سیاہ گاڑی انہیں نامعلوم منزل کی طرف لئے جا رہی تھی۔ تقریباً آڑھے گھٹتے چلتے رہنے کے بعد گاڑی شہر کی ایک ہاتھی کلاس آبادی میں داخل ہوئی اور ایک عظیم الشان عمارت کے سامنے رک گئی۔ "اترو....!" سیاہ پوش نے کہا۔ "آج میں تمہیں اپنا ایک ٹھکانا دکھانے جا ریا ہوں۔" "شکریہ جتاب....!" میجر چوہان نے لجاجت سے کہا۔ "یہاں بھی دوز دو تک اندھیرا تھا... پہنچنے کیوں یہاں روشنی نہیں تھی۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کئی الیکٹریک پوس کے بلب بیک وقت فیوز ہو گئے ہوں۔" عمارت کا یہر ونی حصہ بھی تاریک تھا... میجر چوہان سیاہ پوش کے شانے پر ہاتھ رکھ کر انہوں کی طرح آگے بڑھتا رہا۔ اندر راہ داری روشن تھی۔ لیکن عمارت سنان معلوم ہوئی... وہ ایک کرنے میں آئے... کرنے میں کسی قسم کا فرنچیز نہیں تھا۔ فرش بھی نیچا ہی نظر آیا... سیاہ پوش نے سامنے

سیاہ پوش بہت احتیاط سے قدم بڑھا رہا تھا... اپرینگ ناٹ کلب کی عمارت کا عقیبی پارک تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ عمارت کے پچھے دروازے کے قریب ہٹکنگ کر رک گیا۔ چند لمحے ادھر اور ہر دیکھتا رہا پھر دروازے کو دوچار دیا اندھر گہری تاریکی تھی... لیکن اس نے تاریکی کے اور گہرے ہو جانے کی پرواز کے بغیر دروازہ بند کر کے بولٹ کر دیا اور ٹولٹا ہوا ایک جانب بڑھنے لگا۔ اب وہ جھک سے زینے طے کرتا ہوا پرداہنے کا اختتام چھت پر ہوا... لیکن آگے جانے کا راستہ نہیں تھا... چھپیوں یا ساتوں ہی زینے پر اس کا اسر چھت سے نکرانے لگا تھا۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے کسی قسم کے میکرزم کو حرکت دی۔ ہلکی سی آواز کے ساتھ چھت کا کچھ حصہ بائیں جانب سرک گیا اور گہری نیلی روشنی زینوں پر پڑنے لگی۔ بقیرہ زینے طے کر کے وہ میجر چوہان کی خواب گاہ میں داخل ہوا... وہ سبھری پر لیٹا ہوا نظر آیا۔ داہما بارزو... اور چہرہ پیسوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ سیاہ پوش نے اس کے پیار پر ہاتھ رکھ کر جبکش دی۔ "کون...؟" میجر چوہان چوتھا ہوا۔ "آہستہ میں ہوں....!"

والی دیوار پر علگے ہوئے سونچ بورڈ کی طرف ہاتھ بڑھا اور دوسرے ہی لمحے میں فرش دھنٹا ہوا معلوم ہونے لگا۔ پورا فرش جو کسی لفت کی طرح نیچے جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد دھنکے کے سامنے رک گیا۔ سامنے ایک کھلا ہوا دروازہ تھا۔ سیاہ پوش نے اس کی جانب اشارہ کیا۔ چوہان نے پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ حالانکہ یہاں روشنی تھی پھر بھی شاید وہ سہارے کے بغیر چلے میں دشواری محسوس کر رہا تھا۔

یہ ایک اوسمیحیں ہال تھا۔ یہاں تین آدمی کر سیوں سے بندھے بیٹھے تھے۔ لیکن ان کے چہرے سامنے نہیں تھے۔ ان میں سے ایک عورت معلوم ہوتی تھی۔ وہ دونوں آہستہ آہستہ چلے ہوئے ان کے سامنے آگئے۔

”ارے....“ دفعنا تمہر چوہان کے منہ سے لکلا۔

سیاہ پوش نے زہریلے لبھ میں کہنا شروع کیا۔ ”لیڈی پر کاش.... تم جانتے ہی ہو گے۔ کیپن حمید سے بھی واقف ہو گے۔ اور یہ... یہ ہیں مجھے سراغ رسانی کے انپکٹر جزل صاحب۔“

”گلریڈی.... پر کاش....!“ چوہان اپنچاہٹ کے ساتھ بولा۔

اس نے فریدی کو معلومات فراہم کی تھیں۔

”یہ جھوٹ ہے بکواس ہے....!“ لیڈی پر کاش چینی۔

”شٹ اپ....!“ سیاہ پوش غریا۔ ”ابھی میں تمہیں بڑی بھیانک سزا دوں گا۔ تم تینوں کان کھول کر سن لو۔ امیرے سوالات کے صحیح جواب نہ دیے تو بہت بڑا شر ہو گا۔“

”میں لیڈی پر کاش کے لئے مغفوم ہوں۔“ میحر چوہان کی آواز میں غم کی جھلکیاں تھیں۔ سیاہ پوش نے اس کی طرف توجہ دیے بغیر انپکٹر جزل سی آئی ڈی سے پوچھلے ”بلیو سل کاغذات کہاں رکھے ہیں۔“

انپکٹر جزل اسے خونخوار نظر دیں۔ دیکھتا رہا۔ کچھ بولا نہیں۔

”میں تمہیں صرف دس منٹ دے سکتا ہوں.... اس کے بعد.... یہ دیکھو۔“ اس نے دیوار کی طرف ہاتھ بڑھا کر ایک پیش سونچ کے بن پر انگلی رکھ دی اور سامنے کی دیوار میں ایک اٹی نما درچہ شمودار ہو گیا۔ اب سیاہ پوش نے ایک خالی کرسی اٹھا کر اٹی نما درچہ میں بھیکی جس کے فرش پر گرتے ہی ایک شعلہ سالپا کا اور دوسرے ہی لمحے میں وہ راکھ کاڈھیر تھی۔۔۔ تینوں کے چہروں پر ہوا یاں اٹنے لگیں۔

”آزری کیپن حمید....!“ اس نے زہریلے لبھ میں کہا۔ ”کیا تم آزری کریں فریدی کا پتہ نہیں بتاؤ گے۔“

”بب.... بتاؤ گا....!“ حمید ہکایا۔ ”وہ اپنے ایکر لیکچرل فارموں میں سے کسی ایک میں پناہ نہیں ہے۔“

”ہمیام بھی فارموں کے پتے بتا سکو گے۔“

”یقیناً بتا سکوں گا....“ حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور آئی۔ جی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”تم کیا کر رہے ہو۔“

”ابھی میری شادی نہیں ہوتی جتاب۔“ حمید نہ اسامنہ بنا کر بولا۔ ”لہذا جوانی ہی میں راکھ ہو جانا قطعی پسند نہ کروں گا۔“

”مکٹ سمجھ دار آدمی ہو۔ لیڈی پر کاش تم کیا کہتی ہو۔“

”میں فریدی سے نہیں ملی تھی۔“

”اچھی بات ہے۔“ وہ غرما تاہو اس کی کرسی کی طرف بڑھا اور اسے کرسی سمتی اٹھانے کے لئے جگا ہی تھا کہ میحر چوہان ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ٹھہر جائیے.... مجھ سے نہ دیکھا جائے گا۔“

”اچھا تو پہلے تم ہی جاؤ۔“ وہ سیدھا ہکڑا ہو کر بولا۔

”میں نہیں سمجھا....؟“

”کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں احمق ہوں۔ تم جیسے گھٹے کو اپنی قیام گاہ دکھاؤں گا جس کی حماقتوں کی بناء پر یہ لوگ ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔“

”میری وجہ سے کیوں....؟“ چوہان نے حیرت سے کہا۔

”تم نے عورتیں پالنی شروع کر دیں اور انہیں تصرف میں بھی لاتے رہے۔ حالانکہ وہ صرف اس نے تھیں کہ کام کے آدمیوں کو ہماری طرف لا کیں۔ میحر چوہان ان تینوں سے پہلے میں تمہیں جہنم میں جھوکوں گا۔“

”اوہ....!“ چوہان نے طویل سانس لی اور ہنس پڑا۔۔۔ بنتا رہا۔۔۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔

”تمہارے جہنم کا نمونہ دیکھ چکا ہوں.... آؤ کو شش کرو....!“ سیاہ پوش اُسے گھوڑتا ہوا آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔

”ٹھہر و....!“ دفعنا چوہان ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”میں نہیں طرح زخمی ہوں۔ کیا تم میرے صحت یاب ہونے کا انتظار نہیں کرو گے۔“

سیاہ پوش جھپٹ پڑا۔۔۔ دونوں کے جسم ٹکرائے اور پھر نہ جانے کیا ہوا کہ سیاہ پوش کنی فٹ اونچا چھپل کر منہ کے مل فرش پر آ رہا۔

کمرے میں ایک زہریلا ساقہ تھا کہ گونج رہا تھا۔۔۔ لیکن یہ آواز....؟ حمید کریں سمیت اچھل

عرفت میں آگئی۔
”بریو.... او....!“ اس بار لیڈی پر کاش چھی.... پیٹر منہ کے بل فرش پر گرا تھا اور اس کی دونوں ناٹکیں اب فریدی کی گرفت میں تھیں.... اس نے پلانا چاہا لیکن فریدی کی ٹھوکر سر پر پڑی اور وہ ایک کریہ سی آواز کے ساتھ پھر ڈھیر ہو گیا۔
اس بار اس کا جسم بے حس و حرکت ہو گیا تھا.... فریدی نے ناٹکیں چھوڑ دیں اور آئی۔ جی کی کری کی طرف بڑھا۔

”اے دیکھو....!“ آئی۔ جی نے بیہوش مجرم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
”ایسی جگہ ٹھوکر لگی ہے کہ ایک گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گا۔“ فریدی نے کہا اور رسی کے بل کھولنے لگا۔ آئی۔ جی کے چہرے پر عجیب آثار تھے.... اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”میں جانتا تھا کہ تم جاگ رہے ہو۔“
فریدی کے استفسار پر اس نے بتایا کہ وہ کس طرح یہاں پہنچا تھا۔ ”آفیز رکلب میں کافی پی رہا تھا کہ دفعنا آنکھیں نہ سے بو جھل ہونے لگی تھیں اور جب دوسرا بار ہوش آیا تھا تو خود کو اس تھہ خانے میں پایا تھا۔“
”مجھے اس کی خوشی ہے کہ آپ یہاں موجود تھے۔“ فریدی نے کہا۔ ”ورنہ میں کسی کو بھی یقین نہ دلا سکتا کہ ان حرکات کی پشت پر ہمارا ذمی۔ آئی۔ جی تھا۔“
”میں سورج بھی نہ سکتا۔“ آئی۔ جی نے خنک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔ ”مکہ یہ بلیو سیل کاغذات کی فکر میں ہو گا۔“

فریدی کچھ نہ بولا۔ لیڈی پر کاش اور حید کو بھی رسی سے نجات دلانے کے بعد چند لمحے چاروں طرف دیکھتا ہا پھر بولا۔ ”میں بہت دنوں سے ان لوگوں کی فکر میں تھا.... چو نکہ بلیو سیل پیپر ز کے ذریعے ان کا طریق کار میرے علم میں آچکا تھا.... اس لئے ان کے اشارہ باز ایجنتوں نے بہت جلد مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔“

”تو کیا یہ صرف بلیو پیپر ز حاصل کرنے کے لئے اتنا کچھ کر گزر اتھا۔“ آئی۔ جی نے پوچھا۔
”نہیں جتاب.... جاسوئی کا ایک لامتناہی سلسلہ پھیلا ہوا تھا.... اور یہ جوزف پیٹر ہی اس تنظیم کا سر غنہ ثابت ہوا ہے۔ یہ پراسرار سیاہ پوش....!“ فریدی بیہوش مجرم کی طرف ہاتھ اٹھا کر خاموش ہو گیا۔ وہ کبھی خاموش تھے۔ لیڈی پر کاش بھی فریدی کی طرف دیکھتی تھی اور کبھی بیہوش سیاہ پوش کی طرف۔

پڑا۔ یہ آواز فریدی کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔
”بریو.... او....!“ اس نے حلق پھاڑ کر نظرے لگایا۔
چوبان کے چہرے پر بندھی ہوئی پیاس پھسل کر ٹھیک آریں.... فریدی سیاہ پوش کو حقدار سے دیکھ رہا تھا۔ ”اوہ تم....!“ آئی۔ جی کے حلق سے سرت آمیز چیخ نکلی.... تھیک اسی وقت لیڈی پر کاش نے قبچہ لگایا۔

لیکن ان میں سے کوئی بھی بندیکھے سکا کہ سیاہ پوش نے ریو الور نکال لیا ہے۔ ہلکی سی آواز سنائی دی مگر فریدی اسی طرح کھڑا رہا۔ سیاہ پوش نے بوکھلا کر دیوار کی طرف دیکھا اور پھر ٹریگر دبایا چل گیا۔ فریدی مسکرا رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”فضول ہے دوست.... یہ تو اسی وقت خال ہو چکا تھا جب میں تمہارے شانے پر ہاتھ رکھے چوبان کی خواب گاہ سے نیچے اتر رہا تھا.... سیاہ پوش نے لیٹئے ہی لیٹئے کسی ہلکی اور مختصر جسامت رکھنے والے سانپ کی طرح جست لگائی اور فریدی کی پنڈلیاں پکڑ کر جھٹکا دیا.... شاید وہ اس غیر متوقع جملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ لڑکھر لیا اور اسی پر آرہا.... اب دونوں فرش پر ایک دوسرے سے گھٹھے ہوئے تھے۔ سیاہ پوش بھی کمزور نہیں معلوم ہوتا تھا.... اس پر تو جیسے دیوالی گی کا دروازہ پر گیا ہو۔ فریدی کو بُری طرح نوچ کھوٹ رہا تھا۔ فریدی کو شش کر رہا تھا ایک ہاتھ سے اس کے دونوں ہاتھوں کو قابو میں رکھے اور دوسرے سے نقاب اتار پھیکلے۔

”فریدی.... میں بے بس ہوں۔“ دفتار کرسی سے بندھے ہوئے آئی۔ جی نے بھرا کی ہوئی آواز میں کہا۔
”اے پلکرنہ سمجھئے....“ فریدی بولا.... اور سیاہ پوش کو حید کی کرسی کی طرف لیتا چلا آیا۔ ... تھید کے پیڑ بہر حال آزاد تھے۔ جیسے ہی فریدی نے سیاہ پوش کا بیاں ہاتھ سے کھینچ کر پھیلانے ہوئے فرش پر کھاچاںک اس نے دوسرے ہاتھ سے اس کی نقاب نوچ پھیکلی۔ ”پیڑ....!“ آئی۔ جی تھیرانہ آواز میں چھپا۔ ”ڈی۔ آئی۔ جی جوزف پیٹر....!“
یہ فریدی کے ہجھے کا یہودی ڈی۔ آئی۔ جی مسٹر پیٹر تھا۔

”مارڈا لوں گا.... تم سکھوں کو مارڈا لوں گا۔“ دفتار ڈی۔ آئی۔ جی پیٹر اس طرح اچھا جیسے ابھی سک سوتا رہا ہو.... اس وقت اس پر فریدی کی گرفت مضبوط نہیں تھی لہذا وہ سنھلنے کی کوشش کے باوجود بھی دوسری طرف جاگرا۔ ... پیٹر نے نکاہی کے دروازے کی طرف چلا گئ۔ لگائی لیکن قبل اس کے کہ اس کے پیر دوبارہ زمین سے لگتے.... اس کی دونوں ناٹکیں فریدی کی

لین کا سیاہ نہ ہو سکی... سارہ عشت ابھی اس دھرے پر نہیں آئی تھی کہ اسے مجبوراً ان کے لئے کچھ کرنا پڑتا۔

”لیکن آپ نے چہرے پر پیال کیوں چڑھا رکھی تھیں۔“

”یہ بھی تائید غیری تھی کہ چوہاں کار کے حادثہ میں بہت زیادہ زخمی ہو گیا۔ میں نے سوچا کچھ دن اپر گنگ کلب کے رازہائے درون پر دہ کا بھی مشاہدہ کیا جائے۔ لہذا چوہاں کی جگہ حاصل کر لیتا میرے لئے مشکل نہیں تھا۔ اس طرح کے انتظامات کئے کہ چوہاں کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا اور میں بھی شیخ چوہاں پیال اس کی توقع نہیں تھی کہ وہ آدمی اتنی آسانی سے آنکھ کے گا لیکن چوہاں وہ چوہاں کی بعض حماقتوں کی بناء پر اس کا بھی خاتمه کروئیا چاہتا تھا اس لئے مجھے چوہاں سمجھ کر اپنے ساتھ لے گیا۔“

”اچھا آپ کو پہلے سے علم تھا کہ وہ پیٹر ہی ہے۔“

”ای تفتیش کے دوران میں بعض حالات نے اس کی طرف اشارہ کیا تھا۔ حمید صاحب یہ سب کچھ تھا لیکن اگر موقع پر خود آئی۔ جی صاحب بھی موجود نہ ہوتے تو دوسروں کو یہ باور کرانا مشکل ہو جاتا کہ خود پیٹر انگلزی ہی ایک ملک کے جاسوسوں کی سربراہی کر رہا تھا۔“

”اور یہ بیوی میل پیپرز...!“

”یہ کاغذات ہمارے اسی دوست ملک کے محلہ سراغِ رسانی کی طرف سے ہمیں موصول ہوئے تھے۔ جن میں ہمیں ہدایت دی گئی تھی کہ جاسوسوں کا گروہ ہمارے باہمی کاموں میں روڑے انکا ناچاہتا ہے۔ اس کی آپس کی پیغامِ رسانی کے طریقے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا گیا تھا۔ جسمانی اشاروں سے کام لیتے ہیں۔“

”اور میں سمجھتا تھا کہ آپ کی جنسیت اب تصویروں پر اتر آئی ہے۔“

”شش....!“ فریدی نے اسامنہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

”اوہاں.... لیڈی پر کاش کہہ رہی تھی کہ وہ گوریلا جس قیمت پر چاہیں آپ اس کے ہاتھ فروخت کر سکتے ہیں....!“ حمید نے ثراہت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”خبردار.... اگر اب کبھی وہ کھال استعمال کی تو اچھا نہ ہو گا.... برباد کر دو گے اسے۔“

”میں حق کہتا ہا! اس رات اگر پر کاش کا چینیزی مرعوب نہ ہو گیا ہوتا.... تو گوریلے کی کھال سیست میرے جسم کا ریشہ الگ کر دیتا۔ تو پھر فروخت کر دوں لیڈی پر کاش کے ہاتھ۔“ حمید نے باہمیں آنکھ دبائی اور شریسی مسکراہٹ کے ساتھ فریدی کی طرف دیکھتا رہا۔

❖

دوسرے دن شام سے پہلے فریدی سے ملاقات نہ ہو سکی۔ حمید کی الجھنوں میں جھلا تھا۔ پہلا تو یہی کہ آخر یہ بیوی میل پیپرز کیا بلا ہیں۔ دوسرے یہ کہ سارہ عشت پر نظر رکھنے کو کہا گیا تھا؟ تیرسرے یہ کہ مجرم خود اپنی موت کو اپنے ساتھ رکھنے میں کیوں لایا تھا۔ اسے علم نہیں تھا۔ مجرم چوہاں کسی حادثے کا شکار ہو کر صاحب فراش ہو گیا ہے۔ تیرساوں یہ تھا کہ کیا فریدی پہلے سے جانتا تھا کہ ان حرکات میں ڈی۔ آئی۔ جی پیٹر ہی کا ہاتھ ہے؟ جیسے ہی ملاقات ہوئی اس نے سوالات کی بوچاڑا شروع کر دی۔

”زور ادم لینے دو....“ فریدی ہاتھ اٹھا کر مسکرا یا۔ حمید خاموش تو ہو گیا لیکن اس کے چہرے پر اضطراب کی لہریں تھیں۔ آخر فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”یقیناً پیٹر ہی اس تنظیم کا سراغنہ تھا۔ حالانکہ ابھی تھوڑی ہی دنوں پہلے دارالحکومت میں اس کا تقریر ہوا تھا۔ لیکن اس کے گرے بہت پہلے سے یہاں کام کر رہے تھے۔ یہاں کی تنظیم کا نائب مجرم چوہاں تھا جو مختلف ذرائع سے کام کے لوگوں کو اپنے چندے میں پھانس کر حکومت کے راز معلوم کیا کرتا تھا۔ ان کام کے آدمیوں میں سے کچھ تو بلکہ میل کئے جاتے تھے اور کچھ کو دوسرے ذرائع سے خوفزدہ کر کے قابو میں کیا جاتا تھا۔ کچھ ایسے بھی تھے جنہیں کسی بات کی بھی پرواہ نہ ہونے کی بنا پر اسی قسم کے نشوں کا عادی بنیا جاتا تھا جو عام نہیں تھے۔ ان کا حصول صرف اپر گنگ نائٹ کلب ہی سے ہو سکتا تھا۔ لہذا عادی ہو جانے کے بعد وہ پوری طرح مجرم چوہاں کی گرفت میں ہوتے تھے۔ ان ایجنسیوں کو باقاعدہ طور پر ٹریننگ دی جاتی تھی اور یہ اشاروں کے ذریعہ ایک دوسرے کو پیغامات پہنچانا کرتے تھے مختلف کاموں کے لئے مختلف قسم کے لوگ تھے۔ لیڈی پر کاش کی زبانی سن ہی چکے ہو کہ وہ اہم آدمیوں کو کلب سے منسلک ہو جانے کی ترغیب دیا کرتی تھی اور وہ عیا شیوں کے لائچی میں وہاں جا چہنے تھے۔ سارہ عشت بھی ایک ایسی ہی عورت ہے۔ جس کا شوہر بڑے سامنے دنوں میں شہر کیا جاتا ہے۔ جاتے ہی ہو کہ جو ہری تو انہی کے کمیشن کا چیزیں بھی ہے اور صدر کا سامنی میں بھی۔ ایک دوست ملک سے ہمارا ایسی رازوں کا تبادلہ ہوتا ہے..... یہ جوزف پیٹر ذرا صل انبیں رازوں کی فکر میں تھا۔ جس ملک کا جاسوس تھا اس سے ہمارے دوست ملک کے تعلقات کبھی اچھے نہیں رہے وہ نہیں چاہتا کہ وہ ایسی پاؤر میں اس پر سبقت لے جائے۔ اب خیال کرو کہ ایسے آدمی کی بیوی کتنی اہم ہو سکتی ہے۔ بھی وہ عورت ہی تو تھی جس نے آدم کو جنت سے نکلوا تھا اس کے باوجود بھی اسے پیاری رہتی۔ لہذا اس سلسلے میں شیطان کا رول یہ تنظیم ادا کرنے والی تھی....

فریدی نہ جانے کیا سوچ رہا تھا۔ دفتارہ حید کی طرف مزلاور اس کی آنکھوں میں دیکھا ہوا بولا۔ ”محبت اور تعلق کا اظہار بے حد ضروری ہوتا ہے۔ روزا سمجھ رہی تھی کہ اس کا باپ ہی ان سارے جرائم کا ذمہ دار ہے.... وہ بھی اس کی طرف اس طرح متوجہ نہیں ہوا جیسے کہی باپ کو ہونا چاہئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس سے نفرت کرنے لگی اور یہ نفرت اس حد تک بڑھی کہ وہ اسے پھانسی کے پھندے تک پہنچادینے پر آمادہ ہو گئی۔“

حید کے استفسار پر اس نے روزا کی کہانی دہرائی اور بولا۔ ”بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بچوں کے لئے جسمانی زندگی کی آسانیش مہیا کر دینے تک ہی ان کے فرائض کی حدود ہیں۔ بچوں کی ذہنی زندگی سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ یہ بحد خطرناک ہے۔ حید صاحب بے حد خطرناک۔“

ختم شد